مرتب

مولانا جلال الدین احمد امجدی رحمۃ اللہ علیہ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰہ
وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰہ

نام کتاب	———	بزرگوں کے عقیدے
مرتب	———	مفتی جلال الدین احمد امجدی رحمۃ اللہ علیہ
کمپوزنگ	———	عبد السلام/قمر الزمان رائل پارک لاہور
ناشر	———	محمد اکبر قادری
تاریخ اشاعت	———	مئی ۲۰۰۷ء
تعداد	———	۱۱۰۰
قیمت	———	120 روپے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شرفِ انتساب

غوث صمدانی، قطب ربانی، محبوب سبحانی

حضور سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی رضی اللہ عنہ

کے نام

جن کے قَدَمِی ھٰذِہٖ عَلٰی رَقَبَۃِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہِ فرمانے پر ساری دنیا کے بزرگوں نے اپنے اپنے مقام پر گردنیں جھکا دیں

اور

پیشوائے اہل سنت، مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت

امام احمد رضا برکاتی فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان

کے نام

جنہوں نے بزرگوں کے عقیدے پر قائم رہنے کا ہمیں درس دیا اور اس مقدس گروہ کے نقش قدم سے ہٹانے والوں کا قلع قمع کرنے کے لئے رات دن قلم چلایا۔

جلال الدین احمد امجدی

بزرگوں کے عقیدے کا یہ مجموعہ مندرجہ ذیل 80 کتابوں سے تیار کیا گیا ہے

قرآن مجید	شرح الشفا ملا علی قاری	زبدۃ الاسرار	تاریخ خطیب بغدادی
تفسیر کبیر	نسیم الریاض	انیس الارواح	تاریخ الخلفاء
تفسیر بیضاوی	مواہب لدنیہ	فوائد السالکین	انتباہ الاذکیاء
تفسیر روح البیان	زرقانی	فوائد الفواد	سوانح بابا فرید الدین
تفسیرِ مدارک	ہدایہ	نزہۃ الخاطر	سیر الاولیاء (اُردو)
تفسیر خازن	شرح وقایہ	فیوض الحرمین	نفحات الانس (اُردو)
تفسیر معالم التنزیل	فتح القدیر	ازالۃ الخفا	جامع کرامات اولیاء
تفسیر صاوی	ردّ المحتار (شامی)	القول الجمیل	سلطان التارکین
تفسیر عزیزی	عمدۃ الرعایہ	شفاء العلیل	برکات الصالحین
بخاری شریف	مراقی الفلاح	انفاس العارفین (اُردو)	الشرف المؤبد
مسلم شریف	طحطاوی علیٰ مراقی	قلائد الجواہر	الخیرات الحسان
ترمذی شریف	فتاویٰ حدیثیہ	الابریز شریف	تبییض الصحیفہ
ابوداؤد شریف	فتاویٰ عزیزیہ	سبع سنابل	صواعق محرقہ
مشکوٰۃ شریف	شرح عقائد نسفی	فتوح الغیب	الدولۃ المکیہ
شفاء شریف	مدارج النبوۃ	قصیدہ نعمانیہ	حدائق الحنفیہ
خصائص کبریٰ	شواہد النبوۃ	قصیدہ غوثیہ	محبوبِ یزدانی
موطا امام محمد	شواہد الحق	اخبار الاخیار (اُردو)	ریاحین الوارث
فتح الباری	احیاء العلوم	مکتوبات امام ربانی	مثنوی مولانا روم
مرقاۃ شرح مشکوٰۃ	کشف المحجوب (اردو)	مکتوبات سلوک اقرب السبل	احوال المصنفین
اشعۃ اللمعات	بہجۃ الاسرا	طبقات ابن سعد	مفید المفتی

اس کتاب میں

(۱)	تصرف واختیار کے متعلق	۴۱	بزرگوں کے عقیدے
(۲)	علم غیب کے بارے میں	۵۲	بزرگوں کے عقیدے
(۳)	حاضر و ناظر کے متعلق	۱۳	بزرگوں کے عقیدے
(۴)	تعظیم نبیؐ کے بارے میں	۹	بزرگوں کے عقیدے
(۵)	حضورؐ کا جسم بے سایہ کے متعلق	۷	بزرگوں کے عقیدے
(۶)	وسیلہ کے بارے میں	۱۲	بزرگوں کے عقیدے
(۷)	قبروں کی زندگی کے متعلق	۱۹	بزرگوں کے عقیدے
(۸)	زیارت قبور اوران سے استفادہ کے متعلق	۱۲	بزرگوں کے عقیدے

درج ہیں

اور جو سب بزرگوں کے عقیدے ہیں وہی ہم

اہل سنت و جماعت کے بھی عقیدے ہیں

فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ

تعارف

فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد صاحب امجدی رحمۃ اللہ علیہ

از- مولانا انوار احمد قادری

آپ ضلع بستی و سدھارتھ نگر کے واحد مرجع فتاویٰ' جید مفتی ہیں جن کو نہ صرف روح فتویٰ نویسی کا مکمل ادراک ہے بلکہ فقہ کے غامض مسائل اور جزئیات پر عبور حاصل ہے اور ملک کے صف اول کے مفتیانِ کرام میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔(۱)

ولادت ونسب

آپ ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء میں اوجھا گنج ضلع بستی (یو-پی) میں پیدا ہوئے۔ اوجھا گنج بستی شہر سے بیس کلومیٹر پچھم فیض آباد روڈ سے تین کلومیٹر دکھن واقع ہے۔ آپ کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے۔ جلال الدین احمد بن جان محمد بن عبدالرحیم بن غلام رسول بن ضیاء الدین بن محمد سالک بن محمد صادق بن عبدالقادر بن مراد علی۔

خاندانی حالات

آپ کا خاندان ٹانڈہ (ضلع فیض آباد) کے پورب علاقہ بڑہر کے مشہور ومعروف راجپوت خاندان کے ایک فرد مراد سنگھ سے تعلق رکھتا ہے جو اسلامی تعلیمات سے متاثر ہو کر ایمان کی دولت سے سرفراز ہونے کے بعد مراد علی کہلائے اور گھر والوں نے جب دباؤ ڈال کر اسلام سے برگشتہ کرنا چاہا تو زمینداری وتعلقہ داری چھوڑ کر ضلع فیض آباد کی مشہور مسلم آبادی شہزاد پور میں سکونت اختیار کر لی۔ ان کی اولاد میں سے ضیاء الدین مرحوم بغرض تجارت ضلع بستی میں آتے رہے۔ اسی اثناء میں اوجھا گنج کے مسلمانوں سے

---

۱ ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم تذکرہ علمائے بستی ص ۷۹

تعلقات پیدا ہو گئے تو زمین خرید کر اسی آبادی میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔

آپ کے والد گرامی جان محمد مرحوم بڑے متقی و پرہیز گار تھے۔ دینداری اور نماز کی انتہائی پابندی ان کا نشانِ زندگی رہا۔ ابتدائے جوانی میں ان کو جامع مسجد کا امام مقرر کیا گیا تو وہ محض رضائے الٰہی کی خاطر بلا معاوضہ زندگی بھر پابندی کے ساتھ نماز پنجگانہ اور جمعہ وعیدین کی امامت فرماتے رہے اور معاملات میں اتنے صحیح تھے کہ اوجھا گنج سے تقریباً چار کلومیٹر دور ندی کے اس پار پنڈول گھاٹ کے کسی آدمی سے ایک پیسہ کا (جب کہ ایک روپے کے چونسٹھ پیسے ہوتے تھے) دہی ادھار خریدا۔ اس کے بعد دریا میں سیلاب آ گیا جس کے سبب وہ شخص کئی روز تک اوجھا گنج میں نہیں آ سکا اور پھر شاید وہ بھول گیا تو ایک پیسہ اس کے گھر پہنچانے کے لئے آپ کے والد گرامی بے چین ہو گئے یہاں تک کہ اس کے لئے چار کلومیٹر پیدل چلے اور دریا پار کرنے کے بعد پیسہ اس کے گھر پہنچایا۔

آبادی اور قرب و جوار کے لوگ احتراماً ان کو میاں جی کہتے تھے اور ۱۳۶۴ھ/ ۱۹۴۵ء میں موسلا دھار بارش کے ساتھ جب کہ ان کی چھتری پر ایسی بجلی گری کہ ساتھ کے تین آدمی فوراً مر گئے اور وہ بچ گئے تو ہر ایک نے یہی کہا یہ ان کی کرامت ہے اس لئے کہ چھتری پر آسمان کی بجلی گرے اور اس کے نیچے کا آدمی بچ جائے‘ یہ بات سمجھ میں آنے والی نہیں ہے۔ اس واقعہ کے چھ سال بعد ۲۰ ذوالحجہ ۱۳۷۰ھ/ ۱۹۵۱ء میں ان کا انتقال ہوا۔

آپ کی والدہ محترمہ بی بی رحمت النساء مرحومہ ایک دیندار گھرانے کی بیٹی تھیں۔ نماز اور صبح تلاوت قرآن مجید کی بے حد پابند تھیں۔ دعائے گنج العرش اور درود لکھی ان کو زبانی یاد تھے۔ جنہیں وہ روزانہ پڑھا کرتی تھیں۔ آبادی کے اندر تقویٰ اور پرہیز گاری میں اپنی مثال نہیں رکھتی تھیں۔ دوسرے کا مال کہیں غلطی سے تصرف میں نہ آ جائے‘ اس کا بھی بڑا خیال رکھتی تھیں۔ اسی لئے ایک ہی دوکاندار کے یہاں سے ہمیشہ غلہ وغیرہ آتا تھا جو کبھی کم نہیں تولتا تھا مگر اس کے باوجود وہ دوکاندار کے یہاں سے آئی ہوئی تمام چیزوں کو ہمیشہ دوبارہ تولنے کے بعد ہی کام میں لاتی تھیں تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بھول کر دوکاندار کوئی چیز ہمیں زیادہ دیدے اور ہم غلطی سے اس کو اپنے کام میں لے آئیں۔

چنانچہ ایک بار دوکاندار نے اپنی سمجھ سے چار پنسیری (۷کلو) غلہ دیا جو پانچ پنسیری تھا تو انہوں نے تولنے کے بعد ایک پنسیری غلہ واپس کر دیا۔

صاحب ہدایہ حضرت ابو الحسن علی مرغینانی علیہ الرحمتہ و الرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ خریدار کو خریدی ہوئی چیز کا بیچنا اور کھانا جائز نہیں ہے جب تک کہ وہ دوبارہ ناپ تول نہ کرلے اس لئے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غلہ کو بیچنے سے منع فرمایا ہے جب تک کہ اس میں دو ناپ نہ ہو جائیں۔ بیچنے والے کا ناپ اور خریدنے والے کا ناپ اور اس لئے کہ خریدی ہوئی چیز کے زیادہ ہو جانے کا احتمال ہے جو بیچنے والے کی ہے۔ اور غیر کے مال میں تصرف حرام ہے۔ لہٰذا اس سے بچنا ضروری ہے۔ (ہدایہ جلد ثالث ص ۵۹)

ظاہر ہے کہ فقیہ ملت قبلہ کی والدہ محترمہ کو شریعت کے اس مسئلہ کی خبر نہیں تھی مگر فطری طور پر ان کا مزاج شریعت کے مطابق تھا اس لئے وہ دوکاندار کے یہاں سے آیا ہوا غلہ بغیر دوبارہ تولے ہوئے کام میں نہیں لاتی تھیں اور صفائی ستھرائی میں ان کا یہ عالم تھا کہ باغ سے چنی ہوئی لکڑیوں کو دھو کر سکھا لیتی تھیں۔ اس کے بعد اسے جلاتی تھیں۔ ۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۲ اپریل ۱۹۷۹ء کو ان کا انتقال ہوا۔

اور حضرت فقیہ ملت قبلہ کے بڑے بھائی محمد نظام الدین مرحوم جنہوں نے آپ کو عالم دین بننے کا ذہن دیا۔ وہ بھی بڑے متقی پرہیز گار اور دیندار تھے۔ ایک بار انہوں نے ٹانڈہ ضلع فیض آباد میں ایک مہاجن کے ہاتھ کچھ مال بیچا۔ اس نے پیسے کے ساتھ حساب کا کاغذ بھی دیا۔ جب وہ گھر آئے اور حساب کو بغور دیکھا تو معلوم ہوا کہ حساب لکھنے میں مہاجن غلطی کر گیا اور چار آنے (موجودہ زمانے کے پچیس پیسے) زیادہ دے دیئے پھر انہوں نے حساب کا کاغذ کئی لوگوں کو دکھایا تو ہر ایک نے یہی کہا کہ حساب غلط ہو گیا جس کے سبب چار آنے پیسے آپ کو زیادہ مل گئے۔ تو دوسرے دن وہ چار آنے پیسے لے کر مہاجن کو واپس کرنے کے لئے ٹانڈہ پہنچ گئے۔

جب وہ کاغذ کے ساتھ چار آنے پیسے مہاجن کے ہاتھ میں دیئے اور اس نے حساب دیکھا تو اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا اور جب اُسے معلوم ہوا کہ اوجھا گنج ضلع

بستی سے پیدل چل کر یہ چار آنے پیسے واپس کرنے آئے ہیں جو ٹانڈہ سے تقریباً تیس کلومیٹر ہے اور راستہ میں دو دریا ''منور'' اور گھاگھر حائل ہیں تو قلم کو دانت سے دبا کر نظام الدین صاحب کو سر سے پیر تک بڑی حیرت کے ساتھ دیر تک دیکھتا رہا جو اپنے لباس وغیرہ کے اعتبار سے تو معمولی آدمی نظر آ رہے تھے مگر ان کی سچائی آسمان کی بلندیوں کو چھو رہی تھی۔ ۴ر رمضان المبارک ۱۳۶۳ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

تعلیم

فقیہ ملت نے ناظرہ اور حفظ کی تعلیم مقامی مولوی محمد زکریا مرحوم سے حاصل کی۔ سات سال کی عمر میں قرآن مجید ناظرہ ختم کیا اور ۱۳۶۳ھ مطابق ۱۹۴۴ء یعنی ساڑھے دس سال کی عمر میں حفظ مکمل کیا۔ فارسی آمد نامہ التفات گنج ضلع فیض آباد میں وہاں کے مقامی مولانا عبدالرؤف سے پڑھی اور فارسی کی دوسری کتابوں کی تعلیم مولانا عبدالباری ڈھلمئوی سے حاصل کی اور عربی کی ابتدائی کتابیں بھی انہیں سے پڑھیں۔

جب التفات گنج کے مدرسہ کا نصاب آپ نے مکمل کر لیا تو ۱۹۴۷ء کے ہنگامے کے فوراً بعد ناگپور (مہاراشٹر) چلے گئے دن بھر کام کرتے جس سے پچیس تیس روپے ماہانہ اپنے والدین کی خدمت کرتے اور اپنے کھانے وغیرہ کا انتظام کرتے اور بعد مغرب اپنے دس ساتھیوں کے ہمراہ تقریباً بارہ بجے رات تک حضرت علامہ ارشد القادری صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ سے مدرسہ شمس العلوم میں پڑھتے اور صبح بعد نماز فجر ایک بہاری جو قرأت سبعہ کا قاری تھا اور اپنی بدمذہبی چھپائے ہوئے تھا اس سے فن قرأت حاصل کرتے۔ اس طرح ناگپور میں آپ کی تعلیم کا سلسلہ آخر تک جاری رہا۔ یہاں تک کہ ۲۴ شعبان ۱۳۷۱ھ مطابق ۱۹ مئی ۱۹۵۲ء کو حضرت علامہ نے آپ کو سند فراغت عطا فرما کر دستار بندی فرمائی۔

حضرت علامہ نے ناگپور سے جمشید پور جا کر مدرسہ فیض العلوم قائم فرمایا اور آپ کو وہاں بلا لیا مگر بروقت مدرسہ فیض العلوم میں مدرس کی ضرورت نہ تھی اس لئے آپ کو ایک مکتب میں پڑھانے کے لئے مقرر کیا گیا لیکن چار ماہ بعد رہی دل برداشتہ ہو کر

حضرت علامہ کی اجازت سے آپ واپس گھر چلے آئے۔

جمادی الاولیٰ ۱۳۷۴ھ مطابق جنوری ۱۹۵۵ء میں شعیب الاولیاء حضرت شاہ محمد یار علی صاحب قبلہ اور شیر بیشۂ سنت حضرت مولانا حشمت علی خاں صاحب قبلہ علیہما الرحمتہ و الرضوان کے مشورہ سے آپ مدرسہ قادریہ رضویہ بھاؤ پور ضلع بستی کے مدرس مقرر ہوئے۔ اسی درمیان حضرت شعیب الاولیاء قبلہ نے مکتب فیض الرسول کو دارالعلوم بنا دیا تو آپ بھاؤ پور سے مستعفی ہوکر براؤں شریف آ گئے اور یکم ذوالحجہ ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۰ جولائی ۱۹۵۶ء سے دارالعلوم فیض الرسول کے مدرس ہو گئے تو پھر فیض الرسول آپ کا اور آپ فیض الرسول کے ہو گئے۔

فتویٰ نویسی

۲۴ صفر المظفر ۱۳۷۷ھ - ۱۹۵۷ء کو ۲۴ سال کی عمر میں آپ نے پہلا فتویٰ لکھا۔ پھر پچیس سال تک ملک اور بیرون ملک سے آئے ہوئے ہزاروں فتاوے بڑی تحقیق سے لکھے جو قدر کی نگاہوں سے دیکھے گئے مگر اب دماغی کمزوری کے سبب فتویٰ نویسی سے مستعفی ہوکر فیض الرسول ہی میں صرف شعبۂ تعلیم کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ بنام فتاویٰ فیض الرسول جلد اول کتاب العقائد سے کتاب الرضاع تک ۱۴۱۱ھ میں چھپ کر منظر عام پر آ چکا ہے اور دوسری جلد کتاب الطلاق سے کتاب الفرائض تک عنقریب طباعت کی منزل سے گزرنے والی ہے۔

تصنیفات

فتاویٰ کے علاوہ آپ نے متعدد کتابیں بھی لکھی ہیں جو اسلام وسنیت کیلئے بے انتہا مفید اور بے حد مقبول ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں۔ انوار الحدیث اُردو، ہندی، عجائب الفقہ (فقہی پہیلیاں) زیر نظر کتاب بزرگوں کے عقیدے، خطبات محرم، انوار شریعت (اچھی نماز) اُردو، ہندی، تعظیم نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)، حج و زیارت، معارف القرآن، علم اور علماء، باغ فدک اور حدیث قرطاس، سید الاولیاء (سید احمد کبیر رفاعی) محققانہ فیصلہ

اردو ٔ ہندی ضروری مسائل ٔ گلدستہ مثنوی ٔ بدمذہبوں سے رشتے اردو ٔ ہندی ٔ نورانی تعلیم مکمل چھ حصے۔

ان میں سے اب تک چودہ کتابیں بیرون ملک چھپ کر حجاز مقدس ٔ بحرین ٔ دوحہ ٔ دوبئی ٔ دمام ٔ ترکی ٔ عراق ٔ فرانس ٔ برطانیہ ٔ جاپان اور امریکہ وغیرہ تک مسلمانوں کی لائبریریوں اور ان کے گھروں میں پہنچ چکی ہیں اور ہندی داں طبقہ کے لئے علمائے اہلسنت میں سب سے پہلے آپ ہی نے انوار شریعت کو ہندی میں چھپوا کر کتب خانہ امجدیہ سے شائع کیا۔

آپ کی منفرد خدمات

قرآن مجید کی کتابت و طباعت کی صحت کا ہر زمانے میں بہت اہتمام کیا گیا ہے مگر چند سال قبل کچھ دنیا دار ناشرین قرآن کریم (مع ترجمہ رضویہ) کو نہایت غیر ذمہ داری ولا پروائی سے کثیر غلطیوں کے ساتھ شائع کر رہے تھے۔ تو ہندو پاکستان میں صرف آپ نے ان کے خلاف قلم اٹھایا اور بار بار ضروری تصحیح کے عنوان سے ماہناموں میں مضمون شائع کیا۔ یہاں تک کہ ناشرین کو صحیح متن کے ساتھ قرآن مجید چھاپنے پر مجبور کیا اور جو ترجمہ کنز الایمان مع تفسیر خزائن العرفان کے ساتھ قرآن کریم کی جھوٹی فہرست شائع کی جا رہی ہے اور اس سے سنیت کو نقصان پہنچ رہا ہے ٔ اس کے غلط ہونے کا اعلان صرف آپ نے کیا۔

اور فقہ حنفی کی عظیم کتاب بہار شریعت میں جو گمراہ کن تحریف کی مذموم حرکت کی گئی کہ اس کے مثبت مسائل کو منفی اور منفی کو مثبت بنا کر چھاپا گیا تو اس کے متعلق صرف آپ نے قلم اٹھا کر چند غلطیوں کو بطور ثبوت پیش کرتے ہوئے ناشر کے خلاف مضمون شائع کیا اور اس کی مطبوعہ بہار شریعت کے بائیکاٹ کرنے کا اعلان فرمایا اور حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے لکھے ہوئے بہار شریعت کے حصوں کی افادیت کو بڑھانے کے لئے کسی نے آج تک اس پر کچھ کام نہ کیا صرف فقیہ ملت قبلہ نے حصہ سوم پر تعلیق اور

حوالے کی کتابوں کا جلد وصفحہ ۱۴۰۱ھ میں تحریر فرمایا اور اسی وقت اس کی کتابت بھی ہوگئی مگر نہ معلوم کس مصلحت سے دائرۃ المعارف الامجدیہ گھوسی نے آج تک نہ اسے خود چھپوایا اور نہ کسی دوسرے کو چھاپنے کے لئے دیا۔

بیعت وخلافت

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمتہ والرضوان کے وصال فرمانے سے چند ماہ قبل آپ کو حضرت سے شرف بیعت حاصل ہوا مگر ابھی تک آپ نے بعض مصالح کے پیش نظر کسی سے خلافت نہیں لی تھی یہاں تک کہ حضور احسن العلماء قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ نے مارہرہ مطہرہ میں عرس قاسمی کے موقع پر ۱۴۱۲ھ میں آپ کی خلافت کا اعلان فرمایا اور ۱۴۱۳ھ میں جب اسی عرس کے موقع پر حضرت فقیہ ملت قبلہ مارہرہ مطہرہ حاضر ہوئے تو حضور احسن العلماء قبلہٗ نے خلافت کی ایک مخصوص مجلس میں آپ کی دستار بندی فرمائی۔

ہمارے نزدیک سب سے زیادہ قابل قدر آپ کا وہ خلوص عمل اور جذبۂ دل ہے جس نے اسلام وسنیت کی ترویج واشاعت کی خاطر آپ کو ہمیشہ فعال ومتحرک رکھا۔

دعا ہے کہ خدائے عزوجل آپ کے سایۂ عاطفت کو ہم لوگوں کے سروں پر تادیر قائم رکھے اور آپ کے فیوض وبرکات سے رہتی دنیا تک مسلمانوں کو مستفید فرماتا رہے۔

آمین برحمتك یا ارحم الراحمین۔

انوار احمد قادری

منیجر وناظم اعلیٰ مدرسہ امجدیہ ارشد العلوم

اوجھا گنج۔ضلع بستی

ترتیب

(رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ) (مشکوٰۃ ص ۴۵۷)

اور تحریر فرماتے ہیں۔

لَهٗ صِفَةٌ بِهَا يُدْرِكُ مَا سَيَكُوْنُ فِي الْغَيْبِ وَيُطَالِعُ بِهَا مَا فِي اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ایک ایسی صفت ہے کہ جس سے وہ آئندہ غیب کی باتیں جان لیتے ہیں۔

اور اس سے لوح محفوظ کی ساری باتیں ملاحظہ فرماتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۱۶ ص ۲۱)

حضرت علامہ زرقانی کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ والرضوان۔ متوفی ۱۱۲۲ھ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک اندھیری رات میں جب کہ بارش بھی ہو رہی تھی کافی دیر تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہے۔ جب انہوں نے جانے کا ارادہ کیا تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو کھجور کی ایک شاخ عطا کی اور فرمایا۔

اِنْطَلِقْ بِهٖ فَاِنَّهٗ سَيُضِيْءُ لَكَ مِنْ بَيْنِ يَدَيْكَ عَشْرًا وَّمِنْ خَلْفِكَ عَشْرًا فَاِذَا دَخَلْتَ بَيْتَكَ فَسَتَرٰى سَوَادًا فَاضْرِبْهُ حَتّٰى يَخْرُجَ فَاِنَّهُ الشَّيْطَانُ فَانْطَلَقَ فَاَضَاءَ لَهُ الْعُرْجُوْنُ حَتّٰى دَخَلَ بَيْتَهٗ وَوَجَدَ السَّوَادَ فَضَرَبَهٗ حَتّٰى خَرَجَ۔

اس کو لے جاؤ۔ یہ دس ہاتھ تمہارے آگے اور دس ہاتھ تمہارے پیچھے اجالا کرے گی اور جب تم اپنے گھر میں داخل ہو گے تو ایک سیاہی دیکھو گے اس کو اتنا مارنا کہ وہ نکل جائے۔ اس لئے کہ وہ شیطان ہے جب حضرت قتادہ وہاں سے چلے تو وہ شاخ ان کے لئے روشن ہوگئی۔ یہاں تک کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہوئے اور انہوں نے اس سیاہی کو پالیا تو اسے اتنا مارا کہ وہ نکل گئی۔

(زرقانی علی المواہب ج ۵ ص ۱۹۵)

ہوا ہے جیسا کہ آپ نے بیان فرمایا۔ (خصائص کبریٰ ج ا ص ۲۵۹)

ان احادیث کریمہ میں سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جن باتوں کی خبر دی یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کنپٹی پر زخم لگا کر شہید کئے جائیں گے، حضرت طلحہ بن عبید اللہ بھی شہید ہوں گے اور جنگ موتہ جو ملک شام میں ہو رہی تھی اس کے سارے حالات کو مدینہ منورہ سے ملاحظہ فرمانا اور تفصیل کے ساتھ حرف بحرف بیان کرنا سب غیب کی خبریں ہیں جن کو حضرت علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمتہ والرضوان نے اپنی کتاب میں لکھ کر ثابت کر دیا کہ ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب جاننے والے ہیں۔

شارح بخاری علامہ عسقلانی کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ والرضوان۔ متوفی ۸۵۲ھ)

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سینہ مبارک چاک کرنے کے بعد قلب اطہر کو جب زم زم کے پانی سے دھویا تو فرمایا۔

قَلْبٌ سَدِيْدٌ فِيْهِ عَيْنَانِ تُبْصِرَانِ وَاُذُنَانِ تَسْمَعَانِ۔

قلب مبارک ہر قسم کی کجی سے پاک اور بے عیب ہے۔ اس میں دو آنکھیں ہیں جو دیکھتی ہیں اور دو کان ہیں جو سنتے ہیں۔

(فتح الباری شرح بخاری ج ۱۳ ص ۴۱۰)

معلوم ہوا کہ حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب ہے۔ اس لئے کہ قلب مبارک کی آنکھیں اور کان غیب کی باتیں دیکھنے اور سننے کے لئے ہیں جیسا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا ہے۔

اِنِّیْ اَرٰی مَالَاتَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ۔

میں وہ چیز دیکھتا ہوں جس کو تم نہیں دیکھتے ہو اور میں وہ سنتا ہوں جس کو تم نہیں سنتے۔

كثيرة عن علي رضي الله عنه — سے خون بہے گا یہاں تک کہ تمہاری داڑھی رنگین ہو جائے گی۔

(خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۲۴)

اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ میں حضرت علی کے یہاں گیا وہ بیمار تھے اور ان کے پاس حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پہلے سے تھے۔ ان میں سے ایک صاحب نے دوسرے سے کہا کہ میرے خیال میں اب یہ انتقال ہی کر جائیں گے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّهٗ لَنْ يَّمُوْتَ اِلَّا مَقْتُوْلاً — وہ ہرگز نہیں انتقال کریں گے جب تک کہ قتل نہ کئے جائیں۔

(خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۲۴)

اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى شَهِيْدٍ يَمْشِىْ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِاللهِ — جو شخص کسی شہید کو زمین پر چلتے ہوئے دیکھنا چاہے تو وہ طلحہ بن عبید اللہ کو دیکھے۔

(خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۲۴)

اور بیہقی شریف میں ہے کہ جب حضرت ابو یعلی بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ موتہ کی خبر لے کر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ جنگ کے حالات تم مجھے بتاؤ گے یا میں تجھے بتاؤں؟ انہوں نے عرض کیا آپ ہی بتائیں۔ اللہ کے محبوب دانائے خفایا وغیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہاں کا پورا حال مفصل بیان فرما دیا تو حضرت ابو یعلی نے کہا۔

وَالَّذِىْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا تَرَكْتَ مِنْ حَدِيْثِهِمْ حَرْفًا لَمْ تَذْكُرْهُ وَاِنَّ اَمْرَهُمْ لَكَمَا ذَكَرْتَ — قسم ہے اس ذات کی جس نے حق کے ساتھ آپ کو معبوث فرمایا ہے آپ نے حرف بحرف بتا دیا کچھ نہیں چھوڑا ان کا واقعہ ایسا ہی

وَقَالَ فِي الْحَسَنِ اِنَّ ابْنِيْ هٰذَا سَيِّدٌ وَسَيُصْلِحُ اللّٰهُ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ وَقَالَ لِخَالِدٍ حِيْنَ وَجَّهَهٗ لِاُكَيْدِرَ اِنَّكَ تَجِدُهٗ يَصِيْدُ الْبَقَرَ فَوَجَدَتْ هٰذِهٖ الْاُمُوْرُ كُلُّهَا فِيْ حَيَاتِهٖ وَبَعْدَ مَوْتِهٖ كَمَا قَالَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

وہ عنقریب ابی بن خلف کو قتل کریں گے اور عتبہ بن ابولہب کے بارے میں فرمایا کہ اس کو ایک کتا کھائے گا اور بدر میں کافروں کے قتل ہونے کی جگہ پہلے بتا دی۔ تو جیسا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ویسا ہی ہوا اور حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے اور عنقریب اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ دو گروہوں کے درمیان مصالحت کرا دے گا اور جب حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اکیدر کی طرف بھیجا تو ان سے فرمایا کہ تم اسے گائے کا شکار کرتے ہوئے پاؤ گے۔ تو یہ ساری باتیں حضور کی ظاہری زندگی اور وصال کے بعد اسی طرح ہوئیں جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(شفا شریف ج۱ص۲۲۶)

ان تمام عبارتوں سے اچھی طرح واضح ہو گیا کہ حضرت علامہ قاضی عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل ہے۔

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

(متوفی ۹۱۱ھ)

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا۔

سَتُضْرَبُ ضَرْبَةً هٰهُنَا وَضَرْبَةً هٰهُنَا وَاَشَارَ اِلٰى صُدْغَيْهِ فَيَسِيْلُ دَمُهُمَا حَتّٰى تَخْضَبَ لِحْيَتُكَ . لهٗ طرق

تم عنقریب مارے جاؤ گے ایک ضرب یہاں اور ایک ضرب یہاں اور حضور نے اپنی کنپٹیوں کی جانب اشارہ فرمایا تو ان جگہوں

وَحُذَيْفَةُ اٰخِرُكُمْ مَوْتًا فِي النَّارِ فَكَانَ بَعْضُهُمْ يَسْاَلُ عَنْ بَعْضٍ فَكَانَ سَمُرَةُ اٰخِرَهُمْ مَوْتًا هَرِمَ وَخَرِفَ فَاصْطَلٰى بِالنَّارِ فَاحْتَرَقَ فِيْهَا ۔

نے خودکشی کی۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک جماعت کے بارے میں خبر دی جن میں حضرت ابوہریرہ، سمرہ بن جندب اور حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے کہ تم میں سے آخری شخص آگ میں مرے گا تو وہ لوگ ایک دوسرے کا حال پوچھتے رہتے تھے۔ ان میں سب کے بعد حضرت سمرہ کا انتقال ہوا۔ بہت بوڑھے ہو کر کم عقل ہو گئے تھے آگ تاپ رہے تھے کہ اسی میں جل گئے۔ (شفا شریف ج ۱ ص ۲۲۴)

وَقَالَ لِقَوْمٍ مِنْ جُلَسَائِهٖ ضِرْسُ اَحَدِكُمْ فِي النَّارِ اَعْظَمُ مِنْ اُحُدٍ۔ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ فَذَهَبَ الْقَوْمُ يَعْنِي مَاتُوْا وَبَقِيْتُ اَنَا وَرَجُلٌ فَقُتِلَ مُرْتَدًّا يَوْمَ الْيَمَامَةِ۔

اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی مجلس میں کچھ لوگوں سے فرمایا کہ تم میں سے ایک آدمی (کے جسم) کا ٹیلہ جہنم میں احد سے زیادہ بڑا ہوگا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تو سب کا انتقال ہو گیا صرف میں باقی بچا اور ایک دوسرا شخص تو وہ مرتد ہونے کے بعد جنگ یمامہ میں قتل کیا گیا۔ (شفا شریف ج ۱ ص ۲۲۵)

وَاَخْبَرَ بِالْمَالِ الَّذِيْ تَرَكَهٗ عَمُّهُ الْعَبَّاسُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عِنْدَ اُمِّ الْفَضْلِ بَعْدَ اَنْ كَتَمَهٗ فَقَالَ مَا عَلِمَهٗ غَيْرِيْ وَغَيْرُهَا فَاَسْلَمَ فَاَعْلَمَ بِاَنَّهٗ سَيَقْتُلُ اُبَيَّ ابْنَ خَلَفٍ وَفِيْ عُتْبَةَ بْنِ اَبِيْ لَهَبٍ اَنَّهٗ يَاكُلُهٗ كَلْبٌ وَعَنْ مَصَارِعِ اَهْلِ بَدْرٍ فَكَانَ كَمَا قَالَ

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس مال کی خبر دی جس کو ان کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیوی ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس چھپا کے رکھا تھا۔ حضرت عباس نے کہا اس مال کو میرے اور اُم الفضل کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا۔ پھر وہ ایمان لے آئے اور حضور نے بتایا کہ

مراد بمصلین مومنا نندومراد بعبادت شیطان عبادت اصناموا گرچہ اصحاب مسیلمہ و مانعی الزکاۃ براہ ارتداد رفتند اما عبادت اصنام نہ کردند۔

(اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۸۳)

مصلیوں سے مومنین مراد ہیں اور شیطان کی عبادت سے بتوں کی پوجا مراد ہے۔ اور اگرچہ مسیلمہ کے ساتھی اور منکرین زکوٰۃ مرتد ہوئے لیکن ان لوگوں نے بتوں کی پوجا نہیں کی۔

ان احادیث کریمہ سے معلوم ہوا کہ صاحب مشکوٰۃ حضرت علامہ خطیب تبریزی علیہ الرحمتہ والرضوان کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب ہے۔ اس لئے کہ حضور نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر دی کہ تمہیں اس بیماری سے کوئی خطرہ نہیں۔ تم ہماری وفات کے بعد بھی زندہ رہو گے اور اندھے ہو گے۔ اور زمین کے اندر یہودیوں پر جو عذاب ہو رہا تھا اسے بتایا۔ اور خبر دی کہ ملک عرب میں کبھی شیطان کی پوجا نہیں ہو گی یعنی اگرچہ وہاں کچھ لوگ مرتد بھی ہو جائیں جیسے کہ اصحاب مسیلمہ اور منکرین زکاۃ مرتد ہوئے مگر کبھی وہاں بتوں کی پوجا نہیں ہو گی۔

اور ان غیبوں کے بیان والی حدیثوں کو علامہ خطیب تبریزی نے اپنی کتاب میں لکھا۔ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں علم غیب کا عقیدہ ان کے نزدیک حق نہ ہوتا تو وہ ایسی حدیثوں کو مشکوٰۃ شریف میں ہرگز داخل نہ کرتے۔

حضرت علامہ قاضی عیاض کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ والرضوان۔ المتوفی ۵۴۴ھ)

قَالَ فِیْ قُزْمَانَ وَقَدْ اَبْلٰی مَعَ الْمُسْلِمِیْنَ اِنَّهٗ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَقَتَلَ نَفْسَهٗ ۔ وَقَالَ فِیْ جَمَاعَةٍ فِیْهِمْ اَبُوْهُرَیْرَةَ وَ سَمُرَةُ بْنُ جُنْدُبٍ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قزمان کے بارے میں فرمایا جب کہ وہ مسلمانوں کی طرف سے بڑی بہادری کے ساتھ لڑ رہا تھا کہ وہ دوزخیوں میں سے ہے۔ آخر اس

كَيْفَ لَكَ اِذَا عُمِّرْتَ بَعْدِىْ فَعَمِيْتَ قَالَ اَحْتَسِبُ وَاَصْبِرُ قَالَ اِذَنْ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ قَالَتْ فَعَمِىَ بَعْدَ مَامَاتَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَدَّاللّٰهُ عَلَيْهِ بَصَرَهٗ ثُمَّ مَاتَ ۔

اُس وقت تمہارا کیا حال ہو گا جب کہ تم ہمارے بعد زندہ رہو گے اور اندھے ہو جاؤ گے۔ انہوں نے عرض کیا ثواب حاصل کروں گا اور صبر کروں گا۔ فرمایا پھر تو بغیر حساب جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ راوی کا بیان ہے کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی وفات کے بعد وہ اندھے ہو گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے آنکھ کی روشنی واپس وے دی اور پھر وہ انتقال کر گئے۔ (مشکوٰۃ شریف ص۵۴۳)

اور میزبان رسول حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

خَرَجَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ وَجَبَتِ الشَّمْسُ فَسَمِعَ صَوْتًا قَالَ يَهُوْدُ تُعَذَّبُ فِىْ قُبُوْرِهَا

(مشکوٰۃ شریف ص۳۶ ۵)

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے اور سورج غروب ہونے والا تھا تو ایک آواز سنی فرمایا یہود کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جا رہا ہے۔

اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ الشَّيْطٰنَ قَدْ اَيِسَ مِنْ اَنْ يَّعْبُدَهٗ الْمُصَلُّوْنَ فِىْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ وَلٰكِنْ فِى التَّحْرِيْشِ بَيْنَهُمْ ۔

(مسلم، مشکوٰۃ ص۱۹)

شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ مصلی یعنی مومن جزیرۂ عرب میں اس کی عبادت کریں۔لیکن آپس میں انہیں لڑانے سے مایوس نہیں ہوا ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث شریف کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں۔

كَفَّهٗ بَيْنَ كَتِفَيَّ فَوَجَدْتُّ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔

کے فرشتے کس چیز کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں؟ میں نے کہا میرا رب تو خوب جانتا ہے۔ تو رب تعالیٰ نے اپنا دست قدرت میرے کاندھوں کے درمیان رکھا تو وصول فیض کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی تو میں نے ان تمام چیزوں کو جان لیا جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں۔

(دارمی، مشکوٰۃ ص ۷۰)

اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرض وصال میں مسجد نبوی کے منبر پر رونق افروز ہوئے اور فرمایا۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ اِنِّیْ لَاَنْظُرُ اِلَی الْحَوْضِ مِنْ مَّقَامِیْ هٰذَا ۔

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ میں اِس جگہ سے بھی حوضِ کوثر کو دیکھ رہا ہوں۔

(دارمی، مشکوٰۃ ص ۵۴۸)

آسمانوں اور زمینوں کی ساری باتوں کو جاننا اور مدینہ منورہ سے بھی حوضِ کوثر کو ملاحظہ فرمانا علم غیب ہے۔ حضرت امام دارمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کتاب دارمی شریف میں ان حدیثوں کو شامل فرما کر واضح کر دیا کہ ہمارا بھی یہی اعتقاد ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیب کا علم حاصل ہے۔

صاحب مشکوٰۃ علامہ خطیب تبریزی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ التوفی ۷۴۰ھ)

حضرت اُنیسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے باپ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے باپ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کے لیے اندر تشریف لائے جب کہ وہ بیمار تھے تو حضور نے فرمایا۔

لَیْسَ عَلَیْكَ مِنْ مَّرَضِكَ بَاْسٌ وَلٰكِنْ

اس بیماری سے تمہیں کوئی خطرہ نہیں لیکن

(ابوداؤد، مشکوٰۃ ص ۴۶۳) باپ کا نام اور اُن کے خاندان کا نام (سب کچھ) بتا دیا۔

اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلْمَهْدِیُّ مِنِّیْ اَجْلَی الْجَبْهَةِ اَقْنَی الْاَنْفِ یَمْلَأُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَّعَدْلاً كَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَّجَوْرًا یَمْلِكُ سَبْعَ سِنِیْنَ ۔

مہدی مجھ سے ہے کشادہ پیشانی اور بلند ناک والا۔ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جیسے وہ ظلم و جور سے بھر گئی ہو گی۔ سات سال حکومت کریگا۔

(ابوداؤد، مشکوٰۃ ص ۴۷۰)

ان احادیث کریمہ سے واضح ہوا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قیامت تک کے پیدا ہونے والے تمام فتنہ انگیزوں کا علم تھا اور حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ساری باتیں جانتے تھے اور یہ سب غیب کا علم ہے۔ پھر حضرت امام ابوداؤد نے ان حدیثوں کو اپنی کتاب ابوداؤد شریف میں لکھا تو ثابت کر دیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں علم غیب کا عقیدہ برحق ہے۔

حضرت امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

(متوفی ۲۵۵ھ)

حضرت عبد الرحمن بن عائش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

رَأَیْتُ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ قَالَ فِیْمَا یَخْتَصِمُ الْمَلَاُ الْاَعْلٰی قُلْتُ اَنْتَ اَعْلَمُ قَالَ فَوَضَعَ

میں نے اپنے رب عزوجل کو ایسی اچھی صورت میں دیکھا جو اس کی شان کے لائق ہے۔ رب تعالیٰ نے مجھ سے پوچھا ملاء اعلیٰ

بِہٖ حَفِظَہٗ مَنْ حَفِظَہٗ وَنَسِیَہٗ مَنْ نَسِیَہٗ ۔ (ترمذی شریف ج ۲ ص ۴۲)

واقعات کی ہمیں خبر دی۔ جس نے اس تقریر کو یاد رکھا وہ یاد رکھا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا۔

ذَکَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِتْنَۃً فَقَالَ یُقْتَلُ ھٰذَا فِیْھَا مَظْلُوْمًا لِعُثْمَانَ ۔ (ترمذی شریف ج ۲ ص ۲۱۲)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک فتنہ کا ذکر فرمایا تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے فرمایا کہ یہ اس میں مظلومانہ شہید کئے جائیں گے۔

معلوم ہوا کہ امام ترمذی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل ہے ورنہ یہ حدیثیں کہ جن میں قیامت تک کی باتیں بتانے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شہید کئے جانے کی خبر دینے کا ذکر ہے امام ترمذی ان کو اپنی کتاب میں ہرگز شامل نہ کرتے۔

حضرت امام ابو داؤد کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ المتوفی ۲۷۵ھ)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا:

وَاللّٰہِ لَا اَدْرِیْ اَنَسِیَ اَصْحَابِیْ اَمْ تَنَاسَوْا وَاللّٰہِ مَا تَرَکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ قَائِدِ فِتْنَۃٍ اِلٰی اَنْ تَنْقَضِیَ الدُّنْیَا یَبْلُغُ مَنْ مَّعَہٗ ثَلٰثَ مِائَۃٍ فَصَاعِدًا اِلَّا قَدْ سَمَّاہُ لَنَا بِاسْمِہٖ وَاسْمِ اَبِیْہِ وَاسْمِ قَبِیْلَتِہٖ

خدائے تعالیٰ کی قسم میں نہیں کہہ سکتا کہ میرے ساتھی بھول گئے ہیں یا بھول جانا ظاہر کرتے ہیں۔ (آج سے) دنیا کے ختم ہونے تک جتنے فتنے انگیز پیدا ہوں گے جن کے ساتھیوں کی تعداد تین سو سے زیادہ ہو گی۔ حضور نے ہمیں اُن کا نام اُن کے

وَسَلَّمَ قَالَ لِعَمَّارٍ حِيْنَ يَحْفِرُا الْخَنْدَقَ فَجَعَلَ يَمْسَحُ رَاسَهُ وَيَقُوْلُ بُوْسَ ابْنِ سُمَيَّةَ تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ ۔

(مسلم، مشکوۃ ص۵۳۲)

حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا جب کہ وہ خندق کھود رہے تھے۔ حضور ان کے سر پر دستِ مبارک پھیرتے اور فرماتے جاتے تھے ابن سمیہ کی سختی کہ تمہیں باغی گروہ قتل کرے گا۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق جنگِ صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لشکر کے ساتھ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید کئے گئے۔

جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہونے والا ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سارے واقعات کی خبر دینا، میدانِ بدر میں ایک دن پہلے ہی بتا دینا کہ کون کافر کس جگہ قتل کیا جائے گا، مدینہ منورہ پہنچنے سے پہلے اس آبادی میں ایک بڑے منافق کے مرنے کی خبر دینا، کئی سال قبل اس بات سے آگاہ کر دینا کہ اَبیض کا خزانہ مسلمان کھولیں گے اور حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تقریباً ۲۳ سال پہلے یہ بتا دینا کہ تم کو باغی جماعت قتل کرے گی۔ یہ سب غیب کی خبریں ہیں جن کو حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کتاب مسلم شریف میں لکھ کر یہ ثابت کر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب ہے۔ ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے۔

حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

(متوفی ۲۷۹ھ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا:

صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا صَلَاةَ الْعَصْرِ بِنَهَارٍ ثُمَّ قَامَ خَطِيْبًا فَلَمْ يَدَعْ شَيْئًا يَكُوْنُ اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ اِلَّا اَخْبَرَنَا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو ایک دن عصر کی نماز اول وقت پڑھائی پھر کھڑے ہو کر تقریر فرمائی تو کسی بات کو نہیں چھوڑا قیامت تک کے سارے

اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا۔

قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ سَفَرٍ فَلَمَّا کَانَ قُرْبَ الْمَدِیْنَۃِ ھَاجَتْ رِیْحٌ تَکَادُ اَنْ تَدْفِنَ الرَّاکِبَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بُعِثَتْ ھٰذِہِ الرِّیْحُ لِمَوْتِ مُنَافِقٍ فَقَدِمَ الْمَدِیْنَۃَ فَاِذَا عَظِیْمٌ مِّنْ الْمُنَافِقِیْنَ قَدْمَاتَ ۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر سے واپس آ رہے تھے جب مدینہ شریف کے قریب پہنچے تو سخت آندھی آئی قریب تھا کہ وہ مسافر کو دفن کر دے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ آندھی ایک منافق کی موت پر بھیجی گئی ہے جب مدینہ منورہ پہنچے تو اس روز ایک بہت بڑا منافق مر گیا تھا۔ (مسلم مشکوٰۃ ص۵۳۶)

اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا۔

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَتَفْتَحَنَّ عِصَابَۃٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ کَنْزَالِ کِسْرٰی الَّذِیْ فِی الْاَبْیَضِ ۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ضرور ضرور مسلمانوں کی ایک جماعت کسریٰ کے خزانے کھولے گی جو کہ ابیض مقام پر ہوگا۔

(مسلم مشکوٰۃ ص۴۶۴)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث شریف کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''ایں گنج درزمانِ امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیرون آوردہ شد---- یعنی یہ خزانہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ مبارک میں نکالا گیا۔ (اشعۃ اللمعات ج ۴ ص۲۹۹)

اور حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا۔

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نگاہِ اوّلیں

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس طرح دعا کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اے اللہ! ہمیں سیدھا راستہ چلا ان لوگوں کا راستہ کہ جن پر تو نے احسان فرمایا۔(۱)

اور جن پر اللہ تعالیٰ نے احسان فرمایا ان کا ذکر پانچویں پارہ میں یوں ہے جو اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہو گا کہ جن پر اللہ تعالیٰ نے احسان فرمایا یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ۔(۲)

ان دونوں آیتوں کے ملانے سے صاف ظاہر ہے کہ انبیاء کرام و بزرگان دین ہی کا طریقہ سیدھا راستہ ہے لیکن آج کل بہت سے لوگ بزرگان دین کے عقیدے اور ان کے طریقے سے مسلمانوں کو بہکا رہے ہیں۔ اس لئے ہم نے آسان انداز میں چند مسائل پر بزرگوں کے عقیدے اس کتاب میں لکھ دیے ہیں۔ تا کہ مسلمان ان کے عقیدے پر قائم رہیں اور کسی بہکانے والے کے فریب میں نہ آئیں۔

کتاب ہذا میں انبیائے کرام علیہم السلام کے بھی ایمان وعقیدے لکھے گئے ہیں اس لئے کہ کسی چیز کو حق جان کر دل میں جمائے ہوئے یقین کو ایمان وعقیدہ کہتے ہیں(۳) تو یہ حضرات جس طرح خدائے تعالیٰ کی وحدانیت اور اپنی نبوت پر ایمان وعقیدہ رکھتے اور اس کی تبلیغ و اشاعت کرتے ہیں۔ اسی طرح وہ اپنے بارے میں تصرف واختیار، علم غیب اور وسیلہ وغیرہ کا بھی ایمان وعقیدہ رکھتے ہیں اور اپنے قول وفعل سے ان کی نشر و

(۱) سورۂ فاتحہ آیت نمبر ۶-۷ (۲) سورۂ نساء آیت نمبر ۶۹) (۳) غیاث اللغات ص ۴۶۵ میں ہے۔ عقیدہ چیزے راحق دانستہ در دل خود محکم گرفتن (۱۲)

اشاعت کرتے ہیں۔

اوراس کتاب میں چونکہ بزرگوں کو بہت سے مقامات پر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا گیا ہے جس پر بعض لوگوں کو اعتراض ہو سکتا ہے اس لئے غیر صحابہ کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے اور لکھنے کا مفصل فتویٰ بھی کتاب کے آخر میں ضم کر دیا گیا ہے۔

اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں دعا ہے کہ یہ کتاب مقبول ہو اور مسلمانوں کے لئے مفید ہو۔ ایمان پر ہمارا خاتمہ ہو اور قیامت کے دن حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہو۔ آمین

بحرمته النبی الکریم علیه وعلیٰ اٰله افضل الصلوات و اکمل التسلیمات ۔

جلال الدین احمد امجدی

۱۰ شوال المکرم ۱۴۱۳ھ

۱۳ اپریل ۱۹۹۳ء

تصرّف

انبیائے کرام علیہم السلام اور اولیائے عظام علیہم الرحمتہ و الرضوان کو خدائے تعالیٰ عالم میں تصرف کرنے کا اختیار دیتا ہے یانہیں؟ اس کے بارے میں سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام، محدثین عظام، فقہائے اسلام اور بزرگان دین کے عقیدے ملاحظہ ہوں۔

انبیائے کرام کے عقیدے

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عقیدہ

(وصال اقدس ۱۱ھ مطابق ۶۳۲ء)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا:

اَھْلُ مَکَّۃَ سَأَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّرِیَھُمْ اٰیَۃً فَاَرَاھُمُ الْقَمَرَ شِقَّتَیْنِ حَتّٰی رَاَوْا حِرَاءً بَیْنَھُمَا

مکہ والوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ کوئی معجزہ دکھائیں۔ تو سرکار اقدس نے چاند کے دو ٹکڑے فرما کر انہیں دکھا دیا۔ یہاں تک کہ مکہ والوں نے حراء پہاڑ کو چاند کے دو ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔ (بخاری شریف ج ا ص ۵۴۶)

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا:

اِنْشَقَّ الْقَمَرُ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِرْقَتَیْنِ مبارکہ میں چاند دوٹکڑے ہو گیا ایک ٹکڑا فِرْقَۃً فَوْقَ الْجَبَلِ وَفِرْقَۃً دُوْنَہٗ پہاڑ کے اوپر تھا اور دوسرا ٹکڑا اس کے نیچے۔(بخاری شریف ج۲ص۷۲۱)

اور حضرت علامہ جامی علیہ الرحمتہ و الرضوان اپنی مشہور کتاب یوسف زُلیخا میں تحریر فرماتے ہیں۔

دونوں شد دور میم از حلقۂ ماہ چہل راساخت شصت اود و پنجاہ

چاند کے گھیرا کی میم کا دائرہ دونون ہو گیا چالیس کو انکے ساٹھ نے دو پچاس بنا دیا

یعنی لفظ ماہ کے شروع میں جو حرف میم ہے اس کے عدد ہیں چالیس اور سبابہ جس کے معنی ہیں انگشت شہادت'اس کا پہلا حرف سین ہے جس کے عدد ہیں ساٹھ'اور نون کے عدد ہیں پچاس'شعر کا خلاصہ یہ ہوا کہ مختار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انگشت شہادت کے اشارہ سے چاند کی گولائی کو جو میم کے دائرہ کی طرح ہے دوٹکڑے فرما کر دو نون کی شکل میں کر دیا۔

اور ڈاکٹر اقبال لکھتے ہیں:

پنجہ او پنجہ حق می شود ماہ از انگشت اوشق می شود

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پنجہ خدائے تعالیٰ کا پنجہ ہو گیا کہ چاندان کی انگلی مبارک سے دوٹکڑے ہو گیا۔

اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ عقیدہ تھا کہ خدائے تعالیٰ نے مجھے چاند پر تصرف کی قوت بخشی ہے۔اسی لئے آپ نے اسے انگلی سے اشارہ فرما کر دوٹکڑے کر دیا۔اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایسا عقیدہ نہ ہوتا تو اشارہ کرنا تو بہت بڑی بات ہے۔آپ ایک لمحہ کے لئے اسے سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ جیسے ایک آدمی جب پہاڑ کی بہت بڑی چٹان کو دیکھتا ہے تو اسے اپنے ہاتھوں سے اٹھانے کو ایک لمحہ کے لئے بھی نہیں سوچتا مگر وہی شخص جب چٹان کا چھوٹا ٹکڑا دیکھتا ہے اور جانتا ہے کہ میں پتھر کے اس ٹکڑے کو اٹھا سکتا ہوں تو وہ اس کی جانب متوجہ ہوتا ہے

اوراس کے اٹھانے کی کوشش کرتا ہے پھر جب وہ پتھر کے اس ٹکڑے کو اٹھا لیتا ہے تو واضح طور پر یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ خدائے تعالیٰ نے اس پتھر کے اٹھانے کی قوت اس کو عطا فرمائی ہے۔

اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ

اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِاِنَاءٍ وَھُوَ بِالزَّوْرَاءِ فَوَضَعَ یَدَہٗ فِی الْاِنَاءِ فَجَعَلَ الْمَاءُ یَنْبَعُ مِنْ بَیْنِ اَصَابِعِہٖ فَتَوَضَّأَ الْقَوْمُ قَالَ قَتَادَۃُ قُلْتُ لِاَنَسٍ کَمْ کُنْتُمْ قَالَ ثَلٰثَ مِائَۃٍ اَوْزُھَاءَ ثَلٰثِ مِائَۃٍ

(بخاری ج ۱ ص ۵۰۴)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پانی کا ایک برتن پیش کیا گیا اور آپ زوراء کے مقام پر تھے آپ نے برتن کے اندر اپنا دست مبارک رکھ دیا تو آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی کے چشمے پھوٹ پڑے اور سب لوگوں نے وضو کر لیا۔ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ لوگ کتنے تھے؟ جواب دیا تین سو یا تین سو کے لگ بھگ۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ

کُنَّا نَعُدُّ الْاٰیَاتِ بَرَکَۃً وَاَنْتُمْ تَعُدُّوْنَھَا تَخْوِیْفًا کُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ فِیْ سَفَرٍ فَقَلَّ الْمَاءُ فَقَالَ اُطْلُبُوْا فَضْلَۃً مِنْ مَّاءٍ فَجَاءُوْا بِاِنَاءٍ فِیْہِ مَاءٌ قَلِیْلٌ فَاَدْخَلَ یَدَہٗ فِی الْاِنَاءِ ثُمَّ قَالَ حَیَّ عَلَی الطَّھُوْرِ الْمُبَارَکِ وَالْبَرَکَۃُ مِنَ اللّٰہِ فَلَقَدْ رَاَیْتُ الْمَاءَ یَنْبَعُ مِنْ بَیْنِ اَصَابِعِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

ہم تو معجزات کو باعث برکت سمجھتے تھے اور تم ان کو تخویف کا باعث سمجھتے ہو۔ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے پانی کم ہو گیا تو حضور نے فرمایا کہ تھوڑا سا بچا ہوا پانی تلاش کر لاؤ تو لوگ ایک برتن لائے جس میں تھوڑا سا پانی موجود تھا حضور نے اپنا مقدس ہاتھ برتن میں ڈال دیا اور اس کے بعد فرمایا برکت

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمْ۔

(بخاری شریف ج ا ص ۵۰۵)

والے پانی کے پاس آؤ اور برکت خدائے تعالیٰ کی طرف سے ہے پس میں نے قطعی طور پر دیکھا کہ حضور کی مقدس انگلیوں کی گھائیوں سے پانی اُبل رہا تھا۔

اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ

عَطِشَ النَّاسُ یَوْمَ الْحُدَیْبِیَّةِ وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمْ بَیْنَ یَدَیْہِ رَکْوَۃٌ فَتَوَضَّأَ فَجَھِشَ النَّاسُ نَحْوَہٗ قَالَ مَالَکُمْ قَالُوْا لَیْسَ عِنْدَنَا مَاءٌ نَتَوَضَّأُ وَلَا نَشْرَبُ اِلَّامَا بَیْنَ یَدَیْكَ فَوَضَعَ یَدَہٗ فِی الرَّکْوَۃِ فَجَعَلَ الْمَاءُ یَثُوْرُ بَیْنَ اَصَابِعِہٖ کَاَمْثَالِ الْعُیُوْنِ فَشَرِبْنَا وَتَوَضَّأْنَا قُلْتُ کَمْ کُنْتُمْ قَالَ لَوْکُنَّا مِائَۃَ اَلْفٍ لَکَفَانَا کُنَّا خَمْسَ عَشْرَۃَ مِائَۃً۔

(بخاری شریف ج ا ص ۵۰۵)

صلح حدیبیہ کے دن لوگ پیاسے تھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ایک پیالہ تھا جس سے آپ نے وضو فرمایا تو لوگ آپ کی جانب دوڑے حضور نے فرمایا کیا بات ہے؟ لوگوں نے عرض کیا ہمارے پاس وضو کرنے اور پینے کے لئے پانی نہیں ہے مگر یہی جو آپ کے سامنے ہے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک اسی پیالہ میں رکھ دیا تو آپ کی انگلیوں کے درمیان سے چشموں کی طرح پانی ابلنے لگا حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ہم تمام لوگوں نے پانی پیا اور وُضو کیا حضرت سالم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا آپ حضرات کتنی تعداد میں تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تب بھی وہ پانی کافی

ہوتا اس وقت تو ہماری تعداد پندرہ سو تھی۔

ان احادیث کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ عقیدہ تھا کہ خدائے تعالیٰ نے مجھے انگلیوں کی گھائیوں سے دریا بہانے کی طاقت وقوت بخشی ہے۔

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیا پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

(حدائق بخشش)

اور حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کل میں یہ جھنڈا ضرور اس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا۔ لوگ تمام رات اس حسرت میں رہے کہ دیکھئے صبح کس خوش نصیب کو جھنڈا عطا فرمایا جائے گا۔ جب صبح ہوئی تو ہر ایک یہ تمنا لئے ہوئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا کہ جھنڈا اُسے مرحمت ہو۔ آپ نے فرمایا:

اَیْنَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ فَقَالُوْا یَشْتَکِیْ عَیْنَیْہِ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ فَاَرْسِلُوْا اِلَیْہِ فَاْتُوْنِیْ بِہٖ فَلَمَّا جَاءَ بَصَقَ فِیْ عَیْنَیْہِ وَدَعَا لَہٗ فَبَرَاً حَتّٰی کَانَ لَمْ یَکُنْ بِہٖ وَجْعٌ۔

(بخاری شریف ج ا ص ۵۲۵)

علی بن ابو طالب کہاں ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا: یا رسول اللہ! ان کی آنکھیں دکھتی ہیں۔ فرمایا انہیں بلا کر لاؤ۔ پس انہیں آپ کی خدمت میں لایا گیا تو آپ نے ان کی آنکھوں میں لعابِ دہن لگا دیا اور ان کے لئے دعا فرمائی پس وہ اس طرح تندرست ہو گئے جیسے انہیں کوئی تکلیف ہی نہیں ہوئی تھی۔

اور حضرت عتبہ بن فرقد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی حضرت اُمِ عاصم فرماتی ہیں کہ عتبہ کے یہاں ہم چار عورتیں تھیں۔ ہم میں سے ہر ایک عتبہ کی خاطر ایک دوسری سے

زیادہ خوشبودار رہنے کی کوشش کرتی۔ پھر بھی جو خوشبو عتبہ کے جسم سے آتی وہ ہماری خوشبو سے بہت زیادہ اچھی ہوتی۔

وَكَانَ اِذَا خَرَجَ اِلَى النَّاسِ قَالُوْا مَاشَمِمْنَا رِيْحاً اَطْيَبَ مِنْ رِيْحِ عُتْبَةَ فَقُلْنَا لَهُ فِيْ ذٰلِكَ قَالَ اَخَذَنِى الشَّرٰى عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَكَوْتُ ذٰلِكَ اِلَيْهِ فَاَمَرَنِىْ اَنْ اَتَجَرَّدَ فَتَجَرَّدْتُّ عَنْ ثَوْبِىْ وَقَعَدْتُّ بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَلْقَيْتُ ثَوْبِىْ عَلٰى فَرْجِىْ فَنَفَثَ فِىْ يَدِهٖ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهٗ عَلٰى ظَهْرِىْ وَبَطْنِىْ فَعَبَقَ بِىْ هٰذَا الطِّيْبُ مِنْ يَوْمَئِذٍ۔

(خصائص کبریٰ ج۲ص۸۴)

اور جب وہ لوگوں کے پاس جاتا تو لوگ کہتے ہم نے کوئی ایسی خوشبو نہیں سونگھی جو عتبہ کی خوشبو سے اچھی ہو۔ ایک دن ہم نے اس کے بارے میں اس سے پوچھا تو اس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ظاہری زمانہ مبارکہ میں میرے بدن میں پھنسیاں نکل آئیں تو میں نے حضور کی خدمت میں اس بیماری کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا کپڑے اتار دے میں نے کپڑے اتار دیئے اور اپنا ستر چھپا کر آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے اپنا لعاب دہن اپنے مبارک ہاتھ پر ڈال کر میرے پیٹ اور پیٹھ پر مل دیا تو میری بیماری دور ہوگئی اور اسی دن سے مجھ میں یہ خوشبو پیدا ہوگئی

اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ابو رافع یہودی کو (جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بہت بڑا دشمن تھا) قتل کرنے کے بعد اس کے اونچے مکان سے اترنے لگے تو زینے سے گر گئے اور ان کی پنڈلی ٹوٹ گئی انہوں نے اسی وقت گرم گرم اپنے عمامہ سے باندھ لی اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا سارا ماجرہ بیان کیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اُبْسُطْ رِجْلَکَ فَبَسَطْتُّ رِجْلِیْ فَمَسَحَهَا فَکَاَنَّمَا لَمْ اَشْتَکِهَا قَطُّ (بخاری شریف ج ۲ ص ۵۷۷)

اپنا پاؤں پھیلاؤ میں نے پھیلا دیا تو حضور نے جب اس پر اپنا دست کرم پھیر دیا تو ایسا ہو گیا جیسے اس میں سرے سے کوئی تکلیف ہوئی ہی نہ تھی۔

ان واقعات سے حضور سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ خدائے تعالیٰ نے مجھے تصرف کی وہ قوت مرحمت فرمائی ہے کہ میں اپنے لعاب دہن سے بیماریاں دور کر دیتا ہوں بلکہ چاہتا ہوں تو مریض کے جسم کو اسی لعاب دہن سے ہمیشہ کے لئے بہترین خوشبودار بنا دیتا ہوں اور پلاسٹر کے بغیر صرف اپنا ہاتھ پھیر کر فوراً ٹوٹی ہوئی ہڈی صحیح کر دیتا ہوں اور بحمدہ تعالیٰ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں ہم لوگوں کا بھی یہی عقیدہ ہے۔

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا۔

یَا عَائِشَةُ لَوْ شِئْتُ لَسَارَتْ مَعِیْ جِبَالُ الذَّهَبِ –

اے عائشہ! اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۲۱)

اور حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا:

اُهْدِیَتْ لَنَا شَاةٌ فَجَعَلَهَا فِی الْقِدْرِ فَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمْ فَقَالَ مَا هٰذَا یَا اَبَا رَافِعٍ فَقَالَ شَاةٌ اُهْدِیَتْ لَنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَطَبَخْتُهَا فِی الْقِدْرِ قَالَ نَاوِلْنِی الذِّرَاعَ یَا اَبَارَافِعٍ فَنَاوَلْتُهُ الذِّرَاعَ

میرے پاس بکری ہدیۃً بھیجی گئی۔ اسے ہانڈی میں ڈالا پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے۔ فرمایا ابو رافع! یہ کیا ہے؟ عرض کیا یہ بکری ہے جو ہمیں ہدیۃً ملی۔ پھر ہم نے اسے ہانڈی میں پکا لیا۔ حضور نے فرمایا اے ابو رافع! ہم کو ایک دست دو۔ میں

ثُمَّ قَالَ نَاوِلْنِیْ الذِّرَاعَ الْاٰخَرَ فَنَاوَلْتُهُ الذِّرَاعَ الْاٰخَرَ ثُمَّ قَالَ نَاوِلْنِی الذِّرَاعَ الْاٰخَرَ فَقَالَ لَهٗ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّمَا لِلشَّاۃِ ذِرَاعَانِ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَا اَنَّكَ لَوْسَكَتَّ لَنَا وَلْتَنِیْ ذِرَاعاً فَذِرَاعًا مَّا سَكَتَّ۔

نے دست پیش کر دیا۔ پھر فرمایا کہ دوسرا دست بھی دو۔ میں نے دوسرا دست بھی پیش کر دیا۔ پھر فرمایا اے ابو رافع! اور دست لاؤ عرض کیا یا رسول اللہ! بکری کے دو ہی دست ہوتے ہیں تب ان سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم چپ رہتے تو ہم کو دست پر دست دیتے رہتے جب تک کہ چپ رہتے۔

(احمد، دارمی مشکوٰۃ ص ۴۱)

اور حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسی قسم کا ایک دوسرا واقعہ مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ حج سے فارغ ہو کر جب مقام رَوحاء میں پہنچے تو ایک عورت نے بھنی ہوئی بکری پیش کی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق ہم نے ایک کے بعد دوسرے دست کو پیش کیا۔ پھر جب آپ نے فرمایا کہ اور دست لاؤ۔ تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! دست تو دو ہی ہوتے ہیں جو میں آپ کو پیش کر چکا ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْسَكَتَّ مَا زِلْتَ تُنَاوِلُنِیْ ذِرَاعاً مَّا قُلْتُ لَكَ نَاوِلْنِیْ ذِرَاعاً۔

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر تم چپ رہتے تو جب تک میں دست مانگتا تم دیتے رہتے۔ (ابویعلیٰ، بیہقی، خصائص کبریٰ ص ۳۶)

ان احادیث کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ عقیدہ تھا کہ خدائے تعالیٰ نے مجھے ایسے بلند مرتبہ سے سرفراز فرمایا ہے کہ اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں اور ایک بکری میں اگرچہ دو ہی دست ہوتے ہیں لیکن

میں طلب کرتا رہوں اور پیش کرنے والا دینے کا قصد کرتا رہے تو ایک ہی بکری کے گوشت سے ہزاروں دست نمودار ہوتے رہیں گے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ فَقَامَ الْاَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ فَقَالَ اَفِيْ كُلِّ عَامٍ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لَوْقُلْتُهَا نَعَمْ لَوَجَبَتْ وَلَوْوَجَبَتْ لَمْ تَعْمَلُوْا بِهَا وَلَمْ تَسْتَطِيْعُوْا۔

اے لوگو! خدا نے تم پر حج فرض کیا ہے اقرع بن حابس نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ! کیا ہر سال حج فرض ہے؟ فرمایا اگر میں ہاں کہہ دوں تو ہر سال حج فرض ہو جائے اور اگر ہر سال فرض ہو جائے تو تم اسے ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتے (احمد، نسائی، دارمی، مشکوٰۃ ص۲۲۲)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ میں ہلاک ہو گیا۔ حضور نے پوچھا کیا ہوا؟ اس نے بتایا کہ میں روزہ کی حالت میں اپنی بیوی سے ہم بستری کر بیٹھا۔ آپ نے پوچھا تمہارے پاس کوئی غلام ہے جسے تم آزاد کر سکو۔ عرض کیا نہیں۔ فرمایا دو مہینے لگا تار روزے رکھ سکتے ہو؟ کہا نہیں۔ فرمایا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ بولا نہیں آپ نے کچھ دیر توقف فرمایا: ہم بھی خاموش رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ایک ٹوکرا کھجوروں کا لایا گیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سائل کہاں ہے؟ اس نے عرض کیا: میں حاضر ہوں۔ فرمایا: اسے لے جاؤ اور بانٹ دو۔ اس نے پوچھا:

اَعَلٰى اَفْقَرَ مِنِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَبِاللّٰهِ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا يُرِيْدُ الْحَرَّتَيْنِ اَهْلُ

یا رسول اللہ! کیا میں اسے دوں جو مجھ سے زیادہ محتاج ہو قسم خدا کی مدینہ کے دونوں

بَيْتٍ اَفْقَرَ مِنْ اَهْلِ بَيْتِيْ فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّم حَتّٰى بَدَتْ اَنْيَابُهٗ ثُمَّ قَالَ اَطْعِمْهُ اَهْلَكَ۔

(بخاری شریف ج ۱ ص ۲۶۰)

سنگلاخ میدانوں کے درمیان میرے اہل و عیال سے بڑھ کر کوئی محتاج نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہنس دیئے یہاں تک کہ سامنے کے دونوں دانت دکھائی دیئے۔ پھر فرمایا: جاؤ اپنے گھر والوں کو کھلا دو۔

اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے خالو حضرت ابو بردہ نے نماز عید سے پہلے قربانی کر لی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

شَاتُكَ شَاةُ لَحْمٍ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ عِنْدِيْ دَاجِنًا جَذْعَةً مِّنَ الْبَقَرِ قَالَ اِذْبَحْهَا وَلَنْ تَصْلُحَ لِغَيْرِكَ۔

(بخاری ج ۲ ص ۸۳۴)

تمہاری وہ بکری گوشت کے لئے ہوئی انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے پاس کوئی ایک موٹا تازہ چھ ماہ کا بکری کا بچہ ہے۔ فرمایا: اسی کو ذبح کر دو اور تمہارے سوا کسی کے لئے ایسا کرنا درست نہ ہوگا۔

اور حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے گھوڑا خریدا۔ پھر اعرابی نے گھوڑا کے فروخت کر دیئے جانے سے انکار کر دیا تو حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور انہوں نے کہا اے اعرابی! میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے گھوڑا بیچ دیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے خزیمہ! تم کیسے گواہی دیتے ہو (جب کہ خریداری کے وقت میں تم موجود نہیں تھے) تو حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

اَنَا اُصَدِّقُكَ عَلٰى خَبَرِ السَّمَاءِ اَلَا ع اُصَدِّقُكَ عَلٰى ذَا الْاَعْرَابِيِّ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهَادَتَهٗ بِشَهَادَةِ رَجُلَيْنِ فَلَمْ يَكُنْ

میں حضور کی تصدیق آسمانی خبروں پر کرتا ہوں۔ تو اس اعرابی پر تصدیق کیوں نہ کروں۔ تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی گواہی کو دو مردوں کی گواہی کے

فِی الْاِسْلَامِ رَجُلٌ تَجُوْزُ شَهَادَتُهٗ بِشَهَادَةِ رَجُلَیْنِ غَیْرُ خُزَیْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ ۔(خصائص کبریٰ ج۲ص۲۶۳)

برابر کر دیا اور حضرت خزیمہ کے علاوہ اسلام میں کسی مرد کے لئے جائز نہ ہوا کہ اس کی گواہی دو مردوں کی گواہی قرار دی گئی ہو۔

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ عقیدہ تھا کہ خدائے تعالیٰ نے مجھے احکامِ شرعیہ پر بھی اختیارِ کلی عطا فرمایا ہے۔

مصطفیٰ آئینہ روئے خداست
منعکس دروے ہمہ خوئے خداست (ڈاکٹر اقبال)

حضرت عیسیٰ روح اللہ کا عقیدہ

(علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام)

سورۂ آل عمران میں ہے کہ آپ نے بنی اسرائیل سے فرمایا:

اَنِّیْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْئَةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًاۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰهِ ۔ (پ۳ ع۱۳)

میں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی سی صورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرند ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے اور میں شفا دیتا ہوں مادرزاد اندھے اور سفید داغ والے کو اور مردے کو زندہ کرتا ہوں اللہ کے حکم سے۔

اس آیت کریمہ سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ تھا کہ مٹی کی چڑیا بنا کر اسے زندگی بخش دینے، مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دینے اور مردہ کو زندہ کر دینے کا خدائے تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے۔ چنانچہ بنی اسرائیل کی درخواست پر آپ نے مٹی سے چمگاوڑ کی صورت بنائی پھر اس میں پھونک ماری تو وہ اڑنے لگی اور کئی مردوں کو آپ نے زندہ فرمایا اور بے شمار مادر زاد اندھے اور کوڑھیوں کو آپ نے شفا بخشی۔

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عقیدے

حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا عقیدہ

(وصال اقدس ۲۳ھ)

آپ کا نام نامی عمر ہے۔ کنیت ابوحفص اور لقب فاروقِ اعظم ہے۔ آپ کے والد کا نام خطاب اور ماں کا نام عنتمہ ہے جو ہشام بن مغیرہ کی بیٹی یعنی ابوجہل کی بہن ہیں۔ آٹھویں پشت میں آپ کا شجرۂ نسب سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاندانی شجرہ سے ملتا ہے۔ آپ واقعہ فیل کے تیرہ سال بعد پیدا ہوئے اور اعلان نبوت کے چھٹے سال ستائیس برس کی عمر میں اسلام سے مشرف ہوئے۔ آپ نے اس وقت اسلام قبول فرمایا جب کہ چالیس مرد اور گیارہ عورتیں ایمان لا چکی تھیں اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ آپ نے انتالیس مرد اور تئیس عورتوں کے بعد اسلام قبول کیا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام ابولولوہ فیروز مجوسی نے ۲۶ ذوالحجہ ۲۳ھ بدھ کے دن آپ پر قاتلانہ حملہ کیا۔ زخمی ہونے کے تین دن بعد دس برس چھ ماہ چار دن امور خلافت کو انجام دے کر ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔

حضرت ابوالشیخ کتاب العصمۃ میں حضرت قیس بن حجاج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں مصر کو فتح کیا تو اہل عجم ایک مقررہ دن پر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور کہا یٰاَیُّهَا الْاَمِیْرُ اِنَّ لِنِیْلِنَا هٰذَا سُنَّةً لاَ یَجْرِیْ اِلَّا بِهَا۔ یعنی اے حاکم! ہمارے اس دریائے نیل کے لئے ایک پرانا طریقہ چلا آ رہا ہے کہ جس کے بغیر وہ جاری نہیں رہتا ہے بلکہ خشک ہو جاتا ہے اور ہماری کھیتی کا

دارومدار اِسی دریائے نیل کے پانی ہی پر ہے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں سے دریافت فرمایا کہ دریائے نیل کے جاری رہنے کا وہ پرانا طریقہ کیا ہے؟ ان لوگوں نے کہا کہ جب اس مہینہ کے چاند کی گیارہویں تاریخ آتی ہے تو ہم لوگ ایک کنواری جوان لڑکی کو منتخب کر کے اس کے ماں باپ کو راضی کرتے ہیں پھر اسے بہترین قسم کے زیورات اور کپڑے پہناتے ہیں اس کے بعد لڑکی کو دریائے نیل میں ڈال دیتے ہیں۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اِنَّ هٰذَا لَا یَکُوْنُ اَبَدًا فِی الْاِسْلَامِ یعنی اسلام میں ایسا کبھی نہیں ہو سکتا ہے۔ یہ تمام باتیں لغو اور بے سروپا ہیں اسلام اس قسم کی تمام باتوں کو مٹانے آیا ہے وہ لڑکی کو دریائے نیل میں ڈالنے کی اجازت ہرگز نہیں دے سکتا۔ آپ کے اس جواب کے بعد وہ لوگ واپس چلے گئے۔ کچھ دنوں کے بعد واقعی دریائے نیل بالکل خشک ہو گیا یہاں تک کہ بہت سے لوگ وطن چھوڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ معاملہ دیکھا تو ایک خط لکھ کر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سارے حالات سے مطلع کیا۔ آپ نے خط پڑھنے کے بعد حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تحریر فرمایا کہ تم نے مصریوں کو بہت عمدہ جواب دیا۔ بے شک اسلام اس قسم کی تمام لغو اور بیہودہ باتوں کو مٹانے آیا ہے میں اس خط کے ہمراہ ایک رقعہ روانہ کر رہا ہوں تو اس کو دریائے نیل میں ڈال دینا۔

جب وہ رقعہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچا تو آپ نے اسے کھول کر پڑھا اس میں لکھا ہوا تھا کہ مِنْ عَبْدِ اللہِ عُمَرَ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِلٰی نِیْلِ مِصْرَ .

اَمَّا بَعْدُ فَاِنْ کُنْتَ تَجْرِیْ مِنْ قِبَلِكَ فَلَا تَجْرِ وَاِنْ کَانَ اللہُ یُجْرِیْكَ فَاَسْأَلُ اللہَ الْوَاحِدَ الْقَھَّارَ اَنْ یُّجْرِیَكَ۔ یعنی اللہ کے بندے عمر امیر المومنین کی طرف سے مصر کے دریائے نیل کو معلوم ہو کہ اگر تو بذات خود جاری ہوتا ہے تو مت جاری ہو اور اگر

خدائے (عزوجل) تجھ کو جاری فرماتا ہے تو میں اللہ واحد قہار سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تجھے جاری فرمادے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ نے امیرالمومنین حضرت عمرفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اس رقعہ کو رات کے وقت دریائے نیل میں ڈال دیا۔ مصر والے جب صبح کو نیند سے بیدار ہوئے تو دیکھا کہ اللہ تبارک و تعالٰی نے اس کو اس طرح جاری فرما دیا ہے کہ سولہ ہاتھ پانی اوپر چڑھا ہوا ہے۔ پھر دریائے نیل اس طرح کبھی نہیں سوکھا اور مصر والوں کی یہ جاہلانہ رسم ہمیشہ کے لئے ختم ہوگئی۔ (تاریخ الخلفاء ص ۸۷)

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے دریائے نیل کو خط لکھ کر اپنا یہ عقیدہ ظاہر کر دیا کہ خدائے تعالٰی نے مجھے بحر و بر دونوں پر حکومت عطا فرمائی ہے۔

اور حضرت خواجہ امیر خورد کرمانی نظامی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ مدینہ منورہ کے نواح میں اینٹیں بنا رہے تھے سورج کی تیز شعاعیں آپ کی پشت مبارک پر پڑ رہی تھیں۔ سورج کی گرمی نے آپ پر اثر کیا۔ آپ نے نہایت خشمگیں ہوکر سورج کی طرف دیکھا جس سے سورج کی تابانی جاتی رہی۔ دنیا تاریک ہوگئی سارے مدینہ میں شور مچ گیا کہ قیامت آ گئی۔ پھر آپ نے نگاہ لطف و کرم سے سورج کی طرف دیکھا اللہ تعالٰی نے سورج کی روشنی اسے لوٹا دی۔

(سیر الاولیاء ص ۵۴)

اور مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے زمانہ خلافت میں زلزلہ آیا۔ جس کی وجہ سے زمین بار بار دہلتی تھی۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اللہ جل شانہ کی حمد و ثناء بیان کی اور زمین پر کوڑا مار کر فرمایا کہ ٹھہر جا۔ کیا میں نے تجھ پر عدل نہیں کیا ہے۔ یہ فرمانا تھا کہ زمین ٹھہر گئی اور زلزلہ فوراً بند ہوگیا۔

(جامع کرامات اولیاء ص ۱۵۴ برکات الصالحین حصہ اول ص ۴۰)

اور حضرت علامہ نبہانی رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ امام رازی نے اپنی

شہرۂ آفاق تفسیر میں سورۂ کہف کی شرح میں لکھا ہے کہ مدینہ طیبہ میں کسی گھر کو آگ لگ گئی۔ جنابِ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک چیتھڑے پر لکھا اے آگ! حکم خداوندی سے تھم جا۔ لوگوں نے وہ چیتھڑا آگ میں ڈال دیا تو آگ فوراً بجھ گئی۔

(جامع کرامات اولیاء ص ۴۵۳)

ان واقعات سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ خدائے تعالیٰ نے مجھے کائناتِ عالم میں تصرف کی بے پناہ قوت عطا فرمائی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا عقیدہ

(وصال ۹۱ ھ)

آپ مالک بن نضر کے بیٹے ہیں۔ کنیت ابوحمزہ ہے۔ قبیلۂ خزرج سے تعلق رکھتے ہیں اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاص خادم ہیں۔ آپ کی والدہ کا نام اُمِ سلیم بنت ملحان ہے۔ جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو اس وقت آپ کی عمر دس سال تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانۂ خلافت میں بصرہ منتقل ہو گئے تا کہ وہاں کے لوگوں کو دین کی باتیں سکھائیں۔ بصرہ کے صحابہ میں سب سے آخر میں آپ کا وصال ہوا آپ کی عمر ایک سو تین سال ہوئی۔ علامہ ابن عبدالبر کہتے ہیں صحیح یہ ہے کہ ان کی سو (۱۰۰) اولاد ہوئی اور بعض لوگوں نے کہا کہ اسی (۸۰)۔ جن میں اٹھہتر لڑکے اور دو لڑکیاں (خطیب تبریزی)

آپ تحریر فرماتے ہیں۔

رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَحَانَتْ صَلَاۃَ الْعَصْرِ فَالْتَمَسَ النَّاسُ الْوَضُوْءَ فَلَمْ یَجِدُوْہُ فَاُتِیَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَی اللّٰہُ تَعَالٰی

میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ عصر کی نماز کا وقت ہو گیا تھا اور لوگوں کو وُضو کے لئے پانی کی ضرورت تھی مگر انہیں ملتا نہیں تھا۔ تو رسول

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَضُوْءٍ فَوَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ ذٰلِكَ الْاِنَاءِ يَدَهُ فَاَمَرَ النَّاسَ اَنْ يَّتَوَضَّئُوْا مِنْهُ فَرَاَيْتُ الْمَاءَ يَنْبَعُ مِنْ تَحْتِ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ فَتَوَضَّأَ النَّاسُ حَتّٰى تَوَضَّئُوْا مِنْ عِنْدِ اٰخِرِهِمْ ۔

(بخاری شریف ج ۱ ص ۵۰۴)

اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں وُضو کے لئے پانی پیش کیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس برتن میں اپنا مبارک ہاتھ رکھتے ہوئے لوگوں کو حکم دیا کہ اس پانی سے وُضو کرو میں نے دیکھا کہ آپ کی مبارک انگلیوں کے نیچے سے پانی ابل رہا تھا۔ لوگوں نے وُضو کرنا شروع کیا یہاں تک کہ سب نے وُضو کر لئے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فرماتے ہیں۔

حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَقَامَ مَنْ كَانَ قَرِيْبَ الدَّارِ مِنَ الْمَسْجِدِ يَتَوَضَّاءُ وَبَقِيَ قَوْمٌ فَاُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِخْضَبٍ مِّنْ حِجَارَةٍ فِيْهِ مَاءٌ فَوَضَعَ كَفَّهٗ فَصَغُرَ الْمِخْضَبُ اَنْ يَّبْسُطَ فِيْهِ كَفَّهٗ فَضَمَّ اَصَابِعَهٗ فَوَضَعَهَا فِي الْمِخْضَبِ فَتَوَضَّأَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا قُلْتُ كَمْ كَانُوْا قَالَ ثَمَانُوْنَ رَجُلًا ۔

(بخاری شریف ج ۱ ص ۵۰۵)

نماز کا وقت ہو گیا تو جن لوگوں کے گھر مسجد کے قریب تھے وہ وُضو کرنے چلے گئے اور بہت سے لوگ رہ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پتھر کا ایک برتن حاضر کیا گیا جس کے اندر پانی تھا۔ آپ نے اپنا مقدس ہاتھ پانی میں ڈال دیا۔ لیکن برتن چھوٹا ہونے کے سبب ہاتھ نہیں کھلتا تھا تو انگلیوں کو ملا کر برتن میں ڈالا تو سب لوگوں نے وُضو کر لیا۔ حضرت حمید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس سے پوچھا وہ لوگ کتنے تھے؟ فرمایا اسی آدمی تھے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان واقعات کو بیان فرما کر اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ رسول اکرم مختار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خدائے تعالیٰ نے تصرف کی وہ قوت

بخشی تھی کہ آپ جب چاہتے اپنی انگلیوں کی گھائیوں سے دریا بہا دیتے۔

نور کے چشمے لہرائیں دریا بہیں

انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام

(حدائق بخشش)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا عقیدہ

(وصال ۵۹ھ)

آپ کے نام میں اختلاف ہے۔ زیادہ مشہور عبدالرحمٰن ہے۔ عبداللہ بھی کہا گیا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں آپ کا نام عبدالشمس یا عبد عمرو تھا۔ چھوٹی سی بلی پالنے کے سبب ابو ہریرہ کنیت کو آپ کے نام سے زیادہ شہرت حاصل ہوگئی اور کنیت کا استعمال نام پر غالب آ گیا۔ آپ بلاددوس سے ہیں۔ فتح خیبر کے سال جو ہجرت کا ساتواں سال ہے اسلام لائے اور سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہیں کے ہو کر رہ گئے آپ نے پوری استقامت کے ساتھ علم دین حاصل کیا اور قناعت و کم کھانے کا طریقۂ اختیار فرمایا۔ صحابہ کرام میں سب سے بڑے حافظ تھے۔ قوت حافظہ، متانت، مستقل مزاجی، ذکاوت اور ضبط علم کی صفت میں اپنی مثال آپ تھے۔ روزہ دار، شب بیدار اور ذکر و تسبیح و تہلیل والے تھے۔ (اشعۃ اللمعات)

آپ نے فرمایا قسم ہے اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں بھوک میں روئے زمین پر اپنے جگر پر اعتماد کرتا تھا اور میں بھوک سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھا کرتا تھا۔ ایک دن میں عام راستہ پر بیٹھا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس راستے سے گزرا ہوا۔ میں نے ان سے قرآن مجید کی ایک آیت کریمہ کے متعلق پوچھا اور میں نے ان سے صرف اس لئے پوچھا تا کہ وہ مجھے اپنے ساتھ لے جائیں (اور کچھ کھلائیں) مگر وہ چلے گئے تھوڑی دیر بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے پاس سے گزرے میں نے ان سے قرآن مجید کی ایک آیت کے متعلق پوچھا اور ان سے بھی

میں نے اسی لئے پوچھا تھا کہ وہ مجھے اپنے ہمراہ لے جائیں مگر وہ بھی چلے گئے اور مجھے اپنے ساتھ نہیں لے گئے۔

پھر ابوالقاسم حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ نے مجھے دیکھا اور میرے دل کی کیفیت جان کر مسکرائے۔ اس کے بعد فرمایا اے ابوہریرہ! میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ! فرمایا میرے ساتھ چلو اور آپ تشریف لے چلے تو پیچھے پیچھے میں بھی چلنے لگا۔ جب آپ کا شانۂ نبوت میں داخل ہوئے تو میں نے بھی اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے مجھے اجازت دے دی اور میں بھی اندر داخل ہو گیا۔ میں نے وہاں دودھ کا ایک پیالہ دیکھا۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا یہ دودھ کہاں سے آیا ہے؟ جواب دیا گیا کہ فلاں نے آپ کو ہدیہ بھیجا ہے۔ حضور نے فرمایا اے ابوہریرہ! میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! فرمایا جاؤ اصحاب صفہ کو میرے پاس بلا لاؤ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اصحاب صفہ اسلام کے مہمان تھے نہ تو ان کے پاس گھر تھا اور نہ مال و دولت۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس کچھ صدقہ آتا تو آپ اسے ان کے پاس بھیج دیتے اور خود اس میں سے کچھ نہ لیتے۔ اور جب آپ کے پاس کوئی ہدیہ بھیجتا تو آپ اسے قبول فرما لیتے اور اصحاب صفہ کو بھی اس میں شریک کر لیا کرتے —— حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ بات مجھ پر گراں گزری اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ اصحابِ صفہ کے لئے صرف ایک پیالہ دودھ کا کیا کام دے گا؟ اور میں چاہتا تھا کہ پورا دودھ مجھے ہی مل جاتا۔ تا کہ اسے پینے کے بعد میرے اندر کچھ طاقت پیدا ہو جاتی اور چونکہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قاصد ہوں۔ لہٰذا جب وہ لوگ آئیں گے (جن کی تعداد ستر ہے) تو حضور مجھے حکم دیں گے کہ یہ پیالہ انہیں دے دوں تو پھر شاید ہی مجھے اس دودھ کا کچھ حصہ مل سکے —— لیکن اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کے سوا میرے لئے کوئی

چارہ کار نہ تھا تو مجھے اصحاب صفہ کے پاس آنا پڑا اور جب وہ لوگ آ گئے اور سب اپنی اپنی جگہ پر گھر میں بیٹھ گئے۔ تو حضور نے فرمایا اے ابوہریرہ! میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ! فرمایا:

خُذْ فَاَعْطِهِمْ فَاَخَذْتُ الْقَدْحَ فَجَعَلْتُ اَعْطِيْهِ الرَّجُلَ فَيَشْرَبُ حَتّٰى يَرْوٰى ثُمَّ يُرَدُّ عَلَيَّ الْقَدْحَ اَعْطِيْهِ الاٰخَرَفَيَشْرَبُ حَتّٰى يَرْوٰى ثُمَّ يُرَدُّ عَلَيَّ الْقَدْحَ حَتّٰى اِنْتَهَيْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْرَوِىَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ فَاَخَذَ الْقَدْحَ فَوَضَعَهٗ عَلٰى يَدِهٖ وَ نَظَرَ اِلَيَّ وَتَبَسَّمَ وَقَالَ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ بَقِيْتُ اَنَا وَاَنْتَ قُلْتُ صَدَقْتَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ- قَالَ اُقْعُدْ فَاشْرَبْ فَشَرِبْتُ فَقَالَ اِشْرَبْ فَشَرِبْتُ فَمَا زَالَ يَقُوْلُ اِشْرَبْ فَاَشْرَبُ حَتّٰى قُلْتُ لَا وَالَّذِىْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَااَجِدُ مَسْلَكً لَهٗ فَاَعْطَيْتُهٗ الْقَدْحَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَسَمّٰى وَ شَرِبَ الْفَضْلَةَ ۔

(بخاری خصائص کبریٰ ج۲ص۴۸)

پیالہ اٹھاؤ اور ان لوگوں کو دو تو میں نے پیالہ اٹھا کر ایک شخص کو دے دیا۔ اس نے پیا یہاں تک کہ شکم سیر ہو گیا۔ پھر اس نے پیالہ مجھے واپس کر دیا اس طرح یکے بعد دیگرے پیتے اور پلاتے ہوئے وہ پیالہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچا۔ اور سب اصحاب صفہ خوب سیر ہو چکے تھے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیالہ اپنے مقدس ہاتھ پر رکھا اور میری طرف دیکھ کر تبسم فرمایا۔ اور فرمایا اے ابوہریرہ! میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ فرمایا اب ہم اور تم باقی رہ گئے ہیں۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ آپ نے سچ فرمایا۔ فرمایا بیٹھ جاؤ اور پیو۔ تو میں نے پیا۔ فرمایا اور پیو۔ تو میں نے پھر پیا آپ برابر یہی فرماتے رہے کہ اور پیو تو میں اور پیتا رہا یہاں تک کہ میں نے عرض کیا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا کہ اب دودھ گزرنے کی بھی راہ باقی نہیں

رہی۔ اوروہ پیالہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پیش کر دیا تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی اوز بسم اللہ پڑھ کر بچا ہوا دودھ پی لیا۔

کیوں جناب بوہریرہ کیسا تھا وہ جام شیر
جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے منہ پھر گیا

(حدائق بخشش)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک لڑائی میں تھے کہ لشکریوں کو کھانے کی کمی کا سامان کرنا پڑا۔ تو حضور نے مجھ سے فرمایا اے ابوہریرہ! تمہارے پاس کھانے کو کچھ ہے؟ میں نے عرض کیا میرے تھیلے میں کچھ کھجوریں ہیں تو فرمایا لے آؤ تو میں تھیلے کو لے کر حاضر ہوا۔ فرمایا دسترخوان لے آؤ۔ تو میں دسترخوان لے آیا اور اسے بچھا دیا۔ پھر آپ نے کھجوریں نکالیں تو وہ اکیس دانے تھے۔ آپ نے بسم اللہ پڑھی اور ایک ایک کھجور کو اپنے مقدس ہاتھ میں لیا اور بسم اللہ پڑھتے رہے یہاں تک کہ سب دانے آپ کے دست مبارک میں آ گئے۔ پھر آپ نے ان کو جمع کر کے فرمایا۔

اُدْعُ فُلاَنًا وَاَصْحَابَهٗ فَاَكَلُوْا حَتّٰى شَبَعُوْا وَخَرَجُوْا ثُمَّ قَالَ اُدْعُ فُلاَنًا وَاَصْحَابَهٗ فَاَكَلُوْا وَشَبَعُوْا وَخَرَجُوْا ثُمَّ قَالَ اُدْعُ فُلاَنًا وَاَصْحَابَهٗ فَاَكَلُوْا حَتّٰى شَبَعُوْا وَخَرَجُوْا وَفَضَلَ تَمَرٌ فَقَالَ لِىْ اُقْعُدْ فَقَعَدْتُ فَاَكَلَ وَاَكَلْتُ وَفَضَلَ تَمَرٌ فَاَخَذَهٗ وَاَدْخَلَهٗ فِى الْمِزْوَدِ وَقَالَ لِىْ اِذَا اَرَدْتَّ شَيْئًا فَاَدْخِلْ يَدَكَ فَخُذْ وَلَا تُكْفِأْ فَمَا كُنْتُ اُرِيْدُ تَمَرًا اِلَّا

فلاں اور ان کے ساتھیوں کو بلاؤ۔ تو انہوں نے کھایا یہاں تک کہ وہ پیٹ بھر کر چلے گئے۔ پھر فرمایا فلاں اور ان کے ساتھیو[ں کو بلا]ؤ تو وہ لوگ بھی پیٹ بھر کھا کے [چلے] گئے۔ پھر فرمایا فلاں اور ان کے ساتھیوں بلاؤ تو وہ سب بھی شکم سیر ہو کر کھا کے چلے گئے اور کھجوریں باقی رہیں تو حضور نے انہیں تھیلے میں ڈال دیا اور مجھ سے فرمایا جب تم نکالنا چاہو تو اپنا ہاتھ ڈال کر کھجوریں نکالتے رہنا مگر اسے اوندھا نہ کرنا۔ تو میں

اَدْخَلْتُ يَدِیْ فَاَخَذْتُ مِنْهُ خَمْسِیْنَ وَسَقًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَكَانَ مُعَلَّقًا خَلْفَ رَحْلِیْ فَوَقَعَ فِیْ زَمَنِ عُثْمَانَ فَذَهَبَ ۔

(بیہقی، ابو نعیم، خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۵۱)

ہاتھ ڈالتا اور جتنی کھجوریں چاہتا نکال لیتا اور میں نے اس میں سے پچاس وسق کھجوریں خدا کی راہ میں دیں۔ وہ تھیلی حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں میری سواری کے پیچھے لٹکی ہوئی تھی جاتی رہی۔

ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع تقریباً چار کلوگرام کا تو پچاس وسق کھجوریں لگ بھگ بارہ ہزار کلوگرام ہوئیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان احادیث کریمہ کو بیان فرما کر اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تصرّف کی وہ قوت بخشی تھی کہ جب آپ نے چاہا تو ایک پیالہ دودھ سے ستر بھوکوں کا پیٹ بھر دیا اور چند کھجوریں تھیلے میں ڈال دیں تو ایک سو بیس کنٹل سے زیادہ کھجوریں اس میں سے برآمد ہوئیں۔

محدثین رحمۃ اللہ علیہم کے عقیدے

حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ کا عقیدہ

(متوفی ۲۵۶ھ)

آپ کا اصلی نام محمد ہے۔ آپ کے والد اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ تھے۔ مغیرہ مجوسی تھے جو حاکم یمان جعفی کے ہاتھ پر مشرف بہ سلام ہوئے تھے۔ بچپن ہی میں آپ کے والد کا انتقال ہو گیا تو پرورش کی ساری ذمہ داری آپ کی والدہ نے سنبھالی۔ بچپن ہی میں آپ نابینا (اندھے) ہو گئے بہت علاج کیا گیا مگر فائدہ نہ ہوا۔ آپ کی والدہ بڑی عابدہ و زاہدہ تھیں۔ انہوں نے رو رو کر اللہ تعالیٰ سے فریاد کی۔ ایک رات انہیں خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زیارت ہوئی۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہاری آہ و زاری اور دعاؤں کی کثرت کے سبب تمہارے بیٹے کی آنکھ صحیح کر دی۔ امام بخاری صبح اُٹھے

تو ان کی آنکھیں روشن تھیں اور ایسی روشن ہوئیں کہ چاند کی روشنی میں تاریخ کبیر تصنیف فرمائی۔

علامہ ابن حجر عسقلانی کی تحریر کے مطابق آپ نے کل ۲۲ کتابیں لکھی ہیں مگر ان میں سب سے زیادہ مشہور و مقبول بخاری شریف ہے اور کیوں نہ ہو کہ آپ ہر حدیث کو لکھنے سے پہلے آب زم زم سے غسل فرماتے، مقام ابراہیم میں دو رکعت نفل پڑھتے، اس کے بعد حدیث کو قلمبند فرماتے۔ مسودہ مکمل کرنے کے بعد مدینہ طیبہ میں روضہ انور اور منبر شریف کے درمیان مبیضہ فرمایا۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی اس کتاب کو سولہ سال کی مدت میں مکمل کیا۔

خدائے تعالیٰ نے آپ کو بے مثال قوت حافظہ عطا فرمایا تھا کہ آپ کو چھ لاکھ حدیثیں ان کے راویوں کے نام اور حالات کے ساتھ یاد تھیں۔ بخاری شریف میں کل سات ہزار دو سو پچھتر (۷۲۷۵) حدیثیں ہیں جن کی تعداد حذفِ مکر رات کے بعد چار ہزار ہے —— عید کی چاند رات ۲۵۶ھ میں ۱۳ دن کم ۶۲ سال کی عمر میں آپ نے وفات پائی۔ سمرقند کے قریب فرتنگ میں آپ کا مزار مبارک زیارت گاہ خلائق ہے۔

آپ تحریر فرماتے ہیں۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہجرت کے موقع پر ہم اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ساری رات صبح تک چلتے رہے یہاں تک کہ دوپہر ہو گئی۔ ہمیں ایک بڑا سا پتھر نظر آیا۔ جس کا سایہ تھا اور وہاں دھوپ نہیں تھی۔ ہم نے اس کے سایہ میں اپنی پوستین بچھا دی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ اس پر سو جایئے تو حضور آرام فرمانے لگے اور میں پہرہ دیتا رہا۔ اسی درمیان ہم نے ایک بکری کا دودھ اس کے چرواہے سے اجازت لے کر دوہا اور جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو میں نے وہ دودھ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اسے پی لیے اور بہت خوش ہوئے۔ اب ہم وہاں سے چل پڑے کیوں کہ دن ڈھل چکا تھا۔

وَاتَّبَعْنَا سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكٍ فَقُلْتُ اُتِيْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَدَعَا عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَارْتَطَمَتْ بِهٖ فَرَسُهٗ اِلٰی بَطْنِهَا فَقَالَ اِنِّی اُرَاكُمَا قَدْدَعَوْتُمَا عَلَیَّ فَادْعُوا اللّٰهَ لِیْ وَاللّٰهِ لَكُمَا اَنْ اُرَدَّعَنْكُمَا الطَّلَبَ فَدَعَا لَهٗ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَجَا فَجَعَلَ لَايَلْقٰی اَحَداً اِلَّا قَالَ قَدْكَفَيْتُكُمْ مَاهُنَا فَلَا يَلْقٰی اَحَداً اِلَّا رَدَّهٗ قَالَ وَوَفٰی لَنَا ۔

(بخاری شریف ج ۱ ص ۵۱۱)

اسی اثناء میں ہمارا پیچھا کرتا ہوا سراقہ بن مالک آ گیا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کوئی ہمارے پیچھے آ گیا ہے فرمایا نہ ڈرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے لئے دعا کی تو اس کا گھوڑا پیٹ تک سراقہ سمیت زمین میں دھنس گیا اس نے کہا میرے خیال میں آپ دونوں نے میری ہلاکت کے لئے دعا کی ہے اب میری نجات کے لئے دعا کریں خدا کی قسم میں آپ کی تلاش میں پھرنے والوں کو واپس کر دوں گا تو نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے انؓ کے لئے دعا کی تو زمین نے اسے چھوڑ دیا پس جو شخص بھی اس سے ملتا تو اس سے کہہ دیتا کہ ادھر تو میں تلاش کر آیا ہوں۔ پس جو بھی ملتا وہ اسے واپس کر دیتا اور اس نے جو ہم سے وعدہ کیا تھا اسے پورا کیا۔

یا ور امام بخاری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ!

اِنِّی سَمِعْتُ مِنْكَ حَدِيْثاً كَثِيْراً فَاَنْسَاهُ قَالَ اُبْسُطْ رِدَائَكَ فَبَسَطْتُّهٗ فَغَرَفَ بِيَدِهٖ فِيْهِ ثُمَّ قَالَ ضُمَّهٗ فَضَمَمْتُ فَمَا نَسِيْتُ حَدِيْثاً بَعْدَهٗ ۔

(بخاری شریف ج ۱ ص ۵۱۵)

میں نے آپ سے بہت سی حدیثیں سنیں لیکن وہ سب بھول گئیں۔ حضور نے فرمایا اپنی چادر پھیلاؤ میں نے پھیلا دی۔ تو آپ نے لپ بھر کر اس میں ڈال دیا پھر فرمایا اسے سینے سے لگالو۔ تو میں نے لگا لیا پس

میں اس کے بعد کسی حدیث کو نہیں بھولا۔

حضرت امام بخاری اور تحریر فرماتے ہیں: سعید بن میناء کا بیان ہے کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب خندق کھودی جا رہی تھی تو میں نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سخت بھوک لگی ہے۔ پس میں اپنی بیوی کے پاس آ کر کہنے لگا کہ کھانے کی کوئی چیز ہے؟ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سخت بھوک کی حالت میں دیکھا ہے۔ اس نے بوری نکالی تو اس میں ایک صاع (چار کلو سے کچھ زائد) جو تھے اور ہمارے پاس بکری کا ایک بچہ تھا۔ پس میں نے بکری کا بچہ ذبح کیا اور بیوی نے جو پیس لئے۔ میں نے گوشت کی بوٹیاں بنا کر انہیں پانی میں ڈال دیا۔ جب میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہونے کی خاطر جانے لگا تو بیوی نے کہا کہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کے سامنے رسوا نہ کرنا۔

میں نے حاضر خدمت ہو کر آہستہ سے عرض کیا کہ میں نے بکری کا ایک بچہ ذبح کیا ہے اور ہمارے پاس ایک صاع جو کا آٹا ہے۔ لہٰذا آپ چند حضرات کو ساتھ لے کر تشریف لے چلیں۔ تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلند آواز سے فرمایا کہ اے خندق والو! جابر نے تمہارے لئے دعوت کا انتظام کیا ہے لہٰذا آؤ چلو۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ میرے آنے تک ہانڈی نہ اتارنا اور روٹیاں نہ پکوانا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور آپ سب لوگوں کے آگے تھے۔ جب میں گھر گیا تو بیوی نے گھبرا کر مجھ سے کہا کہ آپ نے میرے ساتھ وہی بات کر دی جس کا اندیشہ تھا میں نے کہا کہ تم نے جو کچھ کہا وہ میں نے عرض کر دیا تھا۔

فَبَصَقَ فِيْهِ وَبَارَكَ ثُمَّ عَمَدَ اِلٰى بُرْمَتِنَا فَبَصَقَ فِيْهِ وَبَارَكَ ثُمَّ

پس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آٹے میں لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دعا مانگی۔ پھر ہانڈی

قَالَ اُدْعُ خَابِزَۃً فَلْتَخْبِزْ مَعِیَ وَاقْدَحِیْ مِنْ بُرْمَتِکُمْ فَلَا تُنْزِلُوْھَا وَھُمْ اَلْفٌ فَاُقْسِمُ بِاللّٰہِ لَاَکَلُوْا حَتّٰی تَرَکُوْہُ وَ انْحَرَفُوْا وَاِنَّا بُرْمَتَنَا لَتَغِطُّ کَمَا ھِیَ وَاِنَّ عَجِیْنَنَا لَیُخْبَزُ کَمَا ھُوَ ۔

(بخاری شریف ج۲ص۵۸۹)

میں لعاب دہن ڈالا اور دعائے برکت کی اس کے بعد فرمایا کہ روٹی بنانے والی ایک اور بلا لو تا کہ میرے سامنے روٹیاں پکائے اور تو اپنی ہانڈی سے گوشت نکال کر دیتی جائے اور فرمایا کہ ہانڈی کو نیچے نہ اتارنا کھانے والوں کی تعداد ایک ہزار تھی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم سب نے کھانا کھالیا یہاں تک کہ سب شکم سیر ہو کر چلے گئے اور کھانا بھی پیچھے چھوڑ گئے۔ دیکھا گیا تو ہانڈی میں اتنا ہی گوشت موجود تھا جتنا پکنے کے لئے رکھا تھا اور ہمارا آٹا بھی اتنا ہی تھا جتنا کہ پکانے سے پہلے تھا۔

حضرت امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پنڈلی پر غزوۂ خیبر کے دن ایسی زبردست مار لگی کہ لوگوں کو آپ کے شہید ہونے کا گمان ہوگیا۔ حضرت سلمہ فرماتے ہیں۔

فَاَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَنَفَثَ فِیْہِ ثَلَاثَ نَفَثَاتٍ فَمَا اشْتَکَیْتُھَا حَتّٰی السَّاعَۃَ ۔

میں نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے تین بار اس پر تھک تھکایا پھر پنڈلی میں کبھی درد نہ ہوا۔

(بخاری شریف ج۲ص۶۰۵)

حضرت امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مذکورہ بالا حدیثوں کو تحریر فرما کر اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ خدائے تعالیٰ نے پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسے عظیم مرتبہ سے سرفراز فرمایا تھا کہ ان کے چاہنے سے گھوڑا اپنے سوار سمیت پیٹ تک زمین میں دھنس گیا پھر حضور ہی کے چاہنے سے زمین نے اس کو چھوڑا اور قوتِ حافظہ جیسی چیز

کو آپ نے چادر میں ڈال کر اسے دماغ تک پہنچا دیا اور آٹا و ہانڈی میں تھوک ڈال دیا تو وہ بہت زیادہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ گوشت کے ساتھ شوربے کا مسالہ بھی بڑھ گیا اور صرف تھوک دیا تو ہلاک کرنے والا زخم ہمیشہ کے لئے اچھا ہو گیا۔

حضرت امام مسلم کا عقیدہ

(متوفی ۲۶۱ھ)

آپ کا نام نامی مسلم بن حجاج قشیری ہے۔ کنیت ابوالحسین اور لقب عساکر الدین ہے۔ آپ کا تعلق قبیلہ بنی قشیر سے تھا اس لئے آپ کو قشیری کہا جاتا ہے۔ آپ ۲۰۴ھ میں پیدا ہوئے۔ وطن نیشاپور ہے جو ایران میں صوبہ خراسان کا مشہور شہر ہے۔ آپ نے کئی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں لیکن ان تمام تصانیف میں صحیح مسلم سب سے زیادہ مشہور و مقبول ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک آپ کی صحیح مسلم صحت و متانت میں صحیح بخاری کے بعد دوسرے درجہ کی کتاب ہے جسے آپ نے تین لاکھ حدیثوں سے چھانٹ کر تصنیف کیا ہے۔

بقول شیخ محقق علیہ الرحمتہ و الرضوان آپ علمائے سلف میں ایسے مقتداء و پیشوا ہیں کہ بعد کا کوئی عالم و محدث آپ کے درجہ کو نہیں پہنچ سکا۔ آپ کی وفات ۲۶۱ھ میں ہوئی جس کا سبب عجیب و غریب ہے کہ آپ کو ایک حدیث کی تلاش تھی جسے اپنے مسودات میں آپ تلاش کر رہے تھے اور قریب ہی ایک ٹوکرہ کھجور کا رکھا ہوا تھا اس میں سے کھجوریں نکال کر کھاتے جاتے تھے یہاں تک کہ سب کھجوریں ختم ہو گئیں اور اس وقت آپ کو اس کا احساس نہ ہوا مگر بعد میں وہی بے اندازہ کھجوریں کھا لینا ہی آپ کی وفات کا سبب بنا۔

آپ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں مقام زوراء پر تھے کہ ایک پیالہ حضور کی خدمت میں پیش کیا گیا جس میں کچھ پانی تھا تو آپ نے اپنی مقدس ہتھیلی اس میں رکھ دی۔

فَجَعَلَ يَنْبَعُ مِنْ بَيْنِ اَصَابِعِهٖ فَتَوَضَّا جَمِيْعُ اَصْحَابِهٖ قَالَ قُلْتُ كَمْ كَانُوْا يَا اَبَا حَمْزَةَ قَالَ كَانُوْا زُهَاءَ الثَّلٰثِ مِائَةٍ ۔

(مسلم شریف ج ۲ ص ۲۴۶)

پس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک انگلیوں کی گھائیوں سے پانی نکلنے لگا تو سارے صحابہ نے وضو کر لیا۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس سے پوچھا کہ اے ابوحمزہ آپ لوگ کتنے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ تقریباً تین سو۔

اورحضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص نے اپنے بائیں ہاتھ سے کھایا تو حضور نے فرمایا۔

كُلْ بِيَمِيْنِكَ قَالَ لَا اَسْتَطِيْعُ قَالَ لَا اسْتَطَعْتَ مَامَنَعَهٗ اِلَّا الْكِبْرُ قَالَ فَمَا رَفَعَهَا اِلٰى فِيْهِ ۔

(مسلم شریف بحوالہ مشکوۃ ص ۵۳۶)

اپنے داہنے ہاتھ سے کھا۔ اس نے کہا میں داہنے ہاتھ سے نہیں کھا پاتا۔ حضور نے فرمایا تو داہنے ہاتھ سے نہ کھا سکے۔ اس نے تکبر کی وجہ سے جھوٹا عذر کیا تھا۔ راوی نے کہا تو وہ اپنا داہنا ہاتھ منہ تک کبھی نہیں پہنچا سکا۔

اورحضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ:

سِرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى نَزَلْنَا وَادِياً اَفْيَحَ فَذَهَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْضِىْ حَاجَتَهٗ فَلَمْ يَرَ شَيْئًا يَسْتَتِرُ بِهٖ وَاِذَا شَجَرَتَانِ بِشَاطِئِى الْوَادِىْ فَانْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى

ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کر رہے تھے کہ آب و گیاہ وادی یعنی میدان میں اترے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے لیکن پردہ کی کوئی جگہ آپ کو نہ ملی۔ اچانک آپ کی نظر اس وادی کے کنارے دو درختوں پر پڑی۔ حضور ان میں سے ایک کے پاس

اِحْدٰهُمَا فَاَخَذَ بِغُصْنٍ مِّنْ
اَغْصَانِهَا فَقَالَ اِنْقَادِیْ عَلَیَّ
بِاِذْنِ اللّٰہِ تَعَالٰی فَانْقَادَتْ مَعَہٗ
کَالْبَعِیْرِ الْمَخْشُوْشِ الَّذِیْ
یُصَانِعُ قَائِدَہٗ حَتّٰی اَتَی
الشَّجَرَۃَ الْاُخْرٰی فَاَخَذَ بِغُصْنٍ
مِّنْ اَغْصَانِهَا فَقَالَ انْقَادِیْ عَلَیَّ
بِاِذْنِ اللّٰہِ تَعَالٰی فَانْقَادَتْ مَعَہٗ
کَذٰلِكَ حَتّٰی اِذَا کَانَ
بِالْمَنْصَفِ مِمَّا بَیْنَهُمَا قَالَ
اِلْتَئِمَا عَلَیَّ بِاِذْنِ اللّٰہِ فَالْتَئَمَتَا
فَجَلَسْتُ اُحَدِّثُ نَفْسِیْ
فَحَانَتْ مِنِّیْ لَفْتَۃٌ فَاِذَا اَنَا
بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُقْبِلاً وَاِذَا
الشَّجَرَتَانِ قَدِ افْتَرَقَتَا فَقَامَتْ
کُلُّ وَاحِدَۃٍ مِّنْهُمَا عَلٰی سَاقٍ ۔
(مسلم شریف بحوالہ مشکوٰۃ ص ۵۳۲)

گئے اور اس کی ایک شاخ کو پکڑ کر درخت سے
فرمایا کہ بحکم خدا میرے ساتھ چل وہ درخت اس
اونٹ کی طرح چل پڑا جس کی ناک میں نکیل
بندھی رہتی ہے اور اپنے ساربان کی فرمانبرداری
کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ حضور اس دوسرے
درخت کے پاس تشریف لے گئے اور اس کی ایک
شاخ پکڑ کر فرمایا کہ اے درخت تو بھی بحکم الٰہی
میرے ساتھ چل تو وہ بھی پہلے درخت کی طرح
حضور کیساتھ چل پڑا یہاں تک کہ حضور جب ان
درختوں کے درمیان کی جگہ میں پہنچے تو فرمایا کہ
اے درختو! تم دونوں بحکم الٰہی آپس میں مل کر
میرے لئے پردہ بن جاؤ تو دونوں ایک دوسرے
سے مل گئے اور حضور نے ان درختوں کی آڑ میں
قضائے حاجت فرمائی۔ حضرت جابر رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ اس عجیب واقعہ کو دیکھ
کر میں بیٹھا سوچ رہا تھا کہ میری نگاہ اٹھی تو
اچانک میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم تشریف لا رہے ہیں اور دیکھا کہ دفعتاً وہ
دونوں درخت جدا ہو کر چلے اور اپنے تنے پر
کھڑے ہو گئے۔

حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان احادیث مبارکہ کو لکھ کر اپنا یہ عقیدہ
ثابت کر دیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خدائے تعالیٰ نے تصرف کا وہ مرتبہ

عطا فرمایا تھا کہ حضور اپنی انگلیوں کی گھائیوں سے پانی نکالتے اور ایک شخص کو کہہ دیا کہ تو داہنے ہاتھ سے نہ کھا سکے تو پھر ویسا ہی ہوا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درختوں کو اس طرح چلاتے جیسے اونٹ چلائے جاتے ہیں۔

حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

(متوفی ۲۷۹ھ)

آپ ابوعیسیٰ محمد عیسیٰ اسلمی ہیں۔ آپ بلند پایہ عالم رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث کے حافظ اور متفق علیہ ثقہ محدثین میں سے ہوئے ہیں۔ علم فقہ و حدیث میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ آپ کی کتاب ترمذی شریف صحاح ستہ میں سے ایک ہے جو آپ کی عظمت شان وسعت حفظ کثرت مطالعہ اور حدیث کے فن میں آپ کی غایت درجہ تبحر علمی پر دلالت کرتی ہے۔ علماء نے آپ کی کتاب ترمذی شریف کی شان میں کہا ہے هُوَ كَافٍ لِلْمُجْتَهِدِ وَمُغْنٍ لِلْمُقَلِّدِ ۔یعنی یہ کتاب مجتہد کے لئے کافی ووافی اور مقلد کو بے نیاز کرنے والی ہے۔

آپ نے ترمذی شریف تصنیف کرنے کے بعد حجاز عراق اور خراسان کے علماء کی خدمت میں پیش کی۔ تو سب نے اسے پسند فرمایا اور اچھی کتاب قرار دیا۔ شمائل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی آپ کی تصنیف ہے جو شمائل نبوی کے موضوع پر ایک بہترین کتاب ہے اور بہت خیر وبرکت کی حامل ہے۔ حل مشکلات کے لئے اس کا پڑھنا مشائخ واکابر کے تجربہ میں آچکا ہے۔ آپ ۲۰۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۷۹ھ میں وفات پائی۔ علیہ الرحمتہ الرضوان۔ (ماخوذ از اشعۃ اللمعات للشیخ عبدالحق محدث دہلوی)

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تصرف کے متعلق آپ کا عقیدہ ملاحظہ ہو۔ آپ تحریر فرماتے ہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَاءَ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ

اَعْـرَابِیٌّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بِمَا اَعْـرِفُ اَنَّکَ نَبِـیٌّ قَـالَ اِنْ دَعَـوْتُ هٰـذَا الْعِذْقَ مِنْ هٰذِهِ الـنَّخلَةِ تَشْهَدُ اَنِّی رَسُوْلُ اللّٰہِ فَـدَعَـاہُ رَسُـوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَـعَـالٰـی عَـلَیْـہِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ یَـنْـزِلُ مِنَ النَّخْلَةِ حَتّٰی سَقَطَ اِلَـی الـنَّبِـیِّ صَـلَّـی اللّٰہُ تَعَالٰی عَـلَیْـہِ وَسَـلَّمَ قَالَ ارْجِعْ فَعَادَ فَاَسْلَمَ الْاَعْرَابِیُّ ۔

(ترمذی جلد۲ص ۲۰۳)

ایک دیہاتی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں کیسے یقین کروں کہ آپ سچے نبی ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ کھجور کے اس خوشہ کو اگر میں بلاؤں اور وہ میرے پاس آ کر اس بات کی گواہی دے کہ میں خدائے تعالیٰ کا رسول ہوں جب تجھے یقین آ جائے گا۔ چنانچہ حضور نے اس خوشہ کو بلایا تو وہ کھجور کے درخت سے اترنے لگا یہاں تک کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب زمین پر آ کر گرا۔ پھر آپ نے فرمایا واپس چلا جا تو وہ خوشہ واپس چلا گیا۔ یہ دیکھ کر وہ اعرابی مسلمان ہو گیا۔

اس حدیث شریف کو لکھ کر حضرت امام ترمذی علیہ الرحمتہ والرضوان نے اپنا یہ عقیدہ واضح کر دیا کہ خدائے تعالیٰ نے درخت کے پھلوں کو بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زیر فرمان کر دیا تھا۔

حضرت علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

(متوفی ۵۴۴ھ)

آپ کا نام نامی عیاض ہے اور باپ کا نام موسیٰ بن عیاض بن عمر بن موسیٰ بن عیاض یحصبی سبتی غرناطی ہے۔ آپ مالکی المذہب تھے۔ ۴۷۶ھ میں پیدا ہوئے اور مراکش میں جمعہ کے دن جمادی الاخریٰ ۵۴۴ھ میں وفات ہوئی۔ آپ کو یحصبی اس لئے کہا جاتا ہے کہ یمن کے مشہور قبیلہ بنی یحصب سے آپ کا تعلق تھا اور شہر سبتہ میں پیدا ہوئے جہاں آپ کا وطن تھا اس بنیاد پر آپ کو سبتی کہا جاتا ہے اور عرصہ دراز تک سبتہ

کے قاضی رہ کر ۵۳۱ھ میں چونکہ آپ غرناطہ منتقل ہو گئے تھے' اس لئے آپ کو غرناطی بھی کہا جاتا ہے اور آپ کے آباء و اجداد اندلس (اسپین) کے رہنے والے تھے جو وہاں سے شہر فاس منتقل ہوئے پھر سبت میں آ کر مستقل سکونت اختیار کی' اس بنیاد پر بعض لوگوں نے آپ کو اندلسی بھی لکھا ہے۔

آپ تفسیر' حدیث' فقہ اور دیگر علوم عقلیہ کے امام و بہترین خطیب تھے۔ کل تیس کتابیں آپ نے تصنیف فرمائی ہیں جن میں سب سے زیادہ مشہور و مقبول الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ہے۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بزرگوں نے فرمایا شفا شریف وہ متبرک کتاب ہے کہ جس مکان میں رہے اسے کوئی ضرر نہ پہنچے اور جس کشتی میں رہے وہ ڈوبنے سے محفوظ رہے اور جو مریض اس کتاب کو پڑھے یا سنے وہ شفا پائے۔

آپ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ غزوہ ذی قرد میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے پر ایک تیر لگا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو بلایا۔

فَبَصَقَ عَلٰى اَثَرِسَهُمٍ فِیْ وَجْهِ اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ فَمَا ضَرَبَ عَلَیَّ وَلَا قَاحَ ۔

اور زخم پر تھوک دیا۔ فرماتے ہیں اس وقت سے نہ تو مجھے درد ہوا اور نہ زخم میں پیپ پڑی بلکہ اچھا ہو گیا

(شفا شریف ج ۱ ص ۲۱۲)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ جنگ بدر میں ابو جہل نے حضرت معوذ بن عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ کاٹ ڈالا۔

فَجَاءَ یَحْمِلُ یَدَهٗ فَبَصَقَ عَلَیْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَلْصَقَهَا فَلَصِقَتْ ۔

(شفا شریف ج ۱ ص ۲۱۲)

پس وہ اپنا ہاتھ اٹھائے ہوئے حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہاتھ پر تھوک دیا اور اس کو جوڑ دیا تو وہ اسی وقت جڑ گیا۔

اور تحریر فرماتے ہیں کہ جنگ بدر میں حضرت حبیب بن یساف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مونڈھے پر ایسی ضرب لگی کہ جس سے مونڈھا کٹ کر لٹک گیا۔

فَرَدَّهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَفَثَ عَلَيْهِ حَتّٰى صَحَّ ۔ (شفا شریف ج ۱ ص ۲۱۳)

پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس مونڈھے کو اس کی جگہ پر رکھا اور اس پر تھوک دیا تو وہ مونڈھا بالکل ٹھیک ہو گیا۔

اور تحریر فرماتے ہیں۔

مَسَحَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجْهَ قَتَادَةَ بْنَ مِلْحَانَ فَكَانَ لِوَجْهِهٖ بَرِيْقٌ حَتّٰى كَانَ يَنْظُرُ فِيْ وَجْهِهٖ كَمَا يُنْظَرُ فِي الْمِرْاٰةِ (شفا شریف ج ۱ ص ۳۲۰)

رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت قتادہ بن ملحان کے چہرہ پر اپنا مقدس ہاتھ پھیرا تو ان کے چہرے میں اتنی چمک پیدا ہو گئی کہ اس میں چیزوں کا عکس اسی طرح دیکھا جاتا جیسے آئینہ میں۔

امام قاضی عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تحریر فرماتے ہیں۔

مَسَحَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَاْسِ صَبِيٍّ بِهٖ عَاهَةٌ فَبَرَأَ وَاسْتَوٰى رَاْسُهٗ ۔

رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک گنجے بچے کے سر پر اپنا مقدس ہاتھ پھیرا تو اُس کا گنجا پن جاتا رہا اور سب بال برابر ہو گئے (شفا شریف ج ۱ ص ۳۲۰)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا:

جَاءَتْ اِمْرَاَةٌ بِابْنٍ لَهَا بِهٖ جُنُوْنٌ فَمَسَحَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدْرَهٗ فَثَعَّ ثَعَّةً فَخَرَجَ ۔ مِنْ جَوْفِهٖ مِثْلُ الْجَرْوِ الْاَسْوَدِ

ایک عورت اپنے ایسے لڑکے کو لے کر حاضر خدمت ہوئی جسے جنون (پاگل پن) تھا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا مقدس ہاتھ اس کے سینہ پر پھیرا تو اس نے

یَسْعٰی ۔ قے کی اور اس کے پیٹ سے کالے پلے جیسی ایک چیز نکلی جو دوڑتی پھرتی تھی۔ (شفاشریف ج اص۲۱۴)

حضرت امام قاضی عیاض علیہ الرحمتہ والرضوان نے ان احادیث کریمہ کو لکھ کر اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خدائے تعالیٰ نے تصرف کی بے پناہ قوت مرحمت فرمائی تھی۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

اگر کوئی شخص کہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ قدرت حاصل تھی کہ حضرت معوذ بن عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کٹا ہوا ہاتھ آپ نے جوڑ دیا اور حضرت حبیب بن یساف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کٹ کر لٹکے ہوئے مونڈھے کو آپ نے صحیح کر دیا تو پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری زندگی میں لشکر اسلام کے کسی ایک سپاہی کو بھی زخمی ہو کر شہید نہیں ہونا چاہیے تھا۔

تو اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ارشاد خداوندی ہے فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَایَسْتَاخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ یعنی جب ان کو موت آئے گی تو ایک ساعت آگے پیچھے نہیں ہوں گے (پ۱۱ع۱۰) اور ارشاد فرمایا وَلَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا یعنی اللہ تعالیٰ کسی جان کی موت کو ہرگز موخر نہیں فرمائے گا جب کہ اس کا وقت آ جائے گا۔ (پ۲۸ع۱۴)

تو جب رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جانتے ہیں کہ اس زخمی کی شہادت کا وقت ابھی نہیں آیا ہے تو آپ اس کے بارے میں تصرف فرماتے اور جب جان لیتے کہ اس کی دُنیوی زندگی ختم ہوگئی ہے تو اس کے بارے میں آپ کچھ نہ کرتے۔

صاحبِ مشکوٰۃ علامہ خطیب تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

(متوفی ۷۴۰ھ)

آپ تحریر فرماتے ہیں۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ کُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ فَاَقْبَلَ اَعْرَابِیٌّ فَلَمَّا دَنٰی قَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ قَالَ یَشْھَدُ عَلٰی مَا تَقُوْلُ قَالَ ھٰذِہِ السَّلَمَۃُ فَدَعَاھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ بِشَاطِئِ الْوَادِیْ فَاَقْبَلَتْ تَخُدُّ الْاَرْضَ حَتّٰی قَامَتْ بَیْنَ یَدَیْہِ فَاسْتَشْھَدَھَا ثَلٰثًا فَشَھِدَتْ اَنَّہٗ کَمَا قَالَ ثُمَّ رَجَعَتْ اِلٰی مَنْبِتِھَا۔

(رواہ الدارمی)

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۴۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کر رہے تھے کہ ایک دیہاتی آیا جب وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب پہنچا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ خدائے واحد کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خدائے تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں دیہاتی نے کہا آپ کی باتوں پر میرے سوا اور کون گواہی دے گا؟ حضور نے فرمایا یہ ببول کا درخت گواہی دے گا! یہ فرما کر آپ نے اس درخت کو بلایا آپ وادی کے کنارے تھے۔ وہ درخت زمین کو پھاڑتا ہوا چلا یہاں تک کہ آپ کے سامنے کھڑا ہوگیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے تین بار (خدائے تعالیٰ کی وحدانیت اور اپنی رسالت پر) گواہی طلب فرمائی اس

درخت نے تینوں بار گواہی دی کہ حقیقت میں ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا اس کے بعد وہ درخت اپنی جگہ پر چلا گیا۔

حضرت علامہ خطیب تبریزی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حدیث شریف کو لکھ کر اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ خدائے تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تصرف کا وہ اختیار بخشا تھا کہ آپ درخت کو بلاتے تو وہ زمین کے سینہ کو چیرتا ہوا حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوتا اور جس بات کی آپ اس سے گواہی طلب فرماتے وہ اس بات کی گواہی دیتا۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

(متوفی ۹۱۱ھ)

آپ کا نام عبدالرحمان، لقب جلال الدین اور کنیت ابوالفضل ہے۔ یکم رجب ۸۴۹ھ میں شہر سیوط میں پیدا ہوئے جو نواح مصر میں دریائے نیل کے مغربی جانب واقع ہے۔ آپ پانچ سال سات ماہ کے تھے کہ باپ کے سایہ سے محروم ہو گئے۔ حسب وصیت چند بزرگوں نے آپ کی سرپرستی کی۔ جن میں شیخ کمال الدین ابن الہمام حنفی تھے۔ انہوں نے آپ کی طرف پوری توجہ کی۔ تو آپ نے آٹھ سال سے کم عمر میں حفظ قرآن سے فارغ ہو کر کئی علمی کتابیں حفظ کر لیں۔

تحصیل علوم کے بعد ۸۷۱ھ میں فتویٰ نویسی کا کام شروع کیا اور ۸۷۲ھ سے حدیث شریف کے لکھانے میں مشغول ہوئے اور پڑھانے کی اجازت تو آپ کو ۸۶۶ھ میں مل گئی تھی آپ نے خود حسن المحاضرہ میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تفسیر، حدیث، فقہ، نحو، معانی، بیان اور بدیع سات علوم میں تبحر عطا فرمایا ہے۔ آپ اپنے زمانہ میں علم حدیث کے سب سے بڑے عالم تھے۔ آپ نے خود فرمایا ہے کہ مجھے دو لاکھ حدیثیں یاد ہیں۔ اگر مجھ کو اس سے زیادہ ملتیں تو ان کو بھی یاد کرتا۔ آپ نے کل تین سو کتابیں لکھی ہیں جن میں تفسیر جلالین کا نصف اول، تفسیر اتقان، خصائص کبریٰ اور تاریخ الخلفاء بہت مشہور ہیں۔

چالیس سال کی عمر میں آپ نے درس و تدریس، افتاء و قضا اور تمام دُنیوی تعلقات سے الگ ہوکر گوشہ نشینی اختیار کر لی اور ہمہ تن تصنیف و تالیف اور عبادت و ریاضت و رشدو ہدایت میں مشغول ہو گئے۔ آپ نے ۶۳ سال کی عمر پائی اور ایک معمولی سے مرض ہاتھ کے ورم میں مبتلا ہوکر ۹۱۱ ھ میں المستمسک باللہ کے عہد میں انتقال فرمایا۔

آپ تحریر فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت موت کے چند زمیندار حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے جن میں اشعث بن قیس بھی تھے۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم نے ایک بات دل میں چھپا رکھی ہے بتایئے وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا سبحان اللہ یہ تو کاہن کا کام ہے اور کاہن و کہانت کا مقام دُوزخ ہے۔

فَقَالُوْا كَيْفَ نَعْلَمُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَفًا مِنْ حَصٰى فَقَالَ هٰذَا يَشْهَدُ اَنِّى رَسُوْلُ اللّٰهِ فَسَبَّحَ الْحَصٰى فِىْ يَدِهٖ قَالُوْا نَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ.

(خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۷۵)

تو ان لوگوں نے کہا پھر ہم کس طرح جانیں آپ اللہ کے رسول ہیں؟ تو آپ نے ایک مٹھی کنکری زمین سے اٹھا کر فرمایا کہ یہ گواہی دیں گی کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس ہاتھ میں کنکریوں نے تسبیح پڑھی۔ یہ سنتے ہی ان لوگوں نے کہا کہ ہم بھی گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

بہت سی حدیثوں سے ثابت ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دلوں کی کیفیات پر مطلع تھے۔ لیکن اس موقع پر جو فرمایا کہ یہ کاہن کا کام ہے تو اس میں مصلحت یہ تھی کہ جب حضور ان کے دل کی بات بتا دیتے تو ہوسکتا تھا وہ کہتے کہ یہ تو کاہن بھی کر دیا کرتے ہیں۔ لہٰذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی بجائے کنکریوں سے اپنا کلمہ پڑھوا دیا جو کاہن سے ممکن نہیں۔

اور لکھتے ہیں کہ حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ بدر کی لڑائی میں میری تلوار ٹوٹ گئی۔

فَاَعْطَانِیْ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عُوْداً فَاِذَا ھُوَ سَیْفٌ اَبْیَضُ طَوِیْلٌ وَقَاتَلْتُ بِہٖ حَتّٰی ھَزَمَ اللہُ الْمُشْرِکِیْنَ فَلَمْ یَزَلْ عِنْدَہٗ حَتّٰی ھَلَکَ ۔

پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے ایک لکڑی دی تو وہ سفید لمبی تلوار ہو گئی اور میں نے اس سے لڑائی کی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کو شکست دی۔ وہ تلوار حضرت عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ان کے وفات تک رہی۔ (بیہقی، ابن عساکر، خصائص کبریٰ ج ا ص ۲۰۵)

اور لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار جنگِ اُحد میں ٹوٹ گئی۔

فَاَعْطَاہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَسِیْباً مِنْ نَخْلٍ فَرَجَعَ فِیْ یَدِ عَبْدِاللہِ سَیْفاً ۔

تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو کھجور کی ایک شاخ عطا فرمائی جو ان کے ہاتھ میں تلوار بن گئی۔

(بیہقی، خصائص کبریٰ ج ا ص ۲۱۷)

اور تحریر فرماتے ہیں حضرت ابو عمرہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم ایک غزوہ میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ تو ایک روز بہت پیاسے ہوئے۔ حضور نے ایک چھاگل منگوا کر اس کو اپنے سامنے رکھا اور تھوڑا سا پانی ڈال کر اس میں کلی کی اور جو کچھ اللہ نے چاہا کلام پڑھا۔

ثُمَّ اَدْخَلَ خِنْصَرَہٗ فِیْھَا فَاُقْسِمُ بِاللہِ لَقَدْ رَاَیْتُ اَصَابِعَ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَتَفَجَّرُ یَنَابِیْعَ الْمَاءِ ثُمَّ اَمَرَ النَّاسَ فَشَرِبُوْا وَسَقَوْا

پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی چھوٹی انگلی اس میں ڈال دی خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ آپ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے پھوٹ پڑے۔ پھر آپ نے لوگوں کو

وَمَلَئُوْا قِرَبَهُمْ وَاَوَاوِيَهِمْ فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ ۔

(ابونعیم' خصائص کبریٰ ج۲ص۴۲)

حکم دیا تو لوگوں نے خود پیا اور اپنے جانوروں کو پلایا اور مشکیں و ڈولچیاں بھر لیں۔ یہ دیکھ کر آپ مسکرائے یہاں تک کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔

انگلیاں پائیں ہیں وہ پیاری پیاری' جن سے دریائے کرم ہیں جاری
جوش پر آتی ہے جب غمخواری' تشنے سیراب ہوا کرتے ہیں

(حدائق بخشش)

اور تحریر فرماتے ہیں حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ غزوہ تبوک میں ایک رات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اے بلال ! کیا تمہارے پاس کوئی کھانے کی چیز ہے؟ انہوں نے عرض کیا حضور! آپ کے رب کی قسم ہمارے توشہ دان خالی ہو چکے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اچھی طرح دیکھو اور اپنے توشہ دان جھاڑو۔ سب نے اپنے اپنے توشہ دان جھاڑے تو کل سات کھجوریں ملیں۔ آپ نے ان کو ایک دستر خوان پر رکھا۔ پھر ان پر اپنا مقدس ہاتھ رکھا اور فرمایا بسم اللہ کھاؤ۔ ہم تینوں (حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک کے نیچے سے ایک ایک اٹھا کر) کھانے لگے۔ حضرت بلال فرماتے ہیں کہ میں بائیں ہاتھ میں گٹھلیاں رکھتا جاتا تھا۔ پیٹ بھر کھانے کے بعد جب میں نے ان کو گنا تو وہ چون (۵۴) تھیں۔ اسی طرح ہمارے دونوں ساتھیوں نے بھی پیٹ بھر کھایا۔ جب ہم لوگ سیر ہو گئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اٹھا لیا۔ وہ سات کھجوریں اسی طرح موجود تھیں۔

سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے بلال! ان کھجوروں کو سنبھال کر رکھو۔ ان میں سے کوئی نہ کھائے پھر کام آئیں گی۔ حضرت بلال فرماتے ہیں کہ ہم نے ان کو نہیں کھایا۔ پھر جب دوسرا دن آیا اور کھانے کا وقت ہوا تو آپ نے انہیں سات کھجوروں کو لانے کا حکم فرمایا۔ آپ نے پھر اسی طرح ان پر اپنا دست مبارک رکھا اور

فرمایا بسم اللہ کھاؤ۔ اب ہم دس آدمی تھے سب نے پیٹ بھر کھایا۔ پھر جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک ہٹایا تو بدستور کھجوریں موجود تھیں۔ آپ نے فرمایا اے بلال!

لَوْلَا اِنِّیْ اَسْتَحْیِیْ مِنْ رَّبِّیْ لَاَکَلْنَا مِنْ ھٰذِہِ التَّمَرَاتِ حَتّٰی نَرُدَّ الْمَدِیْنَۃَ عَنْ اٰخِرِنَا وَاَعْطَاھُنَّ غُلَامًا فَوَلّٰی وَھُوَ یَلُوْکُھُنَّ ۔

اگر مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم نہ آتی تو مدینہ واپس ہونے تک ہم ان ہی سات کھجوروں سے کھاتے۔ پھر آپ نے وہ کھجوریں ایک لڑکے کو عطا فرما دیں وہ انہیں کھاتا ہوا چلا گیا۔

(ابونعیم ابن عساکر، خصائص کبریٰ ج اص ۲۷۵)

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے مذکورہ بالا حدیثوں کو خصائص کبریٰ میں لکھ کر اپنا یہ عقیدہ کھلم کھلا واضح کر دیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو من جانب اللہ ہر قسم کے تصرفات عطا کئے گئے تھے۔

اور دیوبند کے مولانا محمد حنیف گنگوہی لکھتے ہیں کہ حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے خاص خادم محمد علی حباک کا بیان ہے کہ ایک روز آپ نے قیلولہ کے وقت فرمایا کہ اگر تم میرے مرنے سے پہلے اس راز کو افشا (ظاہر) نہ کرو تو آج عصر کی نماز مکہ معظمہ میں پڑھوا لوں۔ عرض کیا ضرور فرمایا آنکھیں بند کر لو اور ہاتھ پکڑ کر تقریباً ستائیس (۲۷) قدم چل کر فرمایا آنکھیں کھول دو۔ دیکھا تو ہم باب معلاۃ پر تھے۔ حرم پہنچ کر طواف کیا۔ زم زم پیا۔ پھر فرمایا کہ اس سے تعجب مت کرو کہ ہمارے لئے طی ارض ہوا بلکہ زیادہ تعجب اس کا ہے کہ مصر کے بہت سے مجاورین حرم ہمارے متعارف یہاں موجود ہیں مگر ہمیں نہ پہچان سکے۔ پھر فرمایا چاہو تو ساتھ چلو ورنہ حاجیوں کے ساتھ آ جانا۔ عرض کیا ساتھ ہی چلوں گا۔ باب معلاۃ تک گئے اور فرمایا آنکھیں بند کر لو اور مجھے سات قدم دوڑایا۔ آنکھیں کھولیں تو ہم مصر میں تھے۔ (احوال المصنفین ص ۴۶)

اس واقعہ سے حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنا یہ عقیدہ

ثابت کر دیا کہ چند ساعت میں ایک ملک سے دوسرے ملک پہنچنے بلکہ دوسرے کو پہنچانے کی بھی قوت خدائے تعالیٰ نے مجھے مرحمت فرمائی ہے۔

ہر کہ عشق مصطفیٰ سامان اوست
بحر و بر در گوشۂ دامان اوست

(ڈاکٹر اقبال)

زبدۃ العارفین حضرت علامہ شطنوفی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

(متوفی ۷۱۳ھ)

آپ کو علامہ شمس الدین ذہبی نے اپنی کتاب طبقات المقرئین میں اور خاتم الحفاظ علامہ جلال الدین سیوطی نے حسن المحاضرہ فی اخبار مصر والقاہرہ میں الامام الاوحد یعنی بے نظیر امام کہا ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں۔

لَقَدْ اَدْرَكْتُ الْمَشَائِخَ مِنْ صَدْرِ الْقَرْنِ الْمَاضِيْ يَقُوْلُوْنَ اَرْبَعَةٌ هُمُ الَّذِيْنَ يُبْرِءُوْنَ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ اَلشَّيْخُ عَبْدُ الْقَادِرِ وَالشَّيْخُ بَقَاءُ بْنُ بَطُوْا وَالشَّيْخُ اَبُوْسَعْدِ الْقَيْلُوِيُّ وَالشَّيْخُ عَلِيُّ بْنُ الْهِيْتِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ ۔

میں نے پہلے زمانہ کے مشائخ کو یہ کہتے ہوئے پایا کہ چار بزرگ ایسے ہیں جو مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرتے ہیں شیخ عبدالقادر جیلانی، شیخ بقاء بن بطو، شیخ ابو سعد قیلوی، اور شیخ علی بن ہیتی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

(بہجۃ الاسرار ص ۶۳)

اور تحریر فرماتے ہیں۔

لَقَدْ رَاَيْتُ اَرْبَعَةً مِّنَ الْمَشَائِخِ يَتَصَرَّفُوْنَ فِيْ قُبُوْرِهِمْ كَتَصَرُّفِ الْاَحْيَاءِ الشَّيْخُ عَبْدُ الْقَادِرِ وَالشَّيْخُ

میں نے ایسے چار مشائخ کو دیکھا ہے جو اپنی قبروں میں ایسے تصرف کرتے ہیں جیسے زندہ کرتے ہیں حضرت شیخ عبدالقادر

مَعْرُوْفِ الْكَرْخِيُّ وَالشَّيْخُ عَقِيْلُ الْمُنْجِيُّ وَالشَّيْخُ حَيَاءُ بْنُ قَيْسٍ الْحَرَانِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ

جیلانی، حضرت شیخ معروف کرخی، حضرت شیخ عقیل منجی اور حضرت شیخ حیاء بن قیس حرانی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

(بہجۃ الاسرار ص ۶۳)

اور حضرت شیخ علی بن ہیتی علیہ الرحمۃ والرضوان کے تعارف میں تحریر فرماتے ہیں۔

هُوَ اَحَدُ الْاَرْبَعَةِ الَّذِيْنَ كَانَتْ مَشَائِخَ الْعِرَاقِ يُسَمُّوْنَهُمُ الْبَرَءَةِ عَلٰى مَعْنٰى اَنَّهُمْ يُبْرِءُوْنَ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَهُمُ الشَّيْخُ عَبْدُ الْقَادِرِ الْجِيْلِيُّ وَالشَّيْخُ عَلِيُّ بْنُ الْهِيْتِيُّ وَالشَّيْخُ بَقَاءُ بْنُ بَطُوْ وَالشَّيْخُ اَبُوْ سَعْدِ الْقَيْلَوِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ

آپ ان چار بزرگوں میں سے ایک ہیں جن کو عراق کے مشائخ بـــرءہ کہتے تھے اس معنی سے کہ وہ حضرات مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو اچھا کرتے تھے اور وہ شیخ عبدالقادر جیلانی، شیخ علی بن ہیتی، شیخ بقاء بن بطو اور شیخ ابو سعد قیلوی ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

فَمَا اَخْبَرَنَا اَبُو الْفُتُوْحِ عَبْدُ الْحَمِيْدِ بْنُ مَعَالِي الصَّرْصَرِيُّ قَالَ اَخْبَرَنَا الشَّيْخُ عَلِيُّ الْخَبَّازُ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَيْنِ الْكِيْمَانِيُّ وَالْبَزَّازُ يَقُوْلَانِ اَدْرَكْنَا اَعْيَانَ الْمَشَائِخِ مِنَ الصَّدْرِ الْاَوَّلِ يُسَمُّوْنَ الشَّيْخَ عَبْدِ الْقَادِرِ وَالشَّيْخُ عَلِيَّ بْنَ الْهِيْتِيَّ وَالشَّيْخَ بَقَاءَ بْنَ بَطُوْ وَالشَّيْخَ اَبَا سَعْدِ الْقَيْلَوِيَّ الْبَرَاءَةِ يَعْنِيْ يُبْرِءُوْنَ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ۔

یہ وہ بات ہے جس کی ہم کو ابوالفتوح عبدالحمید بن معالی صرصری نے خبر دی۔ انہوں نے کہا ہم کو شیخ علی بن خباز نے خبر دی۔ انہوں نے کہا میں نے دو عمر کیمانی اور بزاز سے سنا۔ وہ دونوں کہتے تھے کہ ہم نے پہلے زمانہ کے مخصوص مشائخ کو پایا کہ وہ شیخ عبدالقادر جیلانی، شیخ علی بن ہیتی، شیخ بقاء بن بطو اور شیخ ابو سعد قیلوی (علیہم الرحمۃ والرضوان) کو بـراءہ کہتے تھے یعنی یہ مادر زاد اور سفید داغ والے کو اچھا کرتے تھے۔

(بہجۃ الاسرار ص ۱۵۳)

حضرت علامہ شطنوفی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے مذکورہ بالا عبارتوں میں اپنا یہ عقیدہ صاف لفظوں میں بیان کر دیا کہ چار مشائخ مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دیا کرتے تھے۔ ساتھ ہی یہ بھی واضح کر دیا کہ یہ صرف میرا عقیدہ نہیں ہے بلکہ پہلے زمانہ کے بزرگوں کا بھی یہی عقیدہ رہا اور اپنا یہ عقیدہ بھی ظاہر کر دیا کہ چار مشائخ اپنی قبروں میں زندوں کی طرح تصرف کرتے ہیں۔

حضرت علامہ شطنوفی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور تحریر فرماتے ہیں کہ خبر دی ہم کو شیخ صالح ابو محمد عبدالجبار بن احمد بن علی قرشی مصری موودب نے۔ انہوں نے کہا خبر دی ہم کو شیخ امام ابوالربیع سلیمان بن احمد بن علی سعدی مقری مشہور بہ ابن معربل نے انہوں نے کہا کہ میں نے شیخ عارف ابوالعباس احمد بن برکات بن اسماعیل سعدی مقری جو حضرت شیخ ابوعمر وعثمان بن مرزوق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خادم تھے۔ ان سے سنا وہ کہتے تھے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت کے ساتھ ملک شام تک تجرید کے قدم پر سفر کیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی تیسرا ہمارے ساتھ نہ تھا تین دن گزر گئے کہ مجھے کوئی کھانے پینے کی چیز نہ ملی۔ قریب تھا کہ میں زمین پر گر پڑوں۔ جب حضرت نے مجھے اس حال میں دیکھا تو ریت کے ٹیلے پر چڑھ کر دونوں ہاتھوں سے ریت بھر لی فَنَاوَلَنِيهِ سَوِيقاً مَشْرِباً فَاَكَلْتُ مِنهُ حَتّٰى شَبَعْتُ ۔ لیٰن تو مجھ کو بھنا ہوا ستو جس میں شکر پڑی ہوئی تھی دیا میں نے اس کو کھایا یہاں تک کہ میرا پیٹ بھر گیا۔ پھر ٹیلے پر ایک ہاتھ مارا تو اس میں سے ایک میٹھا چشمہ نکل آیا جو کہ دنیا کے میٹھے چشموں سے بہتر تھا میں نے اس سے پانی پیا یہاں تک کہ آسودہ ہو گیا۔ (بہجۃ الاسرار ص ۱۷۵)

حضرت علامہ شطنوفی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور تحریر فرماتے ہیں کہ خبر دی ہم کو وابو محمد مالک بن شیخ ابوالفتح منجی نے۔ انہوں نے کہا خبر دی ہم کو شیخ عارف فقیہ فاضل ابوالفرج عبید بن منیع بن کامل عصعصی مقری نے انہوں نے کہا خبر دی ہم کو شیخ عارف ابو یحییٰ زکریا بن شیخ ابو زکریا یحییٰ بن شیخ بزرگ ابو حفص عمر بن یحییٰ مشہور حدیدی نے۔ انہوں

نے کہا کہ میں نے اپنے باپ سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے شیخ عارف ہوشیار ابوالثنا احمد بن عبدالحمید سنجاری زرعی سے سنا وہ کہتے تھے کہ ایک سال میں نے شیخ سوید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ قدم تجرید پر حج کیا۔

جب ہم ایک جنگل میں پہنچے تو پانی ہمارے پاس ختم ہو گیا اور ہم کو سخت پیاس لگی یہاں تک کہ ہم قریب المرگ ہو گئے۔ حضرت نے راستہ سے تھوڑا ہٹ کر دو رکعت نماز پڑھی اور میں آپ کے ساتھ تھا۔ وہاں ایک پتھر تھا جس پر آپ نے اپنا ہاتھ مارا فَانْفَجَرَتْ مِنْهَا عَيْنٌ شَدِيْدَةُ الْحَلَاوَةِ۔ یعنی تو اس میں سے ایک نہایت میٹھا چشمہ پھوٹ پڑا ہم نے خوب پانی پیا یہاں تک کہ سیر ہو گئے اور حضرت نے اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھر کر مجھے پلایا تو میں نے پانی اور ستو پیا۔ پھر ایک چلو بھرا اور پیا۔ پھر اس پر اپنا ہاتھ پھیرا تو وہ پہلے کی طرح سخت پتھر بن گیا جس پر تری کا کچھ نام و نشان نہ تھا۔ فَاسْتَغْنَيْتُ عَنِ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ سَبْعَةَ اَيَّامٍ یعنی پھر مجھے سات روز تک کھانے پینے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ (بہجۃ الاسرار ص ۱۷۹)

حضرت علامہ شطنوفی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور تحریر فرماتے ہیں کہ خبر دی ہم کو ہمارے شیخ نجیب الدین ابوالفرج عبداللطیف بن شیخ نجم الدین عبدالمنعم بن علی بن صیقل حرانی نے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے باپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا وہ کہتے کہ حضرت شیخ حیات حرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک سال حج کیا۔ جب ایک منزل پر سب قافلہ اترا تو حضرت اور ان کے ساتھی ایک ببول کے درخت کے نیچے بیٹھے۔ ان کے خادم نے عرض کیا اے میرے سردار! میں تازہ کھجور کھانا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا هُزِّ هٰذِهِ الشَّجَرَةَ یعنی اس درخت کو ہلا۔ اس نے عرض کیا اے میرے سردار! یہ تو ببول کا درخت ہے۔ آپ نے فرمایا اسی کو ہلا۔ جب اس نے ہلایا تو اس پر سے تازہ کھجوریں گریں اور ان کو سب نے کھایا یہاں تک کہ وہ سیر ہو گئے اور پھر وہاں سے چل دیئے

(بہجۃ الاسرار ص ۱۸۲)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ خبر دی ہم کو شیخ ابو المعالی عبدالرحیم بن مظفر بن مہذب قرشی نے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے باپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا جو حضرت شیخ علی بن ادریس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مریدوں میں سے تھے۔ انہوں نے بیان کیا کہ ہمارے علاقہ میں ایک ایسا حاکم آیا جس نے ہم لوگوں پر بہت ظلم اور زیادتی کی۔ میں حضرت شیخ علی بن ادریس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کے پاس یعقوبہ کے مقام پر ٹھہرا رہا مگر ان کے رعب و دبدبہ اور ہیبت کی وجہ سے حاکم کے بارے میں ان سے کچھ عرض نہ کر سکا۔ پھر جب چوتھی رات ہوئی اور حضرت مغرب کی نماز پڑھ کر بیٹھے اور تمام مریدوں نے آپ کو چاروں طرف سے گھیر لیا تو آپ نے ایک مرید کے ہاتھ میں تیر اور کمان دیکھ کر فرمایا کہ یہ مجھے دے دے۔ اس نے آپ کو دے دیا۔ پھر شیخ نے تیر کو کمان کے جگر پر رکھ کر مجھے فرمایا کیا میں تیر چلا دوں؟ میں نے عرض کیا اے میرے سردار! اگر آپ چاہیں چلا دیں۔ آپ نے تیر اور کمان کو زمین پر رکھ دیا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد انہیں پھر اٹھایا اور فرمایا کہ میں تیر چلا دوں؟ میں نے کہا اے میرے سردار! اگر آپ چاہیں تو چلا دیں۔ دوسری مرتبہ پھر آپ نے انہیں زمین پر رکھ دیا تیسری بار پھر انہیں اٹھا کر فرمایا کیا میں تیر چلا دوں؟ میں نے عرض کیا اے میرے سردار! جیسی آپکی مرضی ہو۔

تب آپ نے تیر پھینکا تو وہ ایک درخت میں لگا جو آپ کے سامنے تھا۔ آپ میں اور اس درخت میں چار پانچ گز کا فاصلہ تھا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے تیر چلا دیا اور اس ظالم کی گردن پر لگا۔ تو ہم نے اور تمام حاضرین نے نعرۂ تکبیر لگایا۔ اور تیر ہکمان کے مالک نے کھڑے ہو کر ان کو لے لیا۔ جب صبح ہوئی تو ہم کو خبر ملی کہ حاکم اپنے مکان میں مغرب کے بعد گھر کی چھت پر لیٹا ہوا تھا کہ اس کو ایک غیبی تیر پہنچا جو نہ معلوم کہاں سے آیا ہوا تھا اس کی گردن میں لگا جس سے وہ ذبح ہو کر مر گیا (بہجۃ الاسرار ص ۲۳۰)

حضرت علامہ شطنوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مذکورہ بالا واقعات کو لکھ کر بھی اپنا یہ

عقیدہ ثابت کر دیا کہ خدائے تعالیٰ نے اولیائے کرام کو کائنات میں تصرف کا اختیار عطا فرمایا ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

(وصال ۱۰۵۲ھ)

آپ کا نام عبدالحق۔ والد گرامی کا نام سیف الدین بن سعد اللہ ترک دہلوی بخاری۔ ابو المجد کنیت تھی آپ کے آباؤ اجداد بخارہ کے رہنے والے تھے جو دہلی میں آ کر سکونت پذیر ہوئے۔ آپ ماہ محرم ۹۵۸ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد سے دو تین مہینے میں پورا قرآن مجید پڑھ لیا۔ اور ایک ماہ کی قلیل مدت میں لکھنا سیکھ لیا۔ اس کے بعد میزان یاد کی گلستاں بوستان' دیوان حافظ اور مصباح و کافیہ بھی اپنے والد سے پڑھی۔ بارہ سال کی عمر میں شرح شمسیہ و شرح عقائد اور پندرہ سال کی عمر میں مختصر و مطلوب پڑھی اور ابتدائی زمانہ ہی میں ایک سال کچھ مہینے میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ سات آٹھ سال تک فقہائے ماوراء النہر کے درس میں رہے جنہوں نے رخصت ہوتے وقت آپ سے یہ کہا کہ ہم نے تم سے فائدہ اٹھایا تم پر ہمارا کوئی احسان نہیں۔

بائیس سال کی عمر میں تحصیل علم سے فارغ ہو کر مسند تدریس پر جلوہ افروز ہوئے مگر پھر عمر کے اڑتیسویں سال میں مکہ معظمہ چلے گئے وہاں کے محدثین سے بخاری اور مسلم کا درس لیا۔ ماہ رمضان ۹۹۶ھ میں حضرت شیخ عبدالوہاب متقی علیہ الرحمتہ و الرضوان کی خدمت با برکت میں حاضر ہوئے اور مشکوٰۃ شریف پڑھنا شروع کیا۔ درمیان میں تقریباً تین ماہ مدینہ طیبہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر رہے پھر مکہ معظمہ واپس آ کر حضرت شیخ عبدالوہاب سے مشکوٰۃ شریف کا درس مکمل کیا۔ حقیقت میں حدیث تصوف' اور فقہ کی اعلیٰ تعلیم آپ نے اسی برگزیدہ ہستی سے حاصل کی۔ آپ کی ذات پر ہندوستان کو فخر ہے کہ مکہ معظمہ سے ۹۹۹ھ میں واپس آ کر سب سے پہلے علم

حدیث سے ہندوستان کو آپ ہی نے منور کیا ہے اور اپنی تصنیفات سے علم حدیث کو اس ملک کے ہر گوشے میں پہنچا دیا۔

آپ کی کل تصنیفات ساٹھ ہیں جن میں لمعات شرح مشکوٰۃ عربی' اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ فارسی' مدارج النبوۃ' شرح سفر السعادت' شرح فتوح الغیب' جذب القلوب' اخبار الاخیار' زبدۃ الآثار اور ماثبت بالسنۃ وغیرہ بہت زیادہ مشہور و مقبول ہیں۔

سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آپ کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی کہ حضور نے چار بار آپ کو خواب میں اپنے جمال جہاں آرا کے دیدار سے مشرف فرمایا۔۱۰۵۲ھ میں آپ کا وصال ہوا۔شہر دہلی کے مشہور محلّہ مہر ولی شریف میں حوض شمسی کے قریب آپ کا مزار مبارک ہے۔ آج جس کی ویرانی دیکھ کر محبت والے کا دل خون کے آنسو بہاتا ہے کہ عوام تو عوام علمائے اہل سنت حضرت قطب صاحب کے یہاں تو بڑے شوق سے جاتے ہیں مگر اسی محلّہ میں حضرت شیخ کے آستانہ پر حاضری نہ دیتے جب کہ ان کے احسانات سے وہ کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتے۔

حضرت شیخ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں اپنا عقیدہ بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

وازاں جملہ آنست کہ دادہ شد آنحضرت را صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مفاتیح خزائن و سپردہ شد بوے۔ و ظاہرش آنست کہ خزائن ملوک فارس وروم ہمہ بدست صحابہ افتادہ و باطنش آں کہ مراد خزائن اجناس عالم ست کہ رزق ہمہ در کف اقتدار وے سپرد۔ وقوت تربیت ظاہر و باطن ہمہ بودے

حضور ﷺ کو خزانوں کی کنجیاں دی گئیں اور خزانے ان کے سپرد کر دیئے گئے۔ اس کا ظاہر تو یہ ہے کہ شاہان فارس و روم کے سارے خزانے صحابہ کے ہاتھ میں آئے اور باطن یہ ہے کہ اجناس عالم کے خزانے مراد ہیں کہ سب کے رزق ان کے دست قدرت و اختیار میں دیئے گئے ہیں اور انہیں ظاہر و باطن سب کی قوت حاصل تھی۔

(مدارج النبوۃ ج ا ص ۱۳۰)　　　　(مقدمہ اشعۃ اللمعات اردو ص ۱۰۶)

مشکوٰۃ شریف ص ۸۴ پر مسلم شریف کی ایک حدیث ہے جو حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا۔ ســــل یعنی مانگ تو میں نے عرض کیا میں جنت میں حضور کی رفاقت چاہتا ہوں۔ فرمایا کچھ اور؟ میں نے عرض کیا میری مراد تو بس یہی ہے۔ اس حدیث شریف کی شرح کرتے ہوئے حضرت شیخ تحریر فرماتے ہیں۔

واز اطلاق سوال کہ فرمود سل بخواہ و تخصیص نہ کرد بمطلوبے خاص معلوم می شود کہ کار ہمہ مربدست ہمت و کرامت اوست صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہرچہ خواہد ہر کرا خواہد باذن پروردگار خود بدہد۔

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا
وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمُ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

اگر خیریت دنیا و عقبیٰ آرزو داری بدرگاہش بیاو ہرچہ ی خواہی تمنا کن۔

(اشعۃ اللمعات ج ا ص ۳۹۶)

مانگ سوال کو مطلق فرمانے کسی خاص چیز سے مقید نہ فرمانے سے معلوم ہوتا ہے کہ سارا معاملہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مقدس ہاتھوں میں ہے جو کچھ چاہیں جس کیلئے چاہیں اپنے رب کے حکم سے عطا فرما دیں۔ اس لئے کہ دنیا اور اس کی شادابی آپ ہی کی سخاوت سے ہے اور لوح و قلم آپ کے علوم کا ایک حصہ ہے اگر دنیا و آخرت کی بھلائی چاہتے ہو تو ان کی بارگاہ میں حاضر ہو اور جو چاہو مانگ لو۔

اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اختیارِ کلی کے متعلق واضح لفظوں میں تحریر فرماتے ہیں۔

ملک و ملکوت جن و انس و تمامہء عوالم بتقدیر و تصرف الٰہی عزوجل در حیطہ قدرت و تصرف دے بود صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

(اشعۃ اللمعات ج ا ص ۳۳۷ مطبع کلکتہ)

جن و انس کے تمام ملک و حکومت اور سارے جہان خداوند قدوس کی عطا سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدرت و تصرف میں ہیں۔ (مقدمہ اشعۃ اللمعات اردو ج ا ص ۱۰۷)

اور حضرت شیخ بزرگوں کے تصرف کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔

اَلشَّیْخُ عَلِیُّ بْنَ الْھِیْتِیُّ اَحَدُ الْاَرْبَعَۃِ اَلَّذِیْنَ کَانَتْ مَشَائِخُ الْعِرَاقِ یُسَمُّوْنَھُمْ الْبُرُوْءَۃَ عَلٰی اَنَّھُمْ یُبْرِءُوْنَ الْاَکْمَہَ وَالْاَبْرَصْ وَھُمْ الشَّیْخُ عَبْدُ الْقَادِرِ الْجِیْلِیُّ وَالشَّیْخُ عَلِیُّ بْنُ الْھِیْتِیُّ وَالشَّیْخُ بَقَاءُ بْنُ بَطُوْ وَالشَّیْخُ اَبُوْسَعِیْدِ نِالْقَیْلِوِیُّ رَضَی اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ

حضرت شیخ علی بن ہیتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان چار مشائخ میں سے ہیں جنہیں مشائخ عراق بُرُوْءَہ یعنی شفا کہتے تھے اس لئے کہ وہ مادر زاد اندھے اور برص کے مریض کو اچھا کر دیتے تھے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی حضرت شیخ علی بن ہیتی حضرت شیخ بقاء بن بطور حضرت شیخ ابوسعید قیلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم (زبدۃ الاسرار ص۹)

اور بعد وصال اولیاء اللہ کے تصرف کرنے کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

قَالَ الشَّیْخُ عَلِیُّ نِ الْقَرْشِیُّ رَضَی اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ رَاَیْتُ اَرْبَعَۃً مِّنَ الْمُشَائِخِ یَتَصَرَّفُوْنَ فِیْ قُبُوْرِھِمْ کَتَصَرُّفِ الْاَحْیَاءِ الشَّیْخُ عَبْدُالْقَادِرِ وَالشَّیْخُ مَعْرُوْفُ نِالْکَرْخِیُّ وَالشَّیْخُ عَقِیْلُ نِ الْمُنْجِیُّ وَالشَّیْخُ حَیَاتُ بْنُ قَیْسِ نِ الْحَرَانِیُّ رَضَی اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ ۔

حضرت شیخ علی قرشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے چار ایسے مشائخ کو دیکھا جو اپنی قبروں میں زندوں کی طرح تصرف کرتے ہیں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی' حضرت شیخ معروف کرخی' حضرت شیخ عقیل منجی اور حضرت شیخ حیات بن قیس حرانی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ۔ (زبدۃ الاسرار ص۹)

اور اسی کے مثل آپ نے اشعۃ اللمعات ج ا ص۷۱۵ میں بھی تحریر فرمایا ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان نے مذکورہ بالا تحریروں سے اپنا یہ عقیدہ واضح کر دیا کہ خدائے تعالیٰ نے تمام عالم کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تصرف میں کر دیا ہے اور اولیاء اللہ بھی اپنی ظاہری زندگی اور بعد وصال دونوں حالتوں میں تصرف کرتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

(متوفی ۱۱۷٦ھ)

آپ لکھتے ہیں کہ حضرت خلیفہ ابوالقاسم اکبر آبادی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سفر حج میں جہاز کے اپنے ساتھیوں کو مقامات اولیاء اور کرامات اولیاء سنایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ اولیاء کے پانی پر چلنے اور دُور دراز مقامات کو آناً فاناً طے کرنے کی بات چل پڑی تو جہاز کے کپتان نے ان کرامات سے انکار کر دیا اور کہنے لگا کہ ایسے جھوٹ کے تو مار بہت سننے میں آتے ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ یہ سن کر آپ کی غیرت ایمانی جاگ اٹھی اور سمندر میں چھلانگ لگا دی۔

یہ دیکھ کر لوگوں نے کپتان کو ملامت کی اور وہ خود بھی اس بات پر نادم ہوا کہ میرے جھگڑنے کی وجہ سے فقیر ہلاک ہوا۔ اور خلیفہ کے ساتھی بھی حضرت کی جدائی کے تصور سے غمگین ہونے لگے۔ عین اسی وقت حضرت خلیفہ نے بلند آواز سے کہا کہ رنجیدہ نہ ہوں میں خیر و عافیت سے پانی کے اوپر چل رہا ہوں۔ یہ سن کر تمام اہل جہاز اور کپتان نے آئندہ فقیروں کے ساتھ گستاخی کرنے سے توبہ کی اور حلقۂ نیاز منداں میں شامل ہو گئے ان کے رجوع و توبہ کے بعد حضرت خلیفہ صحیح و سالم جہاز پر چڑھ آئے۔

(انفاس العارفین ص ۷۷)

اور لکھتے ہیں کہ رحمت اللہ کفش دُوز نے بیان کیا کہ ایک موقع پر حضرت شیخ ابو الرضا محمد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اور میں ان کے سامنے ایک درخت کے نیچے کھڑا تھا کہ آپ کی خدمت میں ایک شخص نے کہا کہ حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بعض اوقات کسی کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھتے تھے تو قوت جذب اور شیخ کی گرمی نگاہ سے اس کی جان نکل جاتی تھی۔ آج کل ہم مشائخ کا شور سنتے ہیں مگر کسی کی قوت باطنی میں یہ تاثیر نہیں دیکھی۔ یہ سن کر حضرت شیخ نے جوش میں فرمایا کہ بایزید

روحیں تو نکال لیتے تھے مگر جسم میں واپس نہیں لوٹاتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے دل کو اپنے قلب اطہر کے زیر سایہ ایسی تربیت اور وہ قوت عطا فرمائی ہے کہ جب چاہوں کسی کی روح کھینچ لوں اور جب چاہوں اسے واپس لوٹا دوں۔

عین اسی وقت شیخ نے مجھ پر نظر کر کے میری روح کھینچ لی اور میں زمین پر گر کر مر گیا اور مجھے اس دنیا کا کوئی شعور نہیں رہا سوائے اس کے کہ میں نے اپنے آپ کو ایک بہت بڑے دریا میں ڈوبا ہوا پایا آپ نے اعتراض کرنے والے کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اسے دیکھو مردہ ہے یا زندہ؟ اس نے سوچ کر کہا کہ مردہ ہے۔ فرمایا اگر تو چاہے تو اسے مردہ چھوڑ دوں اور اگر پسند کرے تو اسے زندہ کر دوں۔ کہنے لگا اگر زندہ ہو جائے تو یہ انتہائی مہربانی ہو گی آپ نے مجھ پر دوبارہ توجہ ڈالی تو میں زندہ ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔ تمام حاضرین مجلس حضرت شیخ کی قوت حال سے بہت متعجب ہوئے۔ (انفاس العارفین ص ۲۰۷)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ ایک بار سید برہان بخاری قولنج* کے درد میں مبتلا ہو گئے اور شدید بے چینی محسوس کرنے لگے۔ حضرت شیخ محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عرض کیا گیا۔ تو آپ ان کے گھر تشریف لے گئے اور ان کے سرہانے بیٹھ کر ان کے مرض کو اس طرح کھینچ لیا کہ انہیں فوراً شفائے کاملہ ہوئی۔ البتہ کبھی کبھی قولنج* کا یہ عارضہ حضرت شیخ کو ہو جاتا تھا۔ (انفاس العارفین ص ۳۶۷)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ احمد نخلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فرزند حضرت شیخ عبدالرحمٰن نخلی قدس سرہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے دادا کے یہاں اولاد نرینہ زندہ نہیں رہتی تھے۔ جس کی وجہ سے وہ پریشان رہتے تھے۔ جب شیخ احمد پیدا ہوئے تو ان کیلئے اولیاء اللہ سے دعا کی درخواست کی اور ان سے استمداد و روحانی توجہ کے طالب ہوئے۔ وہ ہر جمعہ کے دن شیخ احمد نخلی کو حضرت شیخ تاج سنبھلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں بھیجتے تھے۔ ایک روز اتفاق سے شیخ تاج سنبھلی نے قدرے تامل کے بعد شیخ احمد کو لانے والے خادم کے ذریعہ کہلا بھیجا کہ یہ بچہ آپ کی طرح کا نہیں۔ بلکہ آپ سے بڑھ کر

* یعنی بادسول ریاحی درد ۱۲۔ انوار احمد قادری

صاحب فضل اور سعادت مند ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اس کی عمر کم ہے۔

جب خادم اپنے مالک کے پاس پہنچا اور انہیں شیخ تاج سنبھلی کا پیغام سنایا تو انہوں نے یہ کہہ کر اسے فوراً واپس بھیجا کہ میری طرف سے حضرت شیخ تاج سنبھلی کی خدمت میں التماس کرو کہ آقائے من! میں نے اپنی عمر اس بچہ کو دے دی ہے اور اس بارے میں آپ سے سفارش کا طالب ہوں۔ جب حضرت شیخ نے یہ پیغام سنا تو فوراً توجہ کی اور چند منٹ کے بعد اس خادم سے کہا اپنے مالک سے کہہ دو کہ ان کا مدعا پورا ہو گیا ہے اور اپنی طرف سے انہیں (یعنی شیخ احمد نخلی کے والد کو) تین ماہ کی مہلت سفر آخرت کی تیاری کے لئے عطا کی۔ چنانچہ شیخ احمد نخلی کے والد اسی مدت میں اس عالم فانی سے رخصت ہو گئے اور شیخ احمد نخلی نے نوے سال کی عمر پائی (انفاس العارفین ص ۳۹۳)

مذکورہ بالا واقعات کو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے تحریر فرما کر اپنا یہ عقیدہ بالکل واضح کر دیا کہ خدائے تعالیٰ نے اولیاء اللہ کو کائنات عالم میں تصرف کرنے کی بے پناہ قوت عطا فرمائی ہے یہاں تک کہ وہ بیک نگاہ زندہ سے مردہ اور مردہ سے زندہ کر دینے کا اختیار رکھتے ہیں اور لوگوں کی عمریں گھٹانے بڑھانے پر بھی قادر ہوتے ہیں۔ اگر حضرت شاہ صاحب کا ایسا عقیدہ نہ ہوتا تو وہ ان واقعات کو اپنی کتاب میں ہرگز نہ لکھتے۔ بلکہ آپ اولیاء اللہ کے تصرفات کو بیان کرتے ہوئے اپنا عقیدہ صاف لفظوں میں لکھتے ہیں کہ

وَلِلنَّقْشَبَنْدِيَّةِ تَصَرُّفَاتٌ عَجِيبَةٌ مِنْ	اور نقشبندیوں کے لئے عجائب تصرفات ہیں
جَمْعِ الْهِمَّةِ عَلٰى مُرَادٍ فَيَكُوْنُ عَلٰى	ہمت- باندھنا کسی مراد پر پس ہوتی ہے وہ
وَفَقِ الْهِمَّةِ وَالتَّاثِيْرِ فِى الطَّالِبِ	مراد ہمت کے موافق۔ اور طالب میں تاثیر
وَدَفْعِ الْمَرَضِ عَنِ الْمَرِيْضِ	کرنا اور بیماری کو مریض سے دفع کرنا اور
وَاِفَاضَةِ التَّوْبَةِ عَنِ الْعَاصِىْ	عاصی پر توبہ کا افاضہ کرنا اور لوگوں کے دلوں
وَالتَّصَرُّفِ فِىْ قُلُوْبِ النَّاسِ حَتّٰى	میں تصرفات کرنا تاکہ وہ محبوب اور معظم ہو

يُحِبُّوا وَيُعَظِّمُوْا وَفِيْ مَدَارِكِهِمْ حَتّٰى تَتَمَثَّلَ فِيْهَا وَاقِعَاتٌ عَظِيْمَةٌ وَالْإِطِّلَاعِ عَلٰى نِسْبَةِ اَهْلِ اللّٰهِ مِنَ الْاَحْيَاءِ وَاَهْلِ الْقُبُوْرِ وَالْاِشْرَافِ عَلٰى خَوَاطِرِ النَّاسِ وَمَا يَخْتَلِجُ فِي الصُّدُوْرِ وَكَشْفِ الْوَقَائِعِ الْمُسْتَقْبِلَةِ وَدَفْعِ الْبَلِيَّةِ النَّازِلَةِ وَغَيْرِهَا وَنَحْنُ نُنَهِّكُ عَلٰى نَمُوْذَجٍ مِّنْهَا ۔

(القول الجمیل ص ۱۰۳)

(شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل)

جائیں یا ان کے خیالات میں تصرف کرنا تا کہ ان میں واقعات عظیمہ متمثل ہوں اور آگاہ ہو جانا اہل اللہ کی نسبت پر زندہ ہوں یا اہل قبور اور لوگوں کے خطرات قلبی پر اور جو ان کے سینوں میں خلجان کر رہا ہے اس پر مطلع ہونا اور وقائع آئندہ کا مکشوف ہونا۔ اور بلائے نازل کو دفع کر دینا اور سوائے ان کے اور بھی تصرفات ہیں اور ہم تجھ کو اے کتاب کے دیکھنے والے! ان میں سے بعض تصرفات پر آگاہ کرتے ہیں بطریق نمونے کے۔

اور لکھتے ہیں والد ماجد نے فرمایا کہ اکبر آباد میں مرزا محمد زاہد سے تعلیم کے دوران ایک دفعہ سبق سے واپسی پر ایک لمبی گلی سے گزر رہوا۔ اس وقت میں خوب ذوق میں حضرت شیخ سعدی شیرازی کے یہ اشعار گنگنا رہا تھا۔

جز یاد دوست ہرچہ کنی عمر ضائع ست   جز سر عشق ہرچہ بخوانی بطالت ست

سعدی بشوی لوح دل از نقش غیر حق   علمے کہ رہ حق نہ نماید جہالت ست

(محبوب کی یاد کے علاوہ جو کچھ تو کرے عمر ضائع ہے۔ عشق کے رمز کے سوا تو جو کچھ پڑھے سب باطل ہے۔ اے سعدی! ایسا نقش جو حق کے علاوہ ہو اس سے دل کی تختی دھو ڈال۔ جو علم کہ راہ حق نہ دکھائے جہالت ہے)

والد ماجد نے فرمایا۔ اتفاق کی بات چوتھا مصرع میرے ذہن سے اتر گیا۔ ہر چند ذہن پر زور دیا لیکن یاد نہ آیا۔ اس تار کے ٹوٹنے سے میرے دل میں سخت اضطراب اور بے ذوقی کی کیفیت پیدا ہوئی کہ اچانک ایک فقیر منش، ملیح چہرہ، دراز زلف پیر مرد نمودار ہوا اور اس نے مجھے بتایا۔

علمے کہ رہ حق نہ نماید جہالت ست

میں نے کہا جَـزَاكَ اللهُ خَيْـرَ الْـجَزَاء آپ نے مجھے کتنی پریشانی سے نجات دلائی ہے اور میں نے ان کی خدمت میں کچھ پان پیش کئے انہوں نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔ یہ بھولا ہوا مصرع یاد دلانے کی مزدوری ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ یہ تو بطور ہدیہ اور شکریہ پیش کر رہا ہوں اس پر انہوں نے فرمایا میں پان استعمال نہیں کیا کرتا۔ میں نے عرض کیا پان کے استعمال میں کوئی شرعی پابندی ہے یا طریقت کی رکاوٹ؟ اگر کوئی ایسی بات ہے تو مجھے بتایئے تا کہ میں بھی اس سے احتراز کروں۔ انہوں نے فرمایا ایسی کوئی بات نہیں۔ البتہ میں پان کھایا نہیں کرتا۔ پھر فرمانے لگے مجھے جلدی جانا چاہیے۔ میں نے کہا میں بھی جلدی چلوں گا۔ انہوں نے فرمایا میں بہت جلد جانا چاہتا ہوں۔ یہ کہہ کر انہوں نے قدم اٹھایا اور گلی کے آخر میں رکھا۔ میں نے جان لیا کہ کسی اہل اللہ کی روح مبارک انسانی شکل میں جلوہ گر ہے۔ میں نے آواز دی اپنے نام سے تو اطلاع کرتے جایئے تا کہ میں فاتحہ تو پڑھ لیا کروں۔ فرمایا فقیر کو سعدی کہتے ہیں۔ (انفاس العارفین ص ۱۱۲)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس واقعہ کو لکھ کر اپنا یہ عقیدہ ثابت کیا کہ اللہ والے بعد وصال بھی تصرف کی وہ قوت رکھتے ہیں کہ انسانی شکل میں دور دراز مقامات پر بھی پہنچ کر لوگوں کی مدد کرتے ہیں اور ان کو پریشانیوں سے چھٹکارا دلاتے ہیں۔

زُبدۃ العرفاء حضرت علامہ نبہانی * کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ والرضوان۔ متوفی ۱۳۵۰ھ)

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت شیبان راعی علیہ الرحمتہ والرضوان سفر حج کے لئے نکلے۔ راستے میں ایک جگہ ایک شیر ہمارے سامنے آ گیا میں نے حضرت شیبان سے کہا دیکھئے یہ کتا ہمارے

* آپ کا مختصر تعارف اسی کتاب کے بیان حاضر و ناظر میں ملاحظہ ہو۔ ۱۲ انوار احمد قادری

راستے میں حائل ہو گیا ہے۔ فرمانے لگے سفیان! خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ شیر نے حضرت کے الفاظ سنے تو دم ہلانے لگا جس طرح پالتو کتا دم ہلاتا ہے۔ حضرت شیبان اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کے کان پکڑ کر مروڑے۔ میں نے کہا یہ تو شہرت طلبی ہوئی۔ فرمانے لگے ثوری! اس میں کون سی شہرت طلبی ہے میں تو شہرت کو پسند نہیں کرتا۔ اگر مجھے شہرت پسند ہوتی تو میں مکہ شریف تک اپنا سامان اس کی پشت پر لاد کر لے جاتا۔

(جامع کرامات اولیاء ص ۴۷۴)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ حضرت محمد بن احمد حمدویہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے مہمان ہوئے۔ آپ ان کے پاس تواضع کے لئے میدہ کی روٹیاں اور بھونا ہوا گوشت لائے۔ وہ لوگ کہنے لگے یہ تو ہمارا کھانا نہیں ہے۔ آپ نے پوچھا آپ لوگوں کا کھانا کیا ہے؟ کہنے لگے بس سبزی ہی ہے۔ آپ نے انہیں سبزی پیش کر دی اور خود گوشت تناول فرمایا۔ وہ لوگ رات بھر عبادت میں مصروف رہے اور حضرت پوری رات پیٹھ کے بل سوتے رہے۔ صبح کی نماز ان کے ساتھ پڑھی۔ پھر فرمایا حضرات! آیئے ذرا سیر و تفریح کر آئیں۔ سب ایک تالاب پر پہنچے آپ نے اپنی چادر پانی پر بچھائی اور اس پر کھڑے ہو کر نماز پڑھی نماز سے فارغ ہو کر چادر اٹھائی اسے پانی نہیں لگا تھا پھر فرمایا یہ تو گوشت کا عمل ہے بتایئے سبزی کا عمل کہاں تک ہے۔ (جامع کرامات اولیاء ص ۴۸۱)

اور لکھتے ہیں کہ ایک عورت اپنے بچے کو لے کر سمندر کی طرف گئی۔ حبشی کشتی میں سوار ہو کر وہاں آئے۔ بچے کو پکڑ کر اپنی کشتی میں بٹھایا اور سمندر میں کشتی لے کر چل دیئے۔ حضرت شیخ محمد بن یوسف بوارقی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے عبادت خانہ سے باہر تشریف لا رہے تھے کہ وہ عورت آپ کے دامن سے چمٹ گئی اور کہنے لگی حبشی لڑکا لے کر چلتے بنے ہیں اور اب وہ اس کشتی میں ہیں۔ حضرت شیخ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سمندر کی طرف بڑھے۔ اور فرمایا اے ہوا! تھم جا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہوا رک گئی پھر آپ نے کشتی والوں کو پکارا کہ بچہ اس کی ماں کو دے دو۔ لیکن وہ نہ مانے اور آگے بڑھتے

رہے۔ آپ نے فرمایا اے کشتی ٹھہر جا کشتی کھڑی ہوگئی آپ پانی پر چل کر گئے اور بچے کو کشتی سے لے کر ماں کے پاس پہنچا دیا۔ (جامع کرامات اولیاء ص ۴۸۵)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ ملک زاہر کے پاس اولیاء اللہ کے دشمن گروہ کے کچھ افراد حضرت شیخ محمد مسقار رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلاف شکایتیں کیں۔ بادشاہ نے بطور تمسخر آپ کے پاس اپنے ہاتھ دو برتن شراب سے بھر کر ہدیہ بھیجے۔ حضرت شیخ نے برتن دیکھ کر اھلاً و سھلاً فرما کر فقیروں کو برتنوں کا منہ کھولنے کا حکم فرمایا۔ بادشاہ کا ایلچی کہنے لگا حضور! یہ آستانہ خراب ہو جائے گا (یعنی شراب سے گندہ ہو جائے گا) آپ نے فرمایا کھول دو کوئی حرج نہیں۔ فقیروں نے برتنوں کا منہ کھول دیا مگر کوئی چیز باہر نہ نکلی۔ فرمایا ذرا جھکاؤ اور دباؤ۔ جب برتن جھکایا تو ایک سے شہد اور دوسرے سے بہترین قسم کا گھی نکلا۔ بادشاہ کا ایلچی یہ دیکھ کر بے ہوش ہو گیا حضرت شیخ نے فقیروں کے ہاتھ اس میں سے تھوڑا سا بادشاہ زاہر کو تبرکاً بھیجا۔ اس نے توبہ کی اور اس کے دل کی دنیا بدل گئی۔

(ایضاً ص ۵۶۰)

اور لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ صالح و عابد محمد بن ناصر شہیدی کہتے ہیں کہ میں حضرت مرشد محمد بن عمر ابوبکر قوام علیہ الرحمتہ والرضوان (متوفی ۶۵۸ ھ) کے پاس تھا۔ آپ نے اسی مسجد میں نماز عصر پڑھی جہاں عموماً پڑھا کرتے تھے۔ بہت بڑے ہجوم نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔ حاضرین میں سے ایک شخص عرض کرنے لگا حضور! مرد کامل کی نشانی کیا ہے جسے تصرف حاصل ہو؟ مسجد کا کھمبا سامنے تھا۔ فرمایا مرد متمکن و متصرف کی نشانی یہ ہے کہ وہ اس کھمبے کی طرف اشارہ کرے تو کھمبا روشنی سے جگمگانے لگے۔ لوگوں نے کھمبے کو دیکھا تو وہ آپ کے ارشاد کے مطابق جگمگا رہا تھا۔ (جامع کرامات اولیاء ص ۵۶۷)

اور آپ لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر بن قوام رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا معبود کی عزت کی قسم مجھے وہ حال عطا ہوا ہے کہ اگر بغداد کو کہوں کہ مراکش کی جگہ چلا جا۔ نیا

مراکش کو کہوں بغداد بن جا تو ایسا ہی ہو۔ اور آپ نے ایک جماعت کی موجودگی میں ارشاد فرمایا کہ میں اسی طرح عرش کا پایہ دیکھ رہا ہوں جس طرح تمہارے چہرے ملاحظہ کر رہا ہوں (ایضاً ص ۵۷۹)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابو عبداللہ محمد بن عیسیٰ زیلعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک جوان لڑکا تھا۔ دیہاتی عربوں کی عادت کے مطابق ایک دعوت میں تلوار ہاتھ میں لئے ہوئے لوگوں کے ساتھ کھیل کود میں مشغول تھا۔ اتفاق سے تلوار ایک شخص کی آنکھ میں لگ گئی اور اس کی آنکھ باہر نکل آئی۔ حضرت کو علم ہوا تو اسے بلایا۔ آنکھ کو پھر اس کی جگہ پر رکھا اور اس پر تھوکا آنکھ بالکل ٹھیک ہوگئی۔ اور اپنے گاؤں والی مسجد کی آپ تعمیر کرا رہے تھے کہ ایک آدمی اوپر سے نیچے گرا اور اس کی گردن ٹوٹ گئی۔ اسے آپ کی خدمت میں اٹھا لائے آپ نے ہاتھ پھیر کر اس پر تھوک لگا دیا تو اس کی گردن سیدھی ہو گئی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ پھر وہ اسی وقت اٹھ کر کام کرنے لگ گیا۔ (جامع کرامات اولیاء ص ۶۳۰)

اور علامہ نبہانی لکھتے ہیں کہ ابو بکر مکدش سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت فقیہ محمد بن علی یوسف اشکل یمنی رحمتہ اللہ علیہ سے کہا میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے کوئی کرامت دکھائیں آپ نے فرمایا دیکھئے۔ میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کو آگے بڑھا کر پھیلائے ہوئے تھے۔ ان میں ایک سے آگ نکل رہی تھی اور دوسری سے پانی ابل رہا تھا فرمانے لگے ابوبکر تم نے کرامت دیکھ لی؟ میں نے کہا جی ہاں۔ بقول شرجی پھر آپ نے انگلیاں بند کر لیں۔

(جامع کرامات اولیاء ص ۶۵۵)

علامہ نبہانی اور تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ محمد شربینی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے صاحبزادے حضرت احمد فرماتے ہیں کہ حضرت اپنی لاٹھی کو حکم دیا کرتے تھے کہ ایک بہادر انسان کی شکل دھار لے۔ وہ اسی وقت انسانی شکل میں آجاتی۔ آپ اسے حاجتیں

پوری کرنے کے لئے بھیج دیتے اس کے بعد پھر وہ لاٹھی بن جاتی۔

(جامع کرامات اولیاء ص ۲۳۷)

اور لکھتے ہیں کہ حضرت امام شعرانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں جب آپ کا لڑکا احمد شدت مرض سے کمزور ہو گیا۔ حتیٰ کہ موت کے دروازہ پر پہنچ گیا اور حضرت عزرائیل علیہ السلام اس کی روح قبض کرنے آ گئے تو حضرت نے ان سے فرمایا کہ اس کی موت کا معاملہ منسوخ ہو گیا ہے آپ واپس جا کر اللہ تعالیٰ سے پوچھ لیں۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام واپس تشریف لے گئے اور احمد اس بیماری کے بعد تیس سال تک زندہ رہے۔

(ایضاً ص ۲۳۷)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت محمد بن ابوالحسن بکری مصری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۹۹۴ھ) ایک دن سیر کے لئے نکلے۔ ساتھیوں میں سے ایک کو فرمایا جاؤ اور ہمارے لئے کھانا خرید لاؤ۔ اس نے کہا حضور جس شخص کے پاس رقم ہے وہ ابھی نہیں آیا ہے حضرت نے فرمایا ہمارا خرچ اللہ جل مجدہ کے علاوہ کسی کے ذمہ نہیں پھر آپ نے ہاتھ بڑھا کر درخت کا ایک پتہ توڑا اور اس آدمی کو پکڑا دیا اس نے دیکھا تو وہ دینار تھا فرمایا جاؤ اور ہمارا کھانا خرید لاؤ۔ حاضرین یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔

(بحوالہ الکوکب الدری جامع کرامات اولیاء ص ۴۸۳)

حضرت علامہ نبہانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان واقعات کو لکھ کر اپنا یہ عقیدہ واضح طور پر ثابت کر دیا کہ خدائے تعالیٰ نے اولیائے کرام کو کائنات میں طرح طرح کے تصرف کا اختیار عطا فرمایا ہے یہاں تک کہ جب وہ چاہتے ہیں درخت کے پتے کو سونے کا سکہ بنا لیتے ہیں اور عصا (لاٹھی) کو آدمی بنا لیتے ہیں اگر حضرت علامہ نبہانی کا ایسا عقیدہ نہ ہوتا تو وہ اس قسم کے واقعات کو اپنی کتاب میں ہرگز نہ لکھتے۔

صاحب قلائد الجواہر علامہ تاذفی کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ والرضوان)

آپ حضرت شیخ محی الدین ابوالعباس سید احمد رفاعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۵۷۸ھ) کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ آپ ان چار ہستیوں میں سے ہیں جو بحکم الٰہی اندھوں کو بینا، کوڑھیوں کو تندرست اور مردوں کو زندہ کر دیتے تھے۔

(قلائد الجواہر ص ۲۸۹)

اور حضرت شیخ علی بن ہیئ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۵۶۴ھ) کے بارے میں لکھتے ہیں کہ آپ ان شیوخ میں ایک ہیں جو اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا کر دیتے تھے۔ (قلائد الجواہر ص ۳۱۳)

اور حضرت شیخ ابونعمہ مسلمہ بن نعمہ سرودی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۴۶۶ھ) کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ آپ ان ہستیوں میں سے ایک تھے جن کے تصرف میں اللہ تعالیٰ تکوینی نظام دیتا ہے۔ (قلائد الجواہر ص ۳۲۳)

اور حضرت شیخ رُسلان دمشقی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ آپ کا تصرف سب پر نافذ تھا۔ (قلائد الجواہر ص ۳۳۹)

اور حضرت شیخ ابومحمد قاسم بن عبدالبصری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۵۸۰ھ) جو عراق کے عارفین و مقربین میں بہت بلند مقام پر فائز تھے۔ ان کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ آپ اُن ہستیوں میں سے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ ظاہر کر کے عالم تکوینی کے نظام میں تصرف کا فرض تفویض کر دیتا ہے۔ (قلائد الجواہر ص ۳۴۹)

اور حضرت شیخ ابو الحسن جوسقی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جو حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں عراق کے مشہور بزرگ گزرے ہیں۔ ان کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ آپ ان برگزیدہ ہستیوں میں سے ایک تھے جن کو اللہ تعالیٰ مخلوق کے لئے

ظاہر فرما کر وجود مخلوق میں تصرف کا حق ادا کر دیتا ہے۔ (قلائد الجواہر ص ۳۵۷)

اور حضرت شیخ عبدالرحمان طفسونجی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں عراق کے مشہور مشائخ میں سے تھے۔ اُن کے بارے میں لکھتے ہیں کہ آپ جو بات بھی کہہ دیتے وہ ضرور پوری ہوئی۔ خواہ برسوں کے بعد ہی کیوں نہ ہو۔ (قلائد الجواہر ص ۳۶۴)

اور حضرت شیخ بقا بن بطو رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جو حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں عراق کے صاحبِ کرامت بزرگ گزرے ہیں اُن کے بارے میں لکھتے ہیں کہ آپ ان چار ہستیوں میں سے ایک ہیں جو بحکم الٰہی اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا اور مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے۔ (قلائد الجواہر ص ۳۶۹)

اور حضرت شیخ مطر بازرانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جو حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں عراق کے جلیل القدر اور صاحب کرامت شیوخ میں سے ہوئے ہیں۔ ان کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کے تصرفات اظہر من الشمس تھے۔ (قلائد الجواہر ص ۳۷۴)

اور حضرت شیخ ابومدین شعیب مغربی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ آپ کو تصرفات میں یدطولیٰ و احکام ولایت میں ید بیضا حاصل تھا۔ اور آپ ان ہستیوں میں سے ایک تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے کائنات میں تصرف کی قوت عطا فرمائی تھی اور جن کے دست تصرف میں مملکت باطنی کی عنان تھی۔ (قلائد الجواہر ص ۳۷۸)

اور حضرت شیخ ابو المفاخر عدی بن ابوالبرکات رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جو عراق کے سر بر آوردہ مشائخ میں سے تھے ان کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کو تصرف میں یدطولیٰ اور احکام ولایت میں ید بیضا حاصل تھا۔ (قلائد الجواہر ص ۳۸۷)

اور حضرت شیخ جاکیر کروی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جو عراق کے مشہور مشائخ میں سے ہیں ان کے متعلق لکھتے ہیں کہ آپ ان ہستیوں میں سے تھے جن کے تصرف میں لوگوں

کے قلوب دے دیئے جاتے ہیں۔ (قلائد الجواہر ص ۳۹۴)

اور شیخ عثمان بن مرزوق رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۵۶۴ھ) جو مصر کے سر برآوردہ بزرگوں میں سے تھے اُن کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ آپ ان ہستیوں میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ تصرفات کی طاقت عطا فرما دیتا ہے۔ (قلائد الجواہر ص ۳۹۷)

اور حضرت شیخ سوید سنجاری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جو مشائخ مشرق کے سردار اور عارفین و محققین کے اکابر میں سے تھے۔ اور حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے بے حد مداح تھے ان کے متعلق لکھتے ہیں کہ آپ ان ہستیوں میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر تصرف تام عطا فرما دیتا ہے۔ (قلائد الجواہر ص ۴۰۰)

اور حضرت شیخ حیات بن قیس حرانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۵۸۱ھ) کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ آپ اُن برگزیدہ ہستیوں میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ موجودات میں تصرف کا حق عطا فرماتا ہے۔ (قلائد الجواہر ص ۴۰۳)

اور حضرت شیخ قضیب البیان موصلی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۵۰۷ھ) کے متعلق لکھتے ہیں کہ آپ کا شمار اُن بزرگوں ہستیوں میں ہوتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ قبولیت تامہ عطا کر دیتا ہے اور تکوینی نظام ان کے سپرد کر دیتا ہے۔ (قلائد الجواہر ص ۴۱۴)

اور حضرت شیخ ادریس بن مکارم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جو حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں عراق کے مشہور مشائخ اور عارفین کے سر برآوردہ بزرگوں میں سے تھے ان کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ آپ ان ہستیوں میں سے تھے جن کو اللہ رب العالمین عالم میں تصرفات کے اختیار عطا کر دیتا ہے۔ (قلائد الجواہر ص ۴۲۲)

اور حضرت شیخ صالح ابو عبداللہ بن محمد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۵۹۹ھ) جو مصر کے مشہور مشائخ میں سے ہوئے ہیں۔ ان کے متعلق لکھتے ہیں کہ آپ ان ہستیوں میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ موجودات میں تصرف تام عطا فرما دیتا ہے۔ (قلائد الجواہر ص ۴۳۲)

اور حضرت شیخ ابو اسحاق بن علی المعروف بہ اعرب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی

۶۰۹) جو عراق میں بطائح کے مشائخ میں بہت بڑے محقق اور عارف ہوئے ہیں ان کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ آپ ان برگزیدہ ہستیوں میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ عالم ظاہری تکوینی نظام تفویض فرما دیتا ہے۔ (قلائد الجواہر ص ۴۴۱)

اور حضرت شیخ ابوالحسن علی بن حمید المعروف بہ صباغ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۶۱۲ھ) جو مصر کے مشہور مشائخ اور محققین و عارفین میں سے ہوئے ہیں۔ ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ آپ ان ہستیوں میں سے تھے جن کی شخصیت کو عالم میں تصرف تام عطا کیا گیا تھا۔ (قلائد الجواہر ص ۴۵۴)

حضرت علامہ محمد یحییٰ تادنی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی مذکورہ بالا عبارتوں سے روز روشن کی طرح ان کا یہ عقیدہ ظاہر ہو گیا کہ خدائے تعالیٰ بہت سے اولیائے کرام کو کائنات میں پورا تصرف عطا فرما دیتا ہے۔

اور تحریر فرماتے ہیں کہ مغرب (یعنی مراکش کے علاقہ) کا ایک شخص عبدالرحمان نامی حضرت شیخ علی بن وہب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایک چاندی کا ٹکڑا آپ کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ اس کو میں نے فقراء کے لئے تیار کیا ہے یہ سن کر آپ نے حاضرین میں سے ایک شخص سے فرمایا۔ تمہارے اور دوسروں کے پاس تانبے کے جتنے برتن ہوں لے آؤ اور جب لوگ بہت سے برتن لے آئے تو شیخ نے برتنوں کو بیچ خانقاہ میں رکھ کر ان پر چلنا شروع کر دیا کچھ دیر بعد ان میں سے بعض نے سونے کی شکل اختیار کر لی اور بعض نے چاندی کی۔ پھر شیخ نے برتن لانے والوں سے فرمایا کہ یہ سب لے جاؤ۔ چنانچہ انہوں نے وہ سب سونا چاندی اٹھا لیا۔ پھر آپ نے چاندی کا ٹکڑا پیش کرنے والے سے مخاطب ہو کر فرمایا اے عبدالرحمٰن! خدا نے مجھے سب کچھ عطا فرمایا ہے لیکن میں نے اس لئے چھوڑ دیا کہ مجھ کو اس کی حاجت نہیں۔ لہٰذا اپنا چاندی کا ٹکڑا اٹھا لو۔"

عبدالرحمٰن نے ان برتنوں کے مختلف شکل اختیار کرنے کا سبب پوچھا تو آپ نے

جواب دیا کہ ''جو شخص بلا کسی غرض کے تانبا لایا تھا وہ تو سونا بن گیا اور جس کی کوئی ذاتی غرض وابستہ تھی اس نے چاندی کی شکل اختیار کر لی۔'' (قلائد الجواہر ص ۳۳۵)

علامہ تادنی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس واقعہ کو لکھ کر اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ حضرت شیخ علی بن وہب علیہ الرحمتہ والرضوان کو قلب ماہیت کا اختیار عطا فرمایا تھا۔

اور لکھتے ہیں کہ شیخ علی جونی بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت شیخ ابو یعقوب یوسف بن ایوب ہمدانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۵۳۵ھ) کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ لوگوں کو نصیحتیں فرما رہے تھے لیکن حاضرین میں دو عالموں نے آپ کو بدمذہب کہہ کر خاموش ہونے کے لئے کہا تو آپ نے فرمایا۔'' تم دونوں خاموش رہو خدا تمہیں زندہ نہ رکھے۔'' تو وہ دونوں اسی مجلس میں فوت ہو گئے۔ (قلائد الجواہر ص ۳۸۸)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی عورت نے حضرت شیخ ابو یعقوب یوسف بن ایوب ہمدانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے عرض کیا کہ میرے لڑکے کو فرنگیوں نے قید کر لیا ہے۔ میں صبر کی دعا کرتی ہوں لیکن اپنی محبت کی وجہ سے جذبات پر قابو نہیں پاتی ہوں آپ میرا لڑکا ملنے کے لئے دعا فرمائیں۔ جب عورت نے بہت اصرار کیا تو شیخ نے فرمایا۔ ''کہ جاؤ ان شآءَ اللہ اپنے لڑکے کو گھر میں پاؤ گی۔'' چنانچہ جب وہ اپنے گھر پہنچی تو واقعی اس کا لڑکا مکان میں موجود تھا۔ ماں نے جب حیرت زدہ ہو کر اس سے کیفیت پوچھی تو اس نے بتایا کہ میں اس وقت قسطنطنیہ میں قید تھا۔ اچانک ایک شخص جس سے میں واقف نہیں آیا اور مجھ کو اٹھا کر پلک جھپکنے میں یہاں پہنچا دیا۔ پھر جب اس کی ماں نے اس واقعہ کی اطلاع شیخ کو دی تو آپ نے فرمایا کہ ''تمہیں اللہ کے امور میں حیرت کیوں ہے؟ وہ اپنے مخلص اور باعمل بندوں کو تصرفات عطا کرتا ہے اور ان کا ہر ارادہ پورا ہو جاتا ہے۔ (قلائد الجواہر ص ۳۹۰)

حضرت علامہ تادنی علیہ الرحمتہ نے ان واقعات کو قلائد الجواہر میں درج فرما کر اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ شیخ ابو یعقوب یوسف ہمدانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو صرف زبان ہلا

کر کسی کی زندگی کا چراغ بجھانے کی قدرت خدائے تعالیٰ نے عطا فرمائی تھی۔ اور امور تکوینی میں ان کو تصرف کا اختیار بخشا تھا۔ اگر علامہ تادنی کا ایسا عقیدہ نہ ہوتا تو وہ ان واقعات کو اپنی کتاب میں درج نہ فرماتے۔ اور ساتھ ہی حضرت یوسف ہمدانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا بھی عقیدہ ان کے اس فرمان سے معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مخلص اور با عمل بندوں کو تصرفات عطا کرتا ہے اور ان کا ہر ارادہ پورا ہو جاتا ہے۔

حضرت علامہ تادنی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ عبداللطیف بن احمد قرشی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سات شکاری حضرت شیخ ابو عمر و عثمان بطائحی علیہ الرحمتہ والرضوان کے وطن بطیحہ میں پہنچ گئے اور بہت سے پرندوں کا شکار کیا۔ لیکن جو چڑیا بھی زمین پر گرتی وہ مری ہوئی ہوتی۔ ان لوگوں سے شیخ نے فرمایا "ان پرندوں کا کھانا تمہارے لئے حرام ہے۔ کیوں کہ یہ سب مردہ ہیں۔" ان شکاریوں نے استہزاء کے طور پر کہا کہ پھر آپ ہی ان کو زندہ کر دیں۔ تو آپ نے بسم اللہ پڑھ کر کہا۔ یَا مُحْیِ الْمَوْتٰی وَيَا مُحْيَ الْعِظَامِ وَهِيَ رَمِيْمٌ (اے مردوں کو زندہ کرنے والا اور اے بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ کرنے والا)

یہ پڑھتے ہی تمام پرندے زندہ ہو کر ہوا میں پرواز کر کے نظروں سے اوجھل ہو گئے اور وہ شکاری دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے اور سب تائب ہو کر آپ کی خدمت میں رہنے لگے۔

اور ایک مرتبہ بطائح کے دو افراد جن میں ایک نابینا تھا اور دوسرا کوڑھی آپ کی خدمت میں دعا کرانے کے لئے روانہ ہوئے۔ راستہ میں ایک بھلا چنگا شخص مل گیا اور جب دونوں نے اپنا خیال ظاہر کیا تو اس نے کہا کیا شیخ عثمان، عیسیٰ بن مریم ہیں؟ جو اندھوں اور کوڑھیوں کو تندرست کر دیں گے۔ یہ کہہ کر وہ شخص بھی ان دونوں کے ہمراہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا اے اندھے اور کوڑھی! اپنا مرض اس شخص کے اندر منتقل کر دو۔ یہ کہتے ہی وہ دونوں تندرست ہو گئے اور وہ شخص اسی وقت اندھا اور

کوڑھی ہو گیا۔ شیخ نے اس سے فرمایا "اب خواہ تصدیق کر یا تکذیب۔" پھر یہ تینوں آپ کے پاس سے واپس آ کر زندگی بھر اپنی اپنی حالت پر قائم رہے اور اسی حالت میں دنیا سے رخصت ہوئے۔ (قلائد الجواہر ص ۴۱۲)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ شریف محمد بن خضر حسینی بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا ہے کہ موصل کے قاضی یہ کہا کرتے تھے کہ شیخ قضیب البان (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) کی مبالغہ آمیز کرامات و مکاشفات کی وجہ سے مجھ کو ان سے بدظنی ہو گئی تھی اور میں نے بادشاہ سے شکایت کرنے کا ارادہ کر لیا تھا کہ ان کو موصل سے نکال دیا جائے۔ لیکن میرے اس ارادے کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں تھا۔

ایک دن میں ایک گلی سے گزر رہا تھا کہ شیخ قضیب البان رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سامنے آ گئے اس وقت گلی میں ہم دونوں کے سوا کوئی اور نہیں تھا اس وقت میرے دل میں خیال آیا کہ اگر اس وقت یہاں کوئی دوسرا موجود ہوتا تو میں ان کی گرفتاری کا حکم دیتا۔ اس خیال کے آتے ہی چند قدم چلنے کے بعد دیکھا تو شیخ قضیب البان نے کردیوں جیسی شکل اختیار کر لی تھی پھر چند قدم چل کر بدویوں جیسی صورت تبدیل کر لی۔ پھر چند قدم چل کر فقیہوں جیسی صورت ہو گئی۔ اس کے بعد اپنی اصلی شکل اختیار کر کے پوچھا کہ "اے قاضی! ان چار صورتوں میں سے قضیب البان کی کون سی صورت ہے جس کو شہر بدر کرنے کے لئے بادشاہ سے کہنا چاہتے ہو؟ —— قاضی صاحب کا بیان ہے یہ کیفیت دیکھ کر میں نے ادب کے ساتھ جھک کر شیخ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور اللہ سے اپنے سوءظن پر استغفار کیا۔ (قلائد الجواہر ص ۴۱۸)

اولیائے کرام کے اختیارات و تصرفات کے بارے میں حضرت علامہ تادنی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا عقیدہ قلائد الجواہر کے مذکورہ بالا واقعات سے بھی روز روشن کی طرح ظاہر ہے۔

ائمہ عظام کے عقیدے

حضرت امام ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

(متوفی ۳۳۳ھ)

آپ مشائخ کبار میں سے بہت بڑے محقق و بدقق اور متکلمین کے امام ہیں۔ مسلمانوں کے عقائد کی آپ نے تصحیح فرمائی اور باطل عقیدہ والوں کے رد میں کتاب التوحید، کتاب المقالات، کتاب اوہام المعتزلہ اور کتاب الرد قرامطہ وغیرہ کئی کتابیں لکھیں۔ ان کے علاوہ کتاب تاویلات القرآن آپ کی ایسی تصنیف ہے۔ جو اپنا نظیر نہیں رکھتی۔ آپ کا مزار مبارک سمرقند میں ہے جو زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

صاحب حدائق الحنفیہ مولانا فقیر محمد جیلمی ثم لاہوری لکھتے ہیں کہ حضرت ابو منصور ماتریدی (علیہ الرحمتہ والرضوان) کے زمانہ میں ایک بادشاہ بڑا ظالم تھا کہ لوگ اس سے تنگ آ چکے تھے۔ یہاں تک کہ زمینداروں کا ایک گروہ اس کے ہاتھ سے تنگ آ کر شکایت کرنے کے لئے آپ کے پاس آیا۔ آپ اس وقت گھر میں نہ تھے۔ آپ کی بیوی نہایت بدخلق تھی وہ زمینداروں کو مہمان سمجھ کر بہت سختی سے پیش آئی۔ زمیندار یہ معلوم کر کے کہ آپ باغ میں ہیں باغ میں پہنچے۔ دیکھا کہ آپ باغ کی زمین درست کر رہے ہیں۔

آپ نے ان کو دیکھتے ہی فرمایا کہ شاید آپ کو ہمارے گھر کے کتے نے کاٹا ہوگا۔ پھر آپ باغ میں گئے اور وہاں سے زرد آلو کا طبق بھر لائے اور زمینداروں کے سامنے رکھ دیا۔ چونکہ جاڑے کا موسم تھا۔ زمیندار غیر موسم میں زرد آلو دیکھ کر حیران ہو گئے اور آپ سے دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے ہاتھوں سے کوئی گناہ نہیں کیا ہے۔ اس لئے جو چیز میں اس کے ذریعہ چاہتا ہوں وہ حاصل ہو جاتی ہے پھر آپ نے گھاس سے کمان اور تنکے سے تیر بنا کر اس ظالم بادشاہ کی طرف پھینکا۔ زمینداروں نے

؎ یعنی حدیث قدسی میں۔ دیکھئے بخاری شریف ج ۲ ص ۹۶۳۔ انوار احمد قادری

وہ تاریخ لکھ لی اور چلے گئے۔معلوم ہوا کہ وہ بادشاہ اسی روز قتل ہو گیا۔

(حدائق الحنفیہ ص ۱۶۸)

غیر موسم میں باغ سے زرد آلو لا کر یہ فرمانا کہ میں ان ہاتھوں کے ذریعہ جو چیز چاہتا ہوں حاصل ہو جاتی ہے اور پھر تنکا و گھاس کے تیر و کمان سے دور دراز مقام پر موجود ظالم بادشاہ کو قتل فرما کر حضرت ابومنصور ماتریدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ خدائے تعالیٰ نے مجھے عالم میں تصرف کی بے پناہ قوت عطا فرمائی ہے۔

حضرت علامہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

(متوفی ۶۰۶ھ)

آپ تحریر فرماتے ہیں۔

اَلْعَبْدُ اِذَا وَاظَبَ عَلَی الطَّاعَاتِ بَلَغَ الْمُقَامَ الَّذِیْ یَقُوْلُ اللّٰہُ کُنْتُ لَہٗ سَمْعًا وَّبَصَرًا فَاِذَا صَارَ نُوْرُ جَلَالِ اللّٰہِ سَمْعًا لَّہٗ سَمِعَ الْقَرِیْبَ وَالْبَعِیْدَ وَاِذَا صَارَ ذٰلِكَ النُّوْرُ بَصَرًا لَّہٗ رَاٰی الْقَرِیْبَ وَالْبَعِیْدَ وَاِذَا صَارَ ذٰلِكَ النُّوْرُ یَدًا لَہٗ قَدَرَ عَلَی التَّصَرُّفِ فِی السَّھْلِ وَالصَّعْبِ وَالْقَرِیْبِ وَالْبَعِیْدِ

(تفسیر کبیر جلد ۵ ص ۴۸۰)

جب کوئی بندہ نیکیوں پر ہمیشگی اختیار کرتا ہے تو وہ اس بلند مقام تک پہنچ جاتا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے کنت لہ سمعاً و بصراً فرمایا ہے تو جب اللہ تعالیٰ کا نورِ جلال اسکی سمع ہو جاتا ہے تو وہ دور و نزدیک کی آواز کو سن لیتا ہے۔ اور جب وہی نور اس کی بصر ہو جاتا ہے تو وہ دور نزدیک کی چیزوں کو دیکھ لیتا ہے اور جب یہی نور جلال اس کا ہاتھ ہو جاتا ہے تو وہ بندہ آسان و مشکل اور نزدیک و دور کی چیزوں میں تصرف کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔

حضرت علامہ امام رازی علیہ الرحمتہ والرضوان نے اس عبارت سے اپنا عقیدہ صاف لفظوں میں بیان فرما دیا کہ جب بندہ اللہ کا محبوب ہو جاتا ہے تو خدائے تعالیٰ کے

جلال کا نور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہے تو پھر وہ بندہ آسان و سخت ہر پریشانی میں اور نزدیک و دور ہر جگہ کی چیزوں میں تصرف کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔ اور الحمد للہ ہم اہل سنت و جماعت کا بھی یہی عقیدہ ہے۔

عارف باللہ حضرت عبدالوہاب امام شعرانی کا عقیدہ

(رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت علامہ نبہانی نے لکھا کہ حضرت امام شعرانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ جب سلطان حقیق نے ایک فوجی جماعت کو امیر مصر ابن عمر کی گرفتاری کے لئے بھیجا۔ تو ان لوگوں نے اسے گرفتار کر لیا اور لوہے کی بیڑیاں پہنا کر اسے لے چلے۔ راستہ میں حضرت محمد بن عمر واسطی غمری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۸۴۹ھ) کے ایک غلام جو مولیاں بیچا کرتا تھا اس کا گدھا پھسل گیا اس نے پکارا اے میرے آقا محمد غمری! ابن عمر نے جب یہ سنا تو اس سے پوچھا کہ یہ عمر غمری جنہیں تم بلا رہے ہو کون ہیں؟ اس نے کہا یہ میرے پیر و مرشد ہیں۔ ابن عمر کہنے لگا اب میں انہیں مدد کے لئے پکارتا ہوں اور کہتا ہوں اے میرے آقا محمد غمری! مجھے نگاہ میں رکھیں حضرت محمد غمری نے اپنے محلّہ میں یہ پکار سن لی۔

حضرت امام شعرانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ واقعہ بیان کرنے والے شیخ شہاب الدین ابن نخال نے مجھے بتایا کہ حضرت محمد غمری علیہ الرحمتہ والرضوان نے تین گدھے منگائے اور فرمایا ان پر سوار ہو جاؤ۔ ہم حضرت شیخ کے ساتھ سوار ہو کر قاہرہ پہنچے۔ حضرت شیخ سلطان حسن کے قبہ کے نیچے چند منٹ بیٹھے۔ یکا یک دیکھا کہ ابن عمر کو لوگ بیڑیاں پہنائے ہوئے قلعہ کی طرف لے جا رہے ہیں حضرت نے ابن النخال (راوی واقعہ) کو فرمایا اس آدمی (یعنی ابن عمر) کے پیچھے پیچھے جا۔ جب تو دیکھے کہ سلطان اس کے ساتھ سختی کر رہا ہے اور اسے ہلاک کرنے کا حکم دے رہا ہے تو اپنی شہادت کی انگلی

اپنے انگوٹھے پر رکھ کر دبانا۔ اس محفل میں سب لوگوں کی جانوں پر بن آئے گی اور سلطان سمیت سب کے گلے بند ہونے لگیں گے۔

جب ابن نخال پیچھے گئے تو دیکھا کہ سلطان نے ابن عمر پر سختی کرنا شروع کر دی ہے۔ انہوں نے حضرت کے فرمانے کے مطابق عمل کیا۔ سلطان چلایا اسے چھوڑ دو۔ اسے خلعت پہناؤ۔ ان کے ساتھیوں پر زعفران ڈالا (یہ خوشی اور رضامندی کی علامت تھی) ابن نخال واپس آئے اور حضرت کو اطلاع دی آپ نے فرمایا اب سوار ہو جاؤ واپس چلیں کام ہو گیا۔ ابن عمر کو اس واقعہ کی کوئی اطلاع نہ تھی اور نہ حضرت کی آمد کا اسے پتہ تھا۔ آپ محلّہ میں واپس تشریف لائے اور فرمایا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ آپ میں سے کسی کو اجازت نہیں کہ میری موت سے پہلے یہ واقعہ بیان کرے۔ امام شعرانی فرماتے ہیں کہ ابن نخال نے مجھے بتایا کہ آپ سے پہلے میں نے کسی سے یہ واقعہ نہیں ذکر کیا۔ (جامع کرامات اولیاء ص ۶۸۲)

اور حضرت امام شعرانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت محمد بن محمد وفا سکندری علیہ الرحمتہ والرضوان کو وفا اس لئے کہتے ہیں کہ دریائے نیل کا بہاؤ رک گیا اور حضرت وفا کے دور تک یہی حال رہا۔ مصر والے ملک چھوڑ کر جانا چاہتے تھے۔ آپ دریا پر تشریف لے گئے اور فرمایا اللہ کے حکم سے بڑھ جا۔ اسی دن سترہ گز پانی دریا میں چڑھ آیا اور دریا نے آپ کی بات پوری کر دی اس لئے لوگ آپ کو وفا کہنے لگے۔

(جامع کرامات اولیاء ص ۶۱۵)

اور حضرت امام شعرانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ علامہ تبنوفی کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت محمد حنفی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ مصر سے روضہ تک اپنے ساتھیوں سمیت پانی پر چلتے جاتے تھے اور آپ لوگوں کے دلوں کے بھیدوں پر مطلع ہوتے تھے

(جامع کرامات اولیاء اُردو ص ۶۶۴)

حضرت امام شعرانی علیہ الرحمتہ والرضوان کے ان بیانات سے اولیائے کرام کے تصرفات کے بارے میں ان کا عقیدہ بالکل واضح ہے۔

حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

(متوفی ۱۲۵۳ھ)

صاحب حدائق الحنفیہ آپ کے تذکرہ کی ابتدا اس طرح کرتے ہیں۔ سید محمد امین بن عمر والشہیر با بن العابدین۔ اپنے زمانہ کے علامہ‘ فہامہ‘ فقیہ‘ محدث‘ محقق‘ مدقق اور جامع علوم عقلیہ ونقلیہ تھے۔ انتھی کلامہ۔

آپ نے کئی اہم کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ جن میں ردالمحتار حاشیہ درمختار جو شامی کے نام سے مشہور ہے ایسی مقبول عام ہوئی کہ پانچ ضخیم جلدوں میں ہونے کے باوجود تھوڑے ہی زمانہ میں کئی بار چھپ کر ساری دنیا کے حنفی دارالافتاء کی زینت بن گئی کہ وہ فقہ کے بے شمار جزئیات پر مشتمل ہے اور مفتیان کرام کے لئے عظیم سرمایہ ہے۔

آپ اپنی اسی مایہ ناز تصنیف میں تحریر فرماتے ہیں۔

وَمِنْهُمْ خَتْمُ دَائِرَةِ الْوِلَايَةِ قُطْبُ الْوُجُوْدِ سَيِّدِىْ مُحَمَّدُ نِ الشَّاذِلِىُّ الْبِكْرِىُّ اَلشَّهِيْرُ بِالْحَنَفِيِّ اَلْفَقِيْهُ الْوَاعِظُ اَحَدُ مَنْ صَرَّفَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِى الْكَوْنِ وَمَكَّنَهُ مِنَ الْاَحْوَالِ وَنَطَقَ بِالْمُغَيَّبَاتِ

(ردالمحتار جلد اول ص ۴۱)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متبعین میں سے ختم دائرۃ الولایت قطب الوجود سیدی محمد شاذلی بکری حنفی فقیہ واعظ۔ آپ ان بزرگوں میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے کائنات میں تصرف‘ حالات پر قدرت اور غیب کی باتوں کے بیان کرنے کی طاقت عطا فرمائی ہے۔

حضرت علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ والرضوان نے مذکورہ بالا عبارت میں اپنا یہ عقیدہ کھلم کھلا واضح کر دیا کہ خدائے تعالیٰ اپنے محبوب بندے اولیاء اللہ کو کائنات عالم میں تصرف کی قدرت عطا فرماتا ہے۔

اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کے عقیدے

غوثِ اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

(متوفی ۵٦١ھ)

حضرت علامہ شطنوفی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ محد ثانہ اسانید کے ساتھ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک عورت حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں اپنا ایک لڑکا لے کر حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میرے اس بچے کو آپ سے قلبی لگاؤ ہے اس لئے میں اس کے حق سے دست بردار ہو کر اس کو اللہ کی اور پھر آپ کی سپردگی میں دیتی ہوں۔ حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی عرض قبول فرمالی اور اس بچے کو بزرگوں کے طریقے پر مجاہدات اور ریاضتیں کرنے کا حکم فرمایا۔ کچھ دنوں بعد اس کی ماں اپنے بچے سے ملنے کے لئے آئی دیکھا کہ اس کا بچہ بہت لاغر اور زرد ہو گیا ہے اور دیکھا کہ جو کی روٹی کا ٹکڑا کھا رہا ہے پھر جب وہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئی تو دیکھا کہ آپ کے سامنے برتن میں پوری مرغی کی ہڈیاں رکھی ہوئی ہیں جس کو آپ تناول فرما چکے ہیں۔ اس نے کہا اے میرے سردار! آپ خود تو مرغی کھاتے ہیں اور میرے بیٹے کو جو کی روٹی کھلاتے ہیں اس وقت حضرت نے ان ہڈیوں پر اپنا مبارک ہاتھ رکھا اور فرمایا **قُوْمِیْ بِاِذْنِ اللهِ الَّذِیْ یُحْیِ الْعِظَامَ وَهِیَ رَمِیْمٌ**۔ یعنی اس اللہ کے حکم سے کھڑی ہو جا جو بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ فرمائے گا۔ آپ کے اس حکم پر فوراً وہ مرغی زندہ ہو کر کھڑی ہو گئی اور چلائی پھر آپ نے اس عورت سے مخاطب ہو کر فرمایا **اِذَا صَارَ اِبْنُكِ هٰكَذَا فَلْيَاْكُلْ مَهْمَا شَاءَ** ۔ یعنی جب تیرا بیٹا اس درجہ کو پہنچ جائے گا تو پھر جو جی چاہے کھائے گا۔

(بہجۃ الاسرار ص ٦٥)

اس واقعہ سے حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کھائی ہوئی مرغی کو دوبارہ زندہ کر دینے کا اختیار عطا فرمایا ہے۔

حضرت علامہ شطنوفی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور تحریر فرماتے ہیں کہ کئی معتبر راویوں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ کی مجلس کے اوپر سے ایک چیل چیختی چلاتی ہوئی گزری جس سے مجلس کے لوگوں کو الجھن ہوئی آپ نے فرمایا یَارِیۡحُ خُذِیۡ رَاسَ هٰذِهِ الْحِدَاةِ - یعنی اے ہوا اس چیل کا سر کاٹ لے۔ یہ کہتے ہی چیل مردہ ہو کر زمین پر گر پڑی۔ ایک طرف اس کا سر اور دوسری طرف اس کا دھڑ گرا۔ آپ نے کرسی سے اتر کر اس کو ایک ہاتھ سے اٹھا کر دوسرا ہاتھ اس پر پھیرا اور بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ پڑھی وہ اللہ کے حکم سے زندہ ہو کر اڑ گئی اور سب لوگ دیکھتے رہے۔ (بہجۃ الاسرار ص ۶۵)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ عقیدہ تھا کہ خدائے تعالیٰ نے ان کو ہوا پر حکومت بخشی ہے اسی لئے انہوں نے ہوا کو حکم دے کر چیل کا سر کٹوا دیا۔

حضرت علامہ شطنوفی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور تحریر فرماتے ہیں کہ ابوالحسن علی بن ابوبکر ابہری نے ہم سے بیان کیا کہ میں نے قاضی القضاۃ ابو صالح نصر سے سنا انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے باپ عبدالرزاق سے سنا وہ کہتے تھے کہ میرے والد گرامی یعنی حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن جمعہ کے لئے نکلے۔ میں اور میرے دو بھائی عبدالوہاب اور عیسیٰ آپ کے ساتھ تھے۔ راستہ میں ہم کو شراب کے تین مٹکے ملے جو بادشاہ کے تھے اور جن کی بو بہت تیز تھی۔ ان کے ساتھ کوتوال اور کچہری کے کچھ دوسرے لوگ تھے۔ حضرت نے ان لوگوں سے فرمایا کہ ٹھہر جاؤ۔ وہ نہیں ٹھہرے۔ اور جانوروں کے چلانے میں انہوں نے جلدی کی۔ تو حضرت نے جانوروں سے فرمایا: قِفِیۡ ٹھہر جاؤ۔ فَوَقَفَتۡ کَاَنَّهَا جَمَادَاتٌ تو وہ ایسے ٹھہر گئے گویا کہ وہ

جمادات ہیں۔ یعنی بے جان چیزیں پتھر اور پہاڑ وغیرہ کی طرح اپنی جگہ پر ٹھہر گئے۔ وہ لوگ جانوروں کو بہتیرا مارتے تھے مگر وہ اپنی جگہ سے نہیں ہلتے تھے۔ اور ان لوگوں کو قولنج کا درد شروع ہو گیا اور سخت درد کی وجہ سے سب کے سب دائیں بائیں زمین پر لوٹنے لگے۔ پھر وہ لوگ خدائے تعالیٰ کو یاد کرنے لگے اور علانیہ توبہ واستغفار کرنے لگے تو ان کا درد جاتا رہا۔ اور شراب کی بو سرکہ سے بدل گئی انہوں نے برتنوں کو کھولا تو دیکھا وہ سب سرکہ ہو گیا تھا۔ (بہجۃ الاسرار ص ۴۱)

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس واقعہ سے اپنا یہ عقیدہ اچھی طرح واضح کر دیا کہ چلتے ہوئے جانوروں کو صرف زبان سے حکم دے کر جمادات کی طرح ٹھہرا دینے، لوگوں کو درد قولنج میں مبتلا کر دینے اور بیک نگاہ شراب کو سرکہ بنا دینے کی قدرت اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی ہے۔

حضرت علامہ شطنوفی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور تحریر فرماتے ہیں کہ ابو عبداللہ محمد بن شیخ ابو العباس خضر بن عبداللہ بن یحییٰ موصلی نے مجھ سے قاہرہ میں بیان کیا کہ ۶۲۳ھ میں مجھ کو میرے باپ نے شہر موصل میں خبر دی کہ ہم ایک رات اپنے شیخ حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مدرسہ بغداد میں تھے کہ آپ کی خدمت میں بادشاہ مستنجد باللہ ابو المظفر یوسف حاضر ہوا۔ اس نے آپ سے سلام کیا اور نصیحت طلب کرتے ہوئے آپ کے سامنے دس تھیلیاں رکھ دیں۔ جنہیں دس غلام اٹھا کر لائے تھے آپ نے فرمایا کہ مجھے ان کی حاجت نہیں اور قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ بادشاہ نے بڑی عاجزی کی تو آپ نے ایک تھیلی اپنے ہاتھ میں لی اور دوسری بائیں ہاتھ میں اور دونوں کو ہاتھ میں دبایا تو وہ خون ہو کر بہہ گئی۔

آپ نے فرمایا اے ابو المظفر! کیا تم خدائے تعالیٰ سے نہیں ڈرتے کہ لوگوں کا خون چوستے ہو اور میرے سامنے لاتے ہو۔ بادشاہ بے ہوش ہو گیا آپ نے فرمایا وَعِزَّةِ الْمَعْبُوْدِ لَوْلَا حُرْمَةُ اِتِّصَالِهٖ بِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتَرَكْتُ

الدَّمَ یَجْرِیْ اِلٰی مَنْزِلِهٖ یعنی معبود کی عزت کی قسم۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کے رشتہ کا لحاظ نہ ہوتا تو میں خون کو ضرور چھوڑتا کہ وہ اس کے مکان تک بہتا۔

(بہجۃ الاسرار ص ۶۱)

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس واقعہ سے اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ خدائے تعالیٰ نے ہمیں تصرف کی وہ قوت عطا فرمائی ہے کہ میں چاندی اور سونے کے سکے درہم و دینار کو خون بنا کر اسے دور تک بہا سکتا ہوں۔

حضرت علامہ شطنوفی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور تحریر فرماتے ہیں کہ مجھ سے ابوعبداللہ محمد بن شیخ ابوالعباس خضر بن عبداللہ بن یحییٰ موصلی نے بیان کیا کہ مجھے میرے باپ نے خبر دی کہ میں نے خلیفہ مستنجد باللہ ابوالمظفر یوسف کو حضرت شیخ سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں دیکھا اس نے عرض کیا کہ میں آپ کی کوئی کرامت دیکھنا چاہتا ہوں تا کہ مجھے تسلی ہو جائے آپ نے فرمایا تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا میں غیب سے سیب چاہتا ہوں اور پورے ملک عراق میں وہ زمانہ سیب کا نہیں تھا۔

حضرت نے ہوا میں ہاتھ بڑھایا تو دو سیب آپ کے ہاتھ میں آ گئے تو ایک سیب آپ نے خلیفہ کو دیا۔ حضرت نے اپنے ہاتھ کے سیب کو کاٹا تو نہایت سفید خوشبودار تھا جس سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی اور خلیفہ مستنجد نے اپنے ہاتھ کا سیب کاٹا تو اس میں کیڑے تھے۔

اس نے ازراہ تعجب کہا یہ کیا بات ہے کہ آپ کے ہاتھ کا سیب تو میں بہت اچھا اور عمدہ دیکھ رہا ہوں آپ نے فرمایا اے ابوالمظفر اَلَمَسَتْهَا یَدُ الظُّلْمِ فَدَوَّدَتْ یعنی تمہارے سیب کو ظلم کے ہاتھ لگے تو اس میں کیڑے پڑ گئے۔ (بہجۃ الاسرار ص ۶۱)

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس واقعہ سے اپنا یہ عقیدہ ظاہر فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ قدرت عطا فرمائی ہے کہ میں جس موسم میں بھی چاہوں بغیر ظاہری اسباب کے صرف ہاتھ بڑھا کر سیب حاصل کر سکتا ہوں۔

حضرت علامہ شطنوفی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور تحریر فرماتے ہیں کہ ۵۷۱ھ میں ابو

محمد رجب بن ابو منصور داری اور ابوزید عبدالرحمٰن بن سالم قرشی اور ابوعبداللہ محمد بن عبادہ انصاری نے قاہرہ میں ہم سے بیان کیا کہ ان لوگوں سے برگزیدہ شیخ حضرت ابو الحسن قرشی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے قاسیون پہاڑ پر ۶۱۸ ھ میں بیان کیا کہ میں اور حضرت شیخ ابوالحسن علی بن ہیتی علیہ الرحمتہ والرضوان ۵۴۹ھ میں حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ان کے مدرسہ میں جو کہ ازج کے دروازہ میں تھا' موجود تھے کہ حضرت کے پاس سوداگر ابو غالب فضل اللہ بن اسماعیل بغدادی ازجی حاضر ہوا اور عرض کیا یَا سَیِّدِیْ قَالَ جَدُّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ دُعِیَ فَلْیُجِبْ ۔وَهَا اَنَا قَدْدَعَوْتُكَ اِلٰی مَنْزِلِیْ (اے حضرت! آپ کے محترم ومکرم نانا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص کی دعوت کی جائے اس کو چاہیے کہ وہ اس کو قبول کرے اور میں آپ کو اپنے مکان پر دعوت کی زحمت دینے کے لئے حاضر ہوا ہوں) آپ نے فرمایا کہ اگر مجھے اجازت ملی تو آؤں گا آپ نے کچھ دیر مراقبہ فرمایا اور فرمایا کہ اچھا میں آؤں گا۔ مقررہ وقت پر آپ سوار ہوئے۔ شیخ ہیتی نے آپ کی دائیں رکاب پکڑی اور میں نے بائیں رکاب تھامی اس طرح اس شخص کے مکان پر پہنچے۔ وہاں دیکھا تو بغداد کے بہت سے علماء مشائخ اور اعیان موجود تھے۔

آپ کے پہنچنے کے بعد دسترخوان لگایا گیا اور بہت قسم کے کھانے دسترخوان پر رکھے گئے اس کے بعد دو شخص ایک بہت بڑا ٹوکرا اٹھا کر لائے جس کا سر ڈھکا ہوا تھا یہ ٹوکرا دسترخوان کے ایک طرف لاکر رکھ دیا گیا۔ میزبان نے شیخ سے عرض کیا کہ اجازت ہے' کھانا شروع کیا جائے۔ شیخ نے کچھ نہیں فرمایا اپنا سر جھکائے رہے۔ نہ خود کھانا شروع کیا اور کھانے کی اجازت بھی مرحمت نہیں فرمائی چنانچہ کسی نے بھی کھانا شروع نہیں کیا اہل مجلس پر آپ کی ہیبت اس طرح طاری تھی گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں (یعنی بے حس وحرکت تمام حاضرین مجلس بیٹھے ہوئے تھے) پھر آپ نے مجھے اور شیخ علی ہیتی کو اشارہ کیا کہ اس ٹوکرے کو اٹھا کر یہاں لاؤ چنانچہ وہ ٹوکرا ہم نے اٹھا کر شیخ کے سامنے رکھ دیا۔ ٹوکرا بہت وزنی تھا شیخ نے ہم کو حکم دیا کہ اس ٹوکرے کو کھولو۔ جب

ہم نے اس کو کھولا تو اس میں اس امیر کا فرزند تھا جو لنجا' مادر زاد اندھا اور مفلوج اور جذامی بھی تھا۔ شیخ نے اس کو دیکھ کر فرمایا قُمْ بِاِذْنِ اللہِ (اللہ کے حکم سے تندرست ہو کر کھڑا ہو جا) شیخ کے یہ فرماتے ہی وہ لڑکا تندرست شخص کی طرح کھڑا ہو گیا اور کوئی بیماری اس میں موجود نہیں تھی۔ حاضرین مجلس میں ایک جوش پیدا ہوا اور نعرے لگانے لگے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بغیر کچھ کھائے پیئے اس ہجوم میں سے اٹھ کر باہر آ گئے۔

کچھ عرصہ کے بعد ہم شیخ ابو سعید قیلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں گئے اور ان کو یہ قصہ سنایا انہوں نے فرمایا اَلشَّیْخُ عَبْدُ الْقَادِرِ یُبْرِئُ الْاَکْمَہَ وَالْاَبْرَصَ وَیُحْیِ الْمُوْتٰی بِاِذْنِ اللہِ (ہاں شیخ عبدالقادر اللہ تعالیٰ کے حکم سے مادرزاد اندھوں اور برص والوں کو اچھا کرتے اور مردوں کو جلاتے ہیں۔ (بہجۃ الاسرار ص ۶۳)

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس واقعہ سے اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ ایک شخص جو لنجا' مادر زاد اندھا' فالج زدہ اور جذامی (کوڑھی) ہو اُسے بھی بیک زبان تندرست کرنے کا خدائے تعالیٰ نے مجھے اختیار عطا فرمایا ہے۔

حضرت ابو سعید قیلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۵۵۷ھ) کے تعارف میں حضرت علامہ تادنی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ آپ بڑے صاحبِ حال و کرامت بزرگ ہوئے ہیں۔ آپ کا شمار ان چار ہستیوں میں ہوتا ہے جن کی دعائیں ہمیشہ قبول ہوئی ہیں۔ اگر کسی مریض کے لئے دعا کرتے تو وہ تندرست ہو جاتا۔ آپ معتبر فقہا و مفتیان شرع میں سے تھے آپ کی صحبت سے اکابر اولیاء و علماء فیض یاب ہوئے —— ایک مرتبہ آپ نے قیلویہ کی بستی میں ایک چٹان پر کھڑے ہو کر اذان پڑھی تو وہ پھٹ کر پانچ حصوں میں تقسیم ہو گئی اور زمین بھی ہیبت تکبیر سے پھٹ گئی —— اور ایک مرتبہ کسی مرید نے قضائے حاجت کے لئے آپ کے ہاتھ سے لوٹا لیا۔ لیکن وہ اتفاق سے گر کر ٹوٹ گیا اور جب آپ نے اس لوٹے کو ہاتھ لگایا تو وہ صحیح و سالم ہو گیا اور اس میں پہلے کی طرح پانی بھرا ہوا تھا۔ (قلائد الجواہر ص ۳۷۱)

ایسے بلند پایہ بزرگ کا عقیدہ بھی تصرف کے بارے میں معلوم ہو گیا کہ وہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ شیخ عبدالقادر اللہ تعالیٰ کے حکم سے مادر زاد اندھوں اور برص والوں کو اچھا کرتے اور مردوں کو زندہ کرتے ہیں۔

اور حضرت علامہ عبدالرحمٰن جامی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز ابو المعال نامی درویش حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں حاضر ہوئے۔ مجلس کے دوران ان کو پاخانہ کی حاجت ہوئی جس نے اس قدر شدت اختیار کر لی کہ یہ اپنی جگہ سے جنبش نہیں کر سکتے تھے یہ بالکل بے طاقت ہو گئے۔ انہوں نے شیخ کی طرف استغاثہ کے طور پر دیکھا۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر سے ایک زینہ نیچے اتر آئے۔ اس وقت پہلے زینہ پر آدمی کے سر کی طرح ایک سر ظاہر ہوا۔ جب دوسری سیڑھی پر حضرت اترے تو اس سر کے دوسرے اعضا کندھا اور سینہ ظاہر ہوئے۔ اس طرح حضرت زینہ بہ زینہ اترتے تھے اور وہ شکل انسانی مکمل ہوتی جاتی تھی یہاں تک کہ وہ حضرت کی شکل میں متشکل ہو گئی اور آواز بھی بالکل حضرت جیسی اس شکل سے آتی تھی۔ کلام بھی بالکل حضرت کے کلام کی طرح تھا اس شکل کو سوائے اس حاجت مند کے اور کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا اس وقت حضرت اس شخص کے قریب آ کر کھڑے ہو گئے اور اپنی آستین اس شخص کے سر پر ڈال دی۔

آستین کا پڑنا تھا کہ ابوالمعال نے اپنے کو ایک لق و دق میدان میں پایا جہاں ایک نہر جاری تھی اور نہر کے کنارے ایک گھنا درخت تھا۔ ابوالمعال نے اپنی کنجیوں کا گچھا اس درخت کی شاخ سے لٹکا دیا اور قضائے حاجت میں مشغول ہو گئے۔ فراغت کے بعد نہر سے وضو کیا اور دو رکعت نماز ادا کی۔ سلام پھیرنے کے بعد حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ آستین اس کے سر سے اٹھائی تو انہوں نے اپنے آپ کو پھر اسی مجلس میں موجود پایا۔ ابوالمعال کے اعضائے وضو ابھی تک پانی سے تر تھے اور پاخانہ کی حاجت رفع ہو چکی تھی اور حضرت اسی طرح منبر پر وعظ میں مصروف تھے گویا نیچے تشریف ہی نہیں

لائے تھے ابو المعالی بھی خاموش بیٹھے رہے اور کسی سے کچھ نہ کہا لیکن جب کنجیوں کا گچھا اپنے پاس موجود نہیں پایا تو سخت پریشان ہوا۔

ایک مدت دراز کے بعد ابوالمعالی کو سفر کرنے کا اتفاق ہوا۔ بغداد شریف سے چودہ دن کا راستہ تھا۔ اَثنائے سفر ایک میدان سے گزرے جہاں نہر جاری تھی۔ ابوالمعالی وضو کرنے کے لئے نہر پر گئے تو یہ وہی نہر تھی جہاں قضائے حاجت کے بعد اُس روز وضو کیا تھا۔ وہاں انہوں نے اس درخت کو بھی پہچان لیا۔ ان کی کنجیوں کا گچھا اسی طرح درخت کی شاخ سے لٹکا ہوا تھا۔ ابو المعالی کہتے ہیں کہ جب میں بغداد شریف واپس آیا تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ قصہ بیان کیا۔ شیخ نے میرا کان پکڑ کر فرمایا اے ابوالمعالی جب تک ہم زندہ ہیں یہ بات کسی سے نہ کہنا۔ (نفحات الانس ص ۷۶۷)

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس واقعہ سے اپنا یہ عقیدہ واضح طور پر ثابت کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تصرف کی وہ قدرت عطا فرمائی ہے کہ جنہیں سن کر انسانی عقل حیران ہو جائے۔

اور حضرت علامہ محمد یحییٰ تادنی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ دریائے دجلہ میں ایسا سیلاب آیا کہ پانی بغداد شریف کی آبادی تک پہنچ گیا اور تمام لوگوں کو اپنے ڈوب جانے کا یقین ہو گیا تو وہ لوگ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعا کے لئے درخواست کی۔ آپ اپنا عصائے مبارک لے کر دریائے دجلہ پر پہنچ گئے اور عصا کو دریا کی اصلی حد پر نصب (گاڑ) کر کے فرمایا کہ "اسی جگہ ٹھہر جا" چنانچہ فوراً ہی پانی گھٹنا شروع ہوا اور اپنی اصلی حد پر آ گیا۔ (قلائد الجواہر ص ۹۲)

اس واقعہ سے حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا یہ عقیدہ ظاہر کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے دریا کے پانی پر بھی مجھے حکومت عطا فرمائی ہے۔

حضرت علامہ تادنی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ ابو صالح عباس بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ منصورا کی جامع مسجد میں تشریف لائے اور وہاں سے اپنے مدرسہ کی طرف واپس ہوئے تو اپنے چہرے پر سے رومال ہٹایا اور ایک بچھو پیشانی پر سے ہاتھ میں پکڑ کر زمین پر پھینک دیا اور جب وہ بھاگنے لگا تو فرمایا کہ۔ ''خدا کے حکم سے مر جا۔'' چنانچہ اُسی وقت وہ مر گیا پھر آپ نے فرمایا کہ اس نے جامع مسجد سے لے کر یہاں تک مجھے ساٹھ مرتبہ ڈنک مارا ہے۔ (قلائد الجواہر ص ۱۱۱)

حضرت علامہ تادنی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ معمر جرادہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر حاضر ہوا تو آپ کچھ تحریر فرما رہے تھے۔ اچانک چھت میں سے تین مرتبہ مٹی گری اور آپ نے اس کو جھاڑ دیا۔ لیکن چوتھی مرتبہ ایسا ہوا تو آپ نے نظر اٹھا کر دیکھا تو وہاں ایک چوہا مٹی گرا رہا تھا آپ نے فرمایا۔ ''تیرا سر اُڑ جائے۔'' یہ کہتے ہی اس کا جسم ایک جانب گرا اور سر دوسری جانب۔ یہ دیکھ کر حضرت شیخ لکھنا چھوڑ کر رونے لگے اور جب میں نے رونے کا سبب پوچھا تو فرمایا۔

''مجھے یہ خطرہ ہے کہ کہیں میرے دل کو تکلیف پہنچانے کے سبب سے کسی مسلمان کو اسی طرح کی تکلیف نہ پہنچ جائے جیسی کہ چوہے کو پہنچی ہے۔''

اور شیخ عمر بن مسعود بزاز بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدرسہ میں وضو فرما رہے تھے کہ اچانک ایک چڑیا نے آپ کے کپڑوں پر بیٹ کر دی اور جب آپ نے اوپر نظر اٹھا کر دیکھا تو چڑیا مردہ ہو کر نیچے گر پڑی۔

(قلائد الجواہر ص ۱۲۸)

مذکورہ بالا واقعات اور اپنے کلمات سے حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا یہ عقیدہ واضح طور پر ظاہر کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تصرف کی وہ قوت عطا فرمائی ہے

کہ جو میری زبان سے نکل جائے گا یا جو میں دل سے چاہوں گا وہی ہو جائے گا۔

حضرت علامہ تادنی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ ابوالحسن علی بن ملاعب القواس (جن کی صداقت مشہور زمانہ ہے) فرماتے ہیں کہ میں ایک جماعت کے ہمراہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا۔ اس جماعت نے اپنے حالات کے مطابق دعا کرانے کا ارادہ کیا لیکن ہماری اس بڑی جماعت میں ایک بغیر داڑھی مونچھ کا نوعمر لڑکا بھی شامل تھا جس کے بارے میں ہم سب لوگوں کو معلوم تھا کہ اس کی عادتیں بہت بری ہیں کیونکہ وہ نہ تو پیشاب پاخانہ کر کے استنجا کرتا تھا اور نہ غسل جنابت کرتا تھا۔

چنانچہ ہم لوگوں نے اپنی حاجتیں بیان کرنے کے بعد حضرت شیخ سے دعا کے لئے درخواست کی اور جب میں نے آگے بڑھ کر آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیا تو پوری جماعت بوسہ دینے کے لئے ٹوٹ پڑی مگر جب وہ نوعمر لڑکا بڑھا تو آپ نے اپنا دست مبارک کھینچ کر آستین میں چھپا لیا اور اس لڑکے پر ایسی نظر ڈالی کہ وہ بے ہوش ہو گیا۔ جب اسے ہوش آیا تو اس کی داڑھی اور مونچھیں نکل آئی تھیں۔ اس کے بعد اس نے توبہ کی اور پھر آپ نے اس سے مصافحہ کیا۔ (بہجۃ الاسرار ص ۱۱۸)

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس واقعہ سے اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے تصرف پر مجھے ایسی قدرت بخشی ہے کہ میں بیک نگاہ نوعمر لڑکے کو داڑھی مونچھ والا بنا سکتا ہوں۔

اور آپ خود تحریر فرماتے ہیں۔

وَهِيَ حَالَةُ الْفَنَاءِ الَّتِيْ هِيَ غَايَةُ اَحْوَالِ الْاَوْلِيَاءِ وَالْاَبْدَالِ ثُمَّ قَدْ يُرَدُّ اِلَيْهِ التَّكْوِيْنُ فَيَكُوْنُ جَمِيْعُ مَا يَحْتَاجُ اِلَيْهِ بِاِذْنِ اللهِ وَهُوَ قَوْلُهُ جَلَّ

اور یہی فنا کی حالت ہے جو اولیاء و ابدال کی حالتوں کی انتہا ہے پھر ان کو تکوین (یعنی کن کہنا) عطا کیا جاتا ہے تو پھر ان کو جس چیز کی بھی حاجت ہوتی ہے وہ سب کچھ باذن اللہ

وَعَلا فِیْ بَعْضِ کُتُبِہٖ یَا ابْنِ آدَمَ اَنَا اللّٰہُ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا اَقُوْلُ لِلشَّیْءِ کُنْ فَیَکُوْنُ اَطِعْنِی اَجْعَلُکَ تَقُوْلُ لِلشَّیْءِ کُنْ فَیَکُوْنُ۔

(فتوح الغیب مع بہجۃ الاسرار ص ۱۰۹)

ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حق سبحانہٗ جل و علا کا ارشاد اس کی بعض کتابوں میں ہے کہ اے ابن آدم! میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے میں وہ ہوں کہ کسی چیز کو کہتا ہوں ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔ تو بھی میری اطاعت کر میں تجھے بھی ایسا کر دوں گا تو بھی کسی چیز کو کہے گا کہ ہو جا تو وہ ہو جائے گی۔

اس عبارت سے حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تصرف کے بارے میں اپنا عقیدہ خود ہی واضح لفظوں میں بیان فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مطیع و فرمانبردار بندوں کو مرتبۂ تکوین عطا فرما دیتا ہے کہ وہ کسی چیز کو کہتے ہیں کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔

اور حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قصیدہ غوثیہ میں خود ہی اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا ہے۔

وَوَلَّانِیْ عَلَی الْاَقْطَابِ جَمْعاً فَحُکْمِیْ نَافِذٌ فِیْ کُلِّ حَالٖ

مجھے اللہ تعالیٰ نے تمام قطبوں پر والی و حاکم بنا دیا تو میرا حکم ہر حال میں نافذ ہے۔

فَلَوْ اَلْقَیْتُ سِرِّیْ فِیْ بِحَارٍ لَصَارَ الْکُلُّ غَوْرًا فِی الزَّوَالٖ

تو اگر میں اپنی محبت کا بھید دریاؤں پر ظاہر کر دوں تو ان کا کل پانی زمین کی تہہ میں دھنس جائے یعنی سارے دریا خشک ہو جائیں۔

وَلَوْ اَلْقَیْتُ سِرِّیْ فِیْ جِبَالٍ لَدُکَّتْ وَاخْتَفَتْ بَیْنَ الرِّمَالٖ

اور اگر میں اپنی محبت کا راز پہاڑوں پر ظاہر کر دوں تو وہ ریزہ ریزہ ہو کر ریت میں چھپ جائیں۔

وَلَوْ اَلْقَیْتُ سِرِّیْ فَوْقَ نَارٍ لَخَمَدَتْ وَانْطَفَتْ مِنْ سِرِّ حَالٖ

اور اگر میں اپنی محبت کی حقیقت آگ پر ظاہر کر دوں تو وہ بجھ جائے اور اپنی روشنی سے

محروم ہو جائے۔

وَلَوْ اَلْقَيْتُ سِرِّیْ فَوْقَ مَيِّتٍ لَقَامَ بِقُدْرَةِ الْمَوْلٰی تَعَالٰی

اور اگر میں اپنی محبت کا راز کسی مردہ پر ظاہر کر دوں تو وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے زندہ ہو کر کھڑا ہو جائے۔

بِلَادُ اللهِ مُلْكِیْ تَحْتَ حُكْمِیْ وَوَقْتِیْ قَبْلَ قَلْبِیْ قَدْ صَفَا لِیْ

اللہ تعالیٰ کے شہر میرا ملک اور میرے حکم کے تحت ہیں اور میرا وقت میری جان سے پہلے میرے لئے صاف ہو چکا ہے۔

ان اشعار سے بھی حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ کھلم کھلا ظاہر ہے۔

قدوۃ السالکین حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

(متوفی ۶۳۲ھ)

حضرت علامہ جامی علیہ الرحمتہ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام یافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ان القاب کے ساتھ آپ کا تذکرہ شروع کرتے ہیں۔

استاذ زمانہ' فرید یگانہ' مطلع الانوار' منبع الاسرار' دلیل طریقت' ترجمان الحقیقت' استاذ الشیوخ الاکابر' الجامع بین علم الباطن والظاہر' قدوۃ العارفین' عمدۃ السالکین' العالم الربانی شہاب الدین ابو حفص عمر بن محمد البکری سہروردی (علیہ الرحمتہ والرضوان)

آپ حضرت امیر المومنین خلیفۃ الرسول ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے ہیں۔ تصوف میں آپ کی نسبت آپ کے عم محترم حضرت شیخ ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردی (علیہ الرحمتہ والرضوان۔ متوفی ۵۶۳) سے ہے۔ آپ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ کی صحبت میں بھی رہے ہیں ان دو حضرات کے علاوہ اور بہت سے مشائخ کے ساتھ آپ کی صحبت رہی ہے۔

آپ اپنے وقت میں بغداد کے شیخ الشیوخ تھے' اہل طریقت دور و نزدیک کے

شہروں سے مسائل دریافت کرنے کے لئے آپ کے پاس آتے اور آپ ان کو حل فرمایا کرتے ---- رسالہ اقبالیہ میں مذکور ہے کہ شیخ رکن الدین علاء الدولہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت شیخ سعدالدین عمومی علیہ الرحمتہ والرضوان سے دریافت کیا کہ آپ نے حضرت شیخ محی الدین ابن عربی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو کیا پایا؟ تو انہوں نے جواب میں کہا بَحْرٌ مَوَّاجٌ لَانِهَايَةَ -یعنی وہ ایک اتھاہ موجزن سمندر ہیں۔ پھر دریافت کیا کہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی (علیہ الرحمتہ والرضوان) کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ انہوں نے فرمایا نُورُ مُتَابَعَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ جَبِيْنِ السُّهْرَوَرْدِيِّ شَيءٌ اٰخَرُ ۔ یعنی حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) کی پیشانی میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی متابعت کا نور کچھ اور ہی چیز ہے۔ (نفحات الانس ص۱۳ے۔۱۴ے)

اور حضرت علامہ محمد یحییٰ تادنی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں آپ عراق کے ان بزرگوں میں سے ہیں جن پر حکومت باطنی کا اختتام ہو جاتا ہے۔ آپ عالم و فاضل تھے اور بہت فصیح و بلیغ کلام فرماتے تھے۔ نہ صرف آپ کو علم لدنی حاصل تھا بلکہ آپ غیب کے حالات بھی بتا دیا کرتے تھے۔ اکثر خارق عادات کرامات کا آپ سے ظہور ہوتا رہتا تھا۔ کتاب و سنت پر شدت کے ساتھ عمل پیرا تھے اور شریعت وطریقت میں اجتہاد کا درجہ رکھتے تھے۔

آپ ان ہستیوں میں سے تھے جن کے پاس حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بذات خود تشریف لائے اور فرمایا کہ "اے شہاب الدین! تم مشاہرین کے آخری فرد ہو (قلائد الجواہر ص ۳۹۱)

اولیائے کرام کے تصرفات و اختیارات کے بارے میں ایسی عظیم المرتبت شخصیت کا عقیدہ ملاحظہ ہو---- حضرت علامہ جامی قدس سرہ السامی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی (علیہ الرحمتہ والرضوان) فرماتے ہیں کہ جوانی کے زمانہ میں مجھے

علم کلام سے شغف ہو گیا اور میں نے علم کلام کی چند کتابیں حفظ کر ڈالیں۔ میرے چچا (حضرت شیخ ابو النجیب عبدالقاہر سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) مجھے اس بات سے روکتے تھے۔ ایک دن چچا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی زیارت کے لئے گئے اور میں بھی ان کے ساتھ گیا۔ چچا نے مجھ سے فرمایا کہ حضور قلب کا خیال رکھنا کہ تم ایک ایسے بزرگ کے پاس چل رہے ہو جن کا قلب مبارک اللہ تعالیٰ سے خبر دیتا ہے۔ (قلب وے از حق تعالیٰ خبرے دہد) اور اس کی برکات کا منتظر رہنا۔

جب ہم دہاں حاضر ہوئے تو چچا نے عرض کیا اے سیدی! میرا یہ بھتیجا عمر علم کلام سے بڑی دلچسپی رکھتا ہے۔ میں ہر چند اس کو روکتا ہوں لیکن باز نہیں آتا۔ شیخ نے مجھ سے دریافت کیا کہ اے عمر! تم نے کون کون سی کتاب حفظ کی ہے؟ میں نے عرض کیا کہ فلاں فلاں کتاب۔ تب شیخ نے اپنا دست مبارک میرے سینہ پر پھیرا۔ خدا کی قسم اسی وقت ان کتابوں سے ایک لفظ بھی مجھے یاد نہیں رہا (سب بھول گیا) اللہ تعالیٰ نے ان تمام مسائل کو میرے دل سے بھلا دیا۔ (لیکن ان کے دست مبارک کی برکت سے) میرے سینے کو علم لدنی سے بھر دیا۔ جب میں آپ کے پاس سے اٹھا تو آپ نے بڑی ملاطفت اور شیریں بیانی کے ساتھ فرمایا۔ یَا عُمَرُ! اَنْتَ آخِرُ الْمَشْهُوْرِیْنَ بِالْعِرَاقِ۔ یعنی اے عمر! تم عراق کے آخری مشاہیر میں سے ہو۔ (ترجمہ نفحات الانس ص ۶۵ے)

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس واقعہ کو بیان فرما کر اپنا یہ عقیدہ روز روشن کی طرح ثابت کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی کے دل پر تصرف کر کے اس کے علم کو سلب کر لینے کا بھی اختیار عطا فرمایا ہے۔ بلکہ آپ نے اپنے اس عقیدہ کو واضح لفظوں میں بھی بیان فرما دیا ہے جیسا کہ حضرت علامہ نور الدین شطنوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کَانَ الشَّیْخُ عَبْدُ الْقَادِرِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سُلْطَانَ الطَّرِیْقِ وَالتَّصَرُّفِ فِی الْوُجُوْدِ عَلَی التَّحْقِیْقِ۔ یعنی بے شک حضرت

شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حقیقت کے اور وجود میں تصرف کرنے کے بادشاہ تھے۔ (بہجۃ الاسرار ص ۳۳)

اور حضرت علامہ تادنی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمتہ والرضوان کے مصاحب شیخ نجم الدین نقطیسی فرماتے ہیں کہ میں حضرت شیخ سہروردی کے حجرۂ عبادت میں داخل ہوا وہ ان کے چلہ کا آخری دن تھا۔ اس دن میں نے دیکھا کہ شیخ ایک بہت بلند پہاڑ پر ہیں اور آپ کے سامنے جواہرات کا انبار لگا ہوا ہے اور آپ مٹھائیاں بھر بھر کر لوگوں کی جانب پھینکتے جاتے ہیں اور لوگ دوڑ دوڑ کر اٹھا رہے ہیں جب موتی کم ہوتے تو وہ خود بخود بڑھ جاتے۔

جب آپ چلہ سے باہر آ گئے تو میں اس واقعہ سے ذہن کو یکسر خالی کر کے سو گیا۔ دوسرے دن جب میں نے آپ سے اس واقعہ کے بارے میں تفصیل معلوم کرنی چاہی تو آپ نے میرے کچھ کہنے سے قبل ہی فرمایا کہ۔ '' صاحبزادے تم نے جو کچھ دیکھا وہ درست ہے اور یہ سب کچھ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا فیض اور ان کی تعلیم کا نتیجہ ہے۔ (ترجمہ قلائد الجواہر ص ۳۹۱)

اس واقعہ سے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا یہ عقیدہ ثابت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تصرف کی قدرت عطا فرمائی ہے۔

حضرت شیخ علی بن ہیتی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

(متوفی ۵۶۴ھ)

آپ وہ بزرگ ہیں جو حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال اقدس کے بعد قطب ہوئے اور بقول حضرت علامہ شطنوفی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ آپ ان شیوخ میں سے ایک ہیں جو مادرزاد اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا کر دیتے تھے۔

(بہجۃ الاسرار ص ۱۵۳)

اور حضرت علامہ تادنی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا شیخ

عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی بہت تعریف کرتے اور نہایت محبت و احترام کے ساتھ پیش آتے اور اکثر فرمایا کرتے کہ ''بغداد میں جو اولیائے کرام داخل ہوتے ہیں وہ ہمارے ہی مہمان ہوتے ہیں لیکن ہم شیخ علی بن ہیتی کے مہمان رہتے ہیں۔

(قلائدالجواہر ص ۳۱۳)

اب تصرف و اختیار کے بارے میں ایسی برگزیدہ ہستی کا عقیدہ ملاحظہ ہو۔ حضرت علامہ شطنوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ابو محمد حسن بن یحییٰ بن نجیم حورانی اور ابو حفص عمر بن مزاحم دینسری نے ہم کو خبر دی ان لوگوں نے کہا کہ میں نے شیخ علی بن ادریس یعقوبی سے سنا اور ابو محمد سالم بن علی دمیاتی صوفی نے ہم سے بیان کیا کہ میں نے شیخ عارف ابو حفصی عمر یزیدی سے سنا وہ دونوں کہتے تھے کہ ہم حضرت شیخ علی بن ہیتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ ایک دفعہ نہر الملک کے دیہات میں گئے تو ہم نے دو بستی والوں کو دیکھا کہ تلواریں نکالے ہوئے لڑنے کو تیار ہیں اور ان کے درمیان ایک قتل کیا ہوا آدمی مردہ پڑا ہے۔ اور دونوں فریق ایک دوسرے پر قتل کا الزام عائد کر رہے ہیں۔ شیخ کچھ دیر مقتول کے سرہانے کھڑے رہے پھر اس کے سر کے بالوں کو پکڑ کر کہنے لگے۔ مَنْ قَتَلَكَ يَا عَبْدَاللهِ۔ یعنی اے اللہ کے بندے! تجھ کو کس نے قتل کیا؟ آپ کے اتنا فرماتے ہی وہ سیدھا کھڑا ہو کر بیٹھ گیا اور آنکھیں کھول دیں اور صاف لفظوں میں کہنے لگا جس کو تمام حاضرین نے سن لیا کہ مجھ کو فلاں بن فلاں نے قتل کیا ہے۔ پھر وہ ٹھنڈا ہو گیا جیسا کہ پہلے تھا۔ (بہجۃ الاسرار ص ۱۵۴)

اس واقعہ سے حضرت شیخ علی بن ہیتی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنا یہ عقیدہ واضح کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مردہ کو زندہ کر دینے کا اختیار عطا فرمایا ہے۔

سید الاولیاء حضرت سید احمد کبیر رفاعی کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ والرضوان۔ متوفی ۵۷۸ھ)

آپ عراق کے مشہور مشائخ میں سے ہیں اور بقول علامہ تادفی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ آپ ان چار ہستیوں میں سے ہیں جو بحکم الٰہی اندھوں کو بینا' کوڑھیوں کو تندرست اور مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے۔ (قلائد الجواہر ص ۲۸۹)

تصرف و اختیار کے بارے میں اس بزرگ کا عقیدہ ملاحظہ ہو۔ حضرت کے بھانجے ابوالفرح عبدالرحمٰن بن علی رفاعی فرماتے ہیں کہ ایک دن جب شیخ تنہا بیٹھے تھے تو میں آپ کے ملفوظات سننے کی نیت سے قریب بیٹھ گیا تو اسی وقت ایک شخص آسمان سے اتر کر آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ اور آپ نے مرحبا کہا۔ اس کے بعد اس شخص نے کہا کہ میں نے بیس روز سے کچھ کھایا پیا نہیں ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ اپنی خواہش کے مطابق کھاؤں پیوں۔ شیخ نے پوچھا تمہاری خواہش کیا ہے؟ اس نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی تو دیکھا کہ پانچ مرغابیاں اڑتی ہوئی جا رہی ہیں۔ اس نے کہا اے کاش! ان میں سے ایک بھنی ہوئی مجھے مل جاتی جس کے ساتھ گیہوں کی روٹیاں اور ٹھنڈے پانی کا ایک کوزہ بھی ہوتا۔

شیخ نے یہ سن کر فرمایا۔ ''یہ مرغابیاں تو تیرے ہی لئے ہیں۔'' پھر آپ نے اڑتی ہوئی مرغابیوں کی طرف دیکھ کر فرمایا عَجِّلِیْ بِشَهْوَةِ الرَّجُلْ یعنی اس شخص کی خواہش جلد پوری کر دو۔ ابھی آپ کا یہ جملہ پورا بھی نہیں ہوا تھا کہ ان مرغابیوں میں سے ایک بھنی ہوئی آپ کے سامنے آ کر گری اور آپ نے اپنے پہلو میں رکھے ہوئے دو پتھروں کو اپنے ہاتھ سے کھینچا تو وہ بہترین قسم کی گیہوں کی گرم روٹیوں میں بدل گئے۔ پھر جب آپ نے اپنا ہاتھ فضا میں بلند کیا تو ایک سرخ رنگ کا کوزا آپ کے ہاتھ میں آ گیا جس میں پانی بھرا ہوا تھا جب وہ شخص کھا پی کر ہوا میں اڑ گیا تو شیخ نے مرغابی کی ہڈیوں کو

بائیں ہاتھ میں لے کر اس پر اپنا داہنا ہاتھ پھیرا اور فرمایا۔ ''کہ اے ہڈیو اور پٹھو! خدا کے حکم سے آپس میں جڑ جاؤ۔ پھر آپ نے جب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی تو وہ مرغابی زندہ ہوگئی اور ہوا میں اڑتی ہوئی نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ (قلائد الجواہر ص ۲۹۱)

اور حضرت علامہ شطنوفی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ محدثانہ اسانید کے ساتھ تحریر فرماتے ہیں کہ خبر دی ہم کو شیخ ابو یوسف یعقوب بن بدران بن منصور انصاری نے انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے شیخ امام عالم تقی الدین علی بن مبارک بن حسن بن احمد بن ناسویہ واسطی سے سنا وہ کہتے تھے کہ میرے سردار حضرت شیخ احمد رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن دریائے دجلہ کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے مریدین آپ کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ ''آج ہم بھنی ہوئی مچھلی کھانا چاہتے ہیں۔ ابھی آپ کا یہ کلام پورا بھی نہ ہوا تھا کہ دریا کا کنارا طرح طرح کی مچھلیوں سے بھر گیا اور ان میں سے بہت سی مچھلیاں خشکی کی طرف کود پڑیں اور ام عبیدہ کے کنارے اس قدر مچھلیاں جمع ہوئیں کہ کبھی اتنی دیکھی نہ گئی تھیں۔

شیخ نے فرمایا یہ تمام مچھلیاں مجھ سے کہتی ہیں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے حق کی قسم ہے کہ ہم میں سے آپ کھائیں۔ تب آپ کے مریدوں نے ان میں سے بہت سی مچھلیوں کو پکڑ کر بھونا اور ایک بڑا دسترخوان شیخ کے سامنے بچھا کر اس کے پورے حصے پر مچھلیوں کو رکھ دیا۔ پھر سب نے کھایا یہاں تک کہ آسودہ ہو گئے اور دسترخوان پر بھنی ہوئی مچھلیوں میں سے کسی کا سر اور کسی کی دم وغیرہ باقی رہ گئی۔

پھر ایک مرید نے شیخ سے عرض کیا کہ اے میرے سردار! جو شخص کہ متمکن اور قادر ہو اس کی صفت کیا ہے؟ فرمایا یُعْطَی التَّصْرِیْفَ الْعَامَ فِیْ جَمِیْعِ الْخَلَائِقِ یعنی تمام مخلوق میں اس کو تصرف عام دیا جاتا ہے۔ مریدوں نے کہا اس کی علامت کیا ہے؟ شیخ نے فرمایا کہ۔ ''اگر ان مچھلیوں کے باقی حصوں سے کہے تم اٹھ کر دوڑنے لگو تو وہ دوڑنے لگیں۔ پھر شیخ نے ان بھنی ہوئی مچھلیوں کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا اور فرمایا اَیَّتُھَا

اَلْاَسْمَاکُ الَّتِیْ فِیْ ھٰذِہِ الطَّوَاجِنِ قُوْمِیْ وَاسْعِیْ بِاِذْنِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ یعنی اے بھنی ہوئی مچھلیو! جو اس دسترخوان پر ہو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اٹھ کر چلنے لگو۔ ابھی آپ کا یہ کلام پورا بھی نہ ہوا تھا کہ وہ باقی حصے زندہ مچھلیاں ہوگئیں اور صحیح سالم ہوکر دریا میں کود پڑیں اور جہاں سے آئی تھیں وہیں چلی گئیں۔ (بہجۃ الاسرار ص ۲۳۷)

حضرت سید احمد کبیرؒ رفاعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے ان واقعات وکلمات سے یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام مخلوق میں تصرف تام عطا فرمایا ہے۔

حضرت علامہ شطنوفی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور تحریر فرماتے ہیں کہ ہم کو ابو القاسم محمد بن عبادہ انصاری حلبی نے خبر دی کہ میں نے شیخ عارف ابو اسحاق ابراہیم بن محمود بعلبکی مقری سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے اپنے شیخ امام ابو عبداللہ بطائحی سے سنا کہ میں سیدی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی (ظاہری) زندگی میں ام عبیدہ کی طرف گیا اور شیخ احمد رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صحن میں چند روز ٹھہرا۔ ایک دن شیخ احمد رفاعی نے مجھ سے فرمایا کہ میرے شیخ عبدالقادر جیلانی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے فضائل و مناقب بیان کرو میں نے کچھ بیان کیا۔ اثناءِ گفتگو میں ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ اس کو چھوڑ۔ ہمارے پاس ان مناقب کے علاوہ اور مناقب بیان کر اور اشارہ شیخ احمد رفاعی کے مناقب کا کیا۔ اس وقت شیخ نے اس کی طرف غصہ سے دیکھا وہ شخص اسی وقت شیخ کے سامنے گرا اور اس کی جان نکل گئی۔ (بہجۃ الاسرار ص ۲۳۸)

اس واقعہ سے حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنا یہ عقیدہ واضح کر دیا کہ خداوند قدوس نے مجھے بیک نگاہ زندہ کو مردہ کر دینے کا بھی اختیار عطا فرمایا ہے۔

حضرت شیخ عدی بن مسافر اُموی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

(متوفی ۵۵۵ھ)

آپ بلاد مغرب کے مشائخ میں عظیم المرتبت شخصیت کے حامل ہوئے۔ آپ علمائے اہل طریقت کے ان سرداروں میں سے ہیں جنہوں نے ابتدا ہی سے مجاہدات میں بڑی صعوبتیں برداشت کی ہیں۔ ہمارے حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپ کا ذکر احترام کے ساتھ کیا کرتے تھے اور آپ کے سلطان الاولیاء ہونے کی گواہی دیتے اور یہ فرماتے لَوْ كَانَتِ النُّبُوَّةُ تُنَالُ بِالْمُجَاهَدَةِ لَنَالَهَا الشَّيْخُ عَدِيُّ بْنُ مُسَافِرٍ ۔یعنی اگر مجاہدہ کے ذریعہ نبوت حاصل ہوتی تو وہ عدی بن مسافر کو ضرور حاصل ہو جاتی۔ (بہجۃ الاسرار ص ۱۵۰)

تصرف کے بارے میں ایسی عظیم المرتبت شخصیت کا عقیدہ ملاحظہ ہو۔ حضرت علامہ جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ امام یافعی اپنی تاریخ میں آپ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ آپ کے مریدوں میں سے ایک مرید کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ لوگوں سے قطع تعلق کر کے رہا جائے۔ اس نے شیخ عدی سے درخواست کی کہ اے شیخ! میں چاہتا ہوں کہ میں الگ تھلگ اس جنگل میں رہوں۔ کیا اچھا ہوتا کہ یہاں جنگل میں پانی ہوتا اور کچھ کھانے کو بھی مل جایا کرتا تاکہ میرے جسم کی توانائی باقی رہے۔ شیخ اٹھے اور وہاں جو دو بڑے بڑے پتھر پڑے ہوئے تھے ان میں سے ایک پر اپنا پاؤں مارا اسی دم پانی کا چشمہ جاری ہو گیا۔ پھر دوسرے پر پاؤں مارا تو انار کا درخت نمودار ہو گیا۔ آپ نے درخت سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ''اے درخت! ہر روز اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک دن میٹھا انار اور ایک دن کھٹا انار اس کو دے دیا کرنا۔'' چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس درخت کے انار دنیا کے بہترین اناروں میں سے تھے۔ (نفحات الانس ص ۴۸۷)

اور علامہ تادنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں ابو اسرائیل بیان کرتے ہیں کہ

میں نے ایک مرتبہ شیخ عدی سے عباداں کی طرف سفر کرنے کی اجازت طلب کی۔ تو آپ نے فرمایا کہ ''اگر تمہیں راستے میں شیر مل جائے یا اور کوئی مصیبت در پیش ہو اور تم خوف زدہ ہو جاؤ تو اس سے کہنا کہ عدی بن مسافر کا حکم ہے کہ تو میرے لئے مصیبت کا سبب نہ ہو۔'' چنانچہ جب میں سفر پر روانہ ہوا تو دریا میں زبردست طوفان آ گیا۔ اس وقت میں نے کہا۔ اے موجو! ٹھہر جاؤ کیوں کہ شیخ عدی نے تمہیں ٹھہر جانے کا حکم دیا ہے۔ یہ کہتے ہی طوفان ختم ہو گیا۔

پھر جب مجھے سانپوں اور درندوں نے گھیر لیا تو میں نے ان سے بھی وہی جملہ کہا۔ اور وہ میرا جملہ سن کر بھاگ گئے۔ پھر جب میں دریائے بصرہ سے گزرنے لگا تو اتنی تیز ہوائیں چلنے لگیں کہ موجوں کے تھپیڑوں نے مجھے ہلاکت کے قریب پہنچا دیا تو پھر میں نے کہا۔ اے ہواؤ! رک جاؤ چنانچہ ہوائیں رُک گئیں اور دریا کا پانی ٹھہر گیا۔

(قلائد الجواہر ص ۲۹۹)

علامہ تاذنی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور تحریر فرماتے ہیں کہ قلعہ جرامیہ کا قلعہ دار امیر ابراہیم نامی تمام درویشوں سے عموماً اور شیخ عدی سے خصوصی محبت رکھتا تھا اور اس امیر کے پاس جتنے صوفیاء آتے وہ ان سے شیخ عدی کی بے حد تعریفیں کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ ان صوفیاء نے کہا کہ چلو ہم بھی حاضر ہو کر بطور امتحان ان سے کچھ مسائل دریافت کریں گے چنانچہ جب سب لوگ سلام کر کے شیخ کے پاس بیٹھ گئے تو ان میں سے ایک نے آپ سے گفتگو شروع کی لیکن آپ خاموش رہے۔ جس کو اس درویش نے آپ کی عاجزی پر محمول کیا۔ لیکن شیخ نے اپنی روحانیت سے اس کے خدشات کو محسوس کر کے جماعت سے متوجہ ہو کر فرمایا۔'' کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے بندے بھی پیدا کئے ہیں جو اگر دو پہاڑوں سے کہہ دیں کہ باہم مل جاؤ تو وہ آپس میں مل جائیں۔''

ادھر شیخ کی زبان سے یہ جملہ ادا ہوا ادھر جب صوفیاء کی نظر دونوں پہاڑوں پر پڑی تو دیکھا کہ وہ آپس میں مل چکے تھے۔ جن لوگوں نے یہ کرامت دیکھی وہ آپ کے

قدموں میں گر پڑے۔ بعد میں آپ نے اپنے ہاتھ سے دونوں پہاڑوں کی طرف اشارہ کیا تو وہ دونوں پھر اپنی اپنی جگہ پہنچ گئے۔ جس کو دیکھ کر صوفیائے کرام بہت خوش ہوئے اور توبہ کر کے آپ کے ہاتھ پر بیعت ہو کر واپس ہوئے۔ (قلائد الجواہر ص ۳۰۱)

علامہ تادفی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور تحریر فرماتے ہیں شیخ عمر کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت شیخ عدی علیہ الرحمتہ والرضوان کی خدمت میں حاضر تھا کہ بزرگان دین کا تذکرہ چھڑ گیا۔ اس پر حضرت شیخ عدی نے فرمایا کہ "یہاں ایک ایسا مسافر بھی موجود ہے جو اندھوں، کوڑھیوں کو اچھا کر دینے کے باوجود نبوت کا دعویٰ نہیں کرتا۔" —— تو آپ کا یہ قول مجھے ناگوار محسوس ہوا اور میں اس مجلس سے اٹھ کر چلا آیا۔ پھر چند دنوں کے بعد حاضر ہوا تو اس وقت بھی میرے دل پر اس قول کا اثر تھا اور میرے سلام کرنے پر آپ نے فرمایا۔

اے عمر! تم میرے ساتھ اس شرط پر کہ کسی سلسلہ میں مجھ سے بات نہیں کرو گے میرے ساتھ چلو۔" میں نے آپ کی شرط منظور کر لی اور ہم ایک مقام کی طرف چل پڑے۔ میں آپ کے پیچھے چلتا رہا یہاں تک کہ ہم ایک بہت گھنے جنگل میں پہنچ گئے اور اس وقت مجھے بہت زیادہ بھوک لگی ہوئی تھی۔ لہٰذا میں آپ سے الگ ہو گیا تو آپ نے میری جانب متوجہ ہو کر فرمایا۔" تم مجھ سے الگ ہو کر رک کیوں گئے؟

میں نے جواب دیا کہ مجھے بہت زور کی بھوک لگی ہے۔ یہ سن کر آپ نے زمین پر سے ایک گھاس اٹھائی جو ببول کی طرح خشک تھی اور اس کو میرے منہ میں رکھ دیا اور جب میں نے اس کو چبایا تو وہ کھجور کی طرح میٹھی تھی وہ میری طاقت کے لئے کافی ہو گئی۔ اس کے بعد آپ پھر چل پڑے اور میں نے اپنے دل میں یہ خیال کر کے کہ یہ قوت مجھے اس گھاس سے حاصل ہوئی ہے۔ لہٰذا پھر میں نے وہی گھاس زمین سے اٹھا کر اپنے منہ میں رکھ لی لیکن اب کی مرتبہ اس کی کڑواہٹ سے میرے منہ کا مزہ خراب ہو گیا۔ اور میں نے منہ سے نکال کر اسے پھینک دیا۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ اے

عمر! میں نے کہا جی ہاں۔

پھر ہم بہت دیر تک چلنے کے بعد ایک گاؤں میں پہنچ گئے جس کے قریب ایک چشمہ تھا اور وہاں بہت مدت سے ایک کوڑھی بیٹھا ہوا تھا اس کو دیکھتے ہی مجھے شیخ کا قول یاد آ گیا اور میں نے سوچا کہ اگر آپ کی بات سچی تھی تو یہ کوڑھی ضرور اچھا ہو جائے گا۔ اسی وقت شیخ نے مجھ سے پوچھا کہ'' تمہارے دل میں کیا خیال آیا؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شیخ عقیل منجی اور شیخ مسلمہ کے وسیلہ سے میں نے دعا کی ہے کہ اس نوجوان کو تندرست کر دے یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ اے عمر! کسی پر ہمارا بھید ظاہر نہ کرنا اور جب میں نے بھید نہ ظاہر کرنے کی قسم کھائی تو آپ نے چشمہ پر پہنچ کر وضو کیا اور قبلہ رو ہو کر دو رکعت نماز ادا کی پھر مجھ سے فرمایا کہ'' جب میں دعا کروں تو میری دعا پر آمین کہنا۔

چنانچہ جب آپ نے دعا کی تو میں نے آمین کہا۔ پھر آپ نے اپنا مبارک ہاتھ اس کوڑھی پر پھیر کر فرمایا۔'' اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا۔ یہ کہتے ہی وہ فوراً کھڑا ہو گیا اور خوشی میں اس طرح دوڑنے لگا جیسے اس کو کوئی مرض ہی نہیں تھا۔ اور اپنے گاؤں والوں سے جا کر کہا کہ میرے پاس دو آدمی آئے ان میں سے ایک نے میرے اوپر ہاتھ پھیرا جس کے بعد میں بالکل تندرست ہو گیا۔ یہ سن کر گاؤں والے ہمارے پاس پہنچ گئے۔ اس وقت آپ نے مجھے اپنے کپڑا سے ڈھانپ لیا یہاں تک کہ کسی نے مجھے نہیں دیکھا پھر صرف تھوڑی دور چل کر آپ اپنی خانقاہ پر پہنچ گئے۔ (قلائد الجواہر ص ۳۰۳)

اور حضرت علامہ شطنوفی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ عدی بن مسافر علیہ الرحمتہ والرضوان کے خادم کا بیان ہے کہ ایک دن میں وضو کر رہا تھا کہ حضرت شیخ نے مجھ سے فرمایا کہ کیا کرتا ہے میں نے عرض کیا کہ قرآن مجید کی تلاوت کرنے کا ارادہ کرتا ہوں اس لئے کہ مجھے اس میں سے علاوہ سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص کے اور کوئی سورت یاد نہیں۔ اس کا زبانی یاد کرنا مجھ پر بہت مشکل ہے۔ میرے اس طرح عرض

کرنے پر شیخ نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر مارا تو اسی وقت مجھے پورا قرآن حفظ ہو گیا اور میں ان کے پاس سے نکلا تو اس کو پورا پڑھتا تھا میں اس کی کسی آیت میں بھولتا نہیں تھا اور اب بھی میں اس کے پڑھنے میں دوسرے لوگوں سے عمدہ پڑھتا ہوں اور اس کے پڑھانے پر دوسرے لوگوں سے زیادہ قادر ہوں۔ (بہجۃ الاسرار ص ۱۵۱)

حضرت شیخ عدی بن مسافر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مذکورہ بالا واقعات وکلمات سے اپنا یہ عقیدہ بالکل واضح کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کائنات کو اولیاء کے زیر فرمان کر دیتا ہے۔ اس کے حکم سے وہ لوگ اس میں پورا تصرف کرتے ہیں۔

حضرت شیخ ماجد کردی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

(متوفی ۵۶۴ھ)

آپ عراق کے مشہور بزرگ گزرے ہیں جو حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مداحین میں سے ہیں اور حضور سیدنا غوث اعظم بھی آپ کی بہت تعریف کیا کرتے تھے۔ اولیائے کرام کے تصرف واختیار کے بارے میں اب اس عظیم المرتبت شخصیت کا عقیدہ ملاحظہ ہو۔

حضرت علامہ تادفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کے صاحبزادے شیخ سلیمان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں تنہا اپنے والد کے پاس تھا اور اس وقت ہمارے پاس کھانے کی کوئی چیز نہیں تھی اسی دوران میں مہمان آ گئے۔ اس وقت والد صاحب نے مجھے حکم دیا کہ گھر میں جا کر کھانا لے آؤ تو مجھ میں یہ عرض کرنے کی ہمت نہ ہوئی کہ اس وقت کھانے کی کوئی چیز موجود نہیں۔ میں صرف آپ کے حکم کی تعمیل کی خاطر باورچی خانہ میں گیا تو وہاں قسم قسم کے کھانے موجود تھے۔ چنانچہ میں کل کھانا اٹھا کر لے آیا اور مطبخ میں کچھ نہیں چھوڑا۔ ابھی سب لوگ کھانے سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ تیس مہمان اور آ گئے انہیں دیکھ کر والد صاحب نے پھر کھانا لانے کا حکم دیا۔ حسب سابق جب میں

باورچی خانہ میں پہنچا تو وہاں کھانا موجود تھا اس وقت آپ نے دو خادموں پر اس انداز سے نظر ڈالی کہ وہ بے ہوش ہوکر گر پڑے اور آپ نے انہیں لکڑی کی طرح اٹھوا کر باہر کروا دیا ان کے گھر والے آ کر انہیں لے گئے۔ پھر چھ ماہ بعد دونوں توبہ کرتے ہوئے حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ واقعی ہمارے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا تھا کہ یہ سب کچھ جادوگری ہے۔ (قلائدالجواہرص ۳۷۶)

اور حضرت علامہ شطنوفی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں راوی کا بیان ہے کہ ہمارے اصحاب میں سے ایک شخص حضرت شیخ ماجد کردی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جو حج کا ارادہ رکھتا تھا اس نے شیخ سے عرض کیا کہ میں نے تجرید اور وحدت کے قدم پر حج کا ارادہ کیا ہے یعنی نہ میں نے توشہ لیا ہے اور نہ کسی شخص کو اپنے ہمراہ لیا ہے۔ تو حضرت شیخ ماجد نے ایک چھوٹی کشتی (ڈونگا) دی اور فرمایا اگر تو وضو کا ارادہ کرے گا تو اس میں پانی پائے گا' اگر تجھے پیاس لگے گی تو اس میں دودھ پائے گا اور اگر تجھے بھوک معلوم ہوگی تو اس میں ستو پائے گا۔

اس شخص کا حال یہ تھا کہ حمدین پہاڑ سے لے کر مکہ معظمہ تک کے سفر میں اور جتنا زمانہ کہ وہ عرب میں رہا اور حجاز سے عراق تک لوٹنے کے وقت تک وہ جب بھی وضو کا ارادہ کرتا تو اسی ڈونگا کے عمدہ پانی سے وضو کر لیتا اور جب پانی پینے کا ارادہ کرتا تو اس میں کبھی فرات سے عمدہ پانی پاتا اور خواہش کے مطابق اس میں کبھی دودھ اور شہد ہوتا جو دنیا کے دودھ اور شہد سے کہیں عمدہ ہوتا۔ اور جب کھانے کا ارادہ کرتا تو اس میں شکر ملا ہوا بہترین ستو پا لیتا۔ (بہجۃ الاسرار ص ۱۶۷)

حضرت علامہ شطنوفی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کے صاحبزادے کا بیان ہے ایک دن مجھ سے میرے والد نے فرمایا کہ اے سلیمان! فلاں پہاڑی کے آخری حصے کی طرف چلے جاؤ۔ وہاں پر تین شخص ہیں ان سے میرا سلام کہو اور یہ کہو کہ جو آپ لوگ خواہش کریں وہی ملے گا۔ میں نے ان کے پاس آ کر اپنے والد کا

پیغام پہنچایا تو ان میں سے ایک نے کہا کہ میں انار چاہتا ہوں۔ دوسرے نے کہا سیب اور تیسرے نے کہا میں انگور چاہتا ہوں۔ میں نے اپنے والد کی خدمت میں آ کر ہر ایک کی خواہش کے بارے میں بتایا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ تم فلاں درخت کی طرف چلے جاؤ اور اس میں سے جو وہ مانگتے ہیں توڑ لو۔ میں اس درخت کو پہچانتا تھا کہ بہت دنوں سے خشک تھا اور ہم سے تھوڑی ہی دوری پر تھا مگر میں نے ان کا کلام ردّ نہ کیا اور جب میں اس درخت کی طرف گیا تو دیکھا کہ وہ سرسبز اور خوش نما ہے مجھ کو اس میں انار، سیب اور انگور تینوں ملے۔ اور ایسے عمدہ خوشبودار کہ کبھی دیکھنے میں نہ آئے تھے ان سب کو توڑ کر والد کے پاس لایا انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ ان تینوں کی طرف لے جاؤ۔ جب میں ان لوگوں کی طرف آیا تو انار والے نے انار اور انگور والے نے انگور کھا لیا مگر سیب والے نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ یہ سیب میں تم کو دیتا ہوں پھر وہ تھوڑی دور چلے اور میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ وہ ہوا پر اڑنے لگے لیکن سیب والا ایک بالشت بھی اوپر نہ چڑھ سکا تو اس کے ساتھی ہوا سے نیچے اتر آئے اور اس سے کہنے لگے کہ اے شخص یہ بات اس لئے ہوئی کہ تم نے سیب کے لینے سے انکار کیا پھر وہ تینوں ننگے سر ہو کر میرے والد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اس شخص سے فرمایا یَا بُنَیَّ مَا مَنَعَکَ مِنْ قَبُوْلِ کَرَامَتِیْ وَمُوَافَقَۃِ صَاحِبَیْکَ یعنی اے میرے بیٹے! تم کو کس چیز نے میرا عطیہ لینے اور اپنے ساتھیوں کی موافقت کرنے سے روکا؟ تو وہ کچھ جواب دینے کی بجائے میرے والد کے قدموں پر گر کر انہیں چومنے لگا۔ آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں۔ پھر مجھ سے فرمایا اے سیمان! وہ سیب کہاں ہے؟ میں نے اسے پیش کیا۔ آپ نے اس کے ٹکڑے کئے ان میں سے ایک ٹکڑا آپ نے خود کھایا اور ایک ٹکڑا مجھے کھلایا اور ان میں سے ہر ایک کو ایک ٹکڑا دیا پھر اس شخص کے کندھوں میں اپنے ہاتھ سے دھکا دیا تو وہ بھی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ تیر کی طرح ہوا میں اڑ گیا۔ میں نے اپنے والد سے ان کی بابت پوچھا تو فرمایا کہ یہ رجال الغیب ہیں جو چلتے رہتے ہیں۔ (بہجۃ الاسرار ص ۱۶۷)

حضرت ماجد کردی علیہ الرحمتہ والرضوان نے ان واقعات سے اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کائنات میں تصرف کا اختیار عطا فرمایا ہے۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

(متوفی ۶۳۸ھ)

آپ کے خرقہ کی نسبت ایک واسطہ سے حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتی ہے۔ ڈھائی سو سے زائد آپ کی تصنیفات ہیں۔ حضرت سیدنا شیخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے آپ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا **هُوَ بَحْرُ الْحَقَائِقِ** یعنی وہ حقائق کے سمندر ہیں۔ (ترجمہ نفحات الانس ص ۸۰۱)

حضرت علامہ جامی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ فتوحات مکیہ میں شیخ اکبر تحریر فرماتے ہیں کہ ۵۳۶ھ کا سال تھا ہماری مجلس میں ایک عالم آیا جو فلاسفہ کے مسلک کا پیرو تھا اور نبوت کا اِثبات جس طرح مسلمان کرتے ہیں وہ نہیں کرتا تھا۔ خوارق عادات اور انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا منکر تھا۔ اتفاقاً وہ جاڑے کا موسم تھا اور ہماری مجلس میں انگیٹھی جل رہی تھی۔ آگ کو دیکھ کر اس فلسفی نے کہا عوام کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا گیا تھا مگر وہ جلنے سے محفوظ رہے۔ لیکن یہ ایک امر محال ہے کیونکہ آگ کا کام بالطبع جلانا ہے۔ یعنی ان چیزوں کو جلا دے جن میں جلنے کی صلاحیت موجود ہو۔ پھر بطور تاویل کہنے لگا کہ قرآن پاک میں جو آگ مذکور ہے اس سے مراد نمرود کی آتش غضب ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے سے وہی غضب کی آگ مراد ہے جو نمرود نے ان پر غضب وغصہ کیا اور ان کے نہ جلنے سے مقصود یہ ہے کہ اس غضب کا ان پر کچھ اثر نہ ہوا کیوں کہ ابراہیم علیہ السلام دلیل و حجت سے اس پر غالب آ گئے تھے۔

جب فلسفی یہ تقریر کر کے خاموش ہوا تو مجلس کے بعض حاضرین نے خیال کیا کہ

میں (شیخ اکبر) اس سے ضرور کچھ کہوں گا۔ چنانچہ یہ سن کر میں نے اس فلسفی سے کہا کہ تم اس قرآنی قصہ کا انکار کرتے ہو۔ میں تم کو دکھاتا ہوں اور اس سے میرا مقصود یہ ہے کہ معجزہ کا انکار ختم کروا دیا جائے نہ کہ میں اپنی بزرگی دکھاؤں۔ اس نے کہا اس کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ سن کر میں نے کہا اس انگیٹھی میں وہی آگ ہے جس کے بارے میں تم کہتے ہو کہ یہ بالطبع جلانے والی ہے؟ اس نے کہا ہاں یہ وہی آگ۔ بس میں نے اس انگیٹھی کو اُٹھا کر اس کے دامن میں الٹ دیا اور ایک عرصہ تک اسی طرح اس کے دامن میں رہنے دی۔ اور اُس کے دامن میں اس کو اپنے ہاتھ میں اُلٹ پلٹ کرتا رہا مگر اُس کے کپڑے پر اس آگ کا بالکل اثر نہیں ہوا۔ میں نے فلسفی سے کہا اپنا ہاتھ اس میں ڈالو۔ جب وہ اپنا ہاتھ اس آگ کے قریب لے گیا تو اس کا ہاتھ جلنے لگا۔ تب میں نے اس سے کہا اب تو یہ بات ظاہر ہو گئی کہ آگ کا جلانا یا نہ جلانا اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے نہ یہ کہ اس کی طبیعت کا خاصہ ہے۔ فلسفی نے اس بات کا اقرار کیا اور ایمان لے آیا۔ (ترجمہ نفحات الانس ص ۸۱۰)

حضرت شیخ اکبر علیہ الرحمۃ والرضوان نے فتوحات مکیہ میں اس واقعہ کو تحریر فرما کر اپنا یہ عقیدہ ساری دنیا والوں کے سامنے واضح کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تصرف کی وہ قدرت عطا فرمائی ہے کہ آگ بھی ہمارے قابو میں ہے۔

حضرت علامہ جامی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور تحریر فرماتے ہیں کہ فتوحات مکیہ میں شیخ ابن العربی نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میرے ایک ماموں تلمسان کے بادشاہ تھے۔ ان کا نام یحییٰ تھا۔ ان کے زمانہ میں ایک شیخ ابو عبداللہ تونسی بادیہ نشین تھے۔ لوگوں سے قطع تعلق کر کے جنگل میں رہنے لگے تھے اور اپنا تمام وقت عبادت میں گزارتے تھے۔ ایک دن یحییٰ بادشاہ تلمسان سے اپنے لشکر کے ساتھ باہر نکلے۔ راستہ میں شیخ ابو عبداللہ سے ملاقات ہوئی۔ لشکریوں نے ان کو بتایا کہ یہ شیخ ابو عبداللہ تونسی ہیں۔ انہوں نے اپنا گھوڑا لوٹایا اور ان کو سلام کیا اور شیخ سے کہا ان کپڑوں میں کہ جنہیں میں پہنے ہوئے ہوں نماز

جائز ہے یا نہیں؟ (یحییٰ اس وقت لباس فاخرہ پہنے ہوئے تھے) شیخ یہ سوال سن کر ہنسنے لگے۔ یحییٰ نے کہا یہ ہنسنے کا کیا موقع ہے؟

شیخ ابوعبداللہ نے جواب دیا کہ میں تمہاری سادگی اور بے عقلی پر ہنس رہا ہوں۔ کیونکہ تمہاری حالت اُس کتے کے مانند ہے کہ پڑے مردار سے پیٹ بھر کر کھایا ہے۔ سر سے پاؤں تک نجاست میں غرق ہے لیکن جب پیشاب کرتا ہے تو ٹانگ اٹھا لیتا ہے کہ کہیں اس پر پیشاب کا چھینٹا نہ پڑ جائے۔ تمہارا پیٹ حرام سے بھرا ہوا ہے اور لوگوں کی گردنوں پر تمہارے بے شمار مظالم ہیں اور اب تم پوچھتے ہو کہ ان کپڑوں میں نماز جائز ہے یا نہیں؟

یحییٰ یہ بات سن کر رونے لگے، گھوڑے سے اُتر آئے اور اُسی وقت سلطنت چھوڑ دی اور شیخ کے خادموں میں شامل ہو گئے۔ جب یحییٰ کو ان کے پاس رہتے ہوئے تین دن گزر گئے تو شیخ ایک رسی لائے اور فرمایا کہ مہمانی کی مدت پوری ہو چکی۔ اُٹھو لکڑیاں لاؤ اور بیچو۔ اُنہوں نے رسی لی اور لکڑیوں کا گٹھر باندھ لائے اور بیچنے لگے۔ ان کی رعایا نے سلطنت وحکمرانی کے بعد جب اُن کو اِس حال میں دیکھا تو رونے لگی یہ لکڑیوں کو بیچتے تھے اور اپنے کھانے کی قیمت نکال کر باقی صدقہ کر دیتے تھے۔ وہ ہمیشہ اپنے ہی شہر میں رہے یہاں تک کہ اسی حالت میں ان کا انتقال ہو گیا۔ (ترجمہ نفحات الانس ص ۸۱۲)

شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی علیہ الرحمتہ والرضوان نے اس واقعہ کو فتوحات مکیہ میں لکھ کر اپنا یہ عقیدہ واضح کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں کی زبان میں تصرف کی وہ قوت عطا فرمائی ہے کہ وہ بادشاہ کو لکڑہارا بنا دیتے ہیں۔

اور حضرت علامہ نبہانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں ۔ علامہ سراج بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہمیں یہ واقعہ شیخ صالح حیدر بن ابو الحسین بن حیدر جعبری بغدادی نے بتایا۔ انہیں سید زین الدین حسینی بغدادی نے اور انہیں سید زین الدین رشید حلبی نے اور انہیں شیخ عزالدین دامغانی خراسانی نے بتایا جو عالم باعمل اور بزرگ تھے۔

فرماتے ہیں خراسان میں ایک شخص تھا جو حضرت ابن عربی (علیہ الرحمتہ والرضوان) کی برائی کیا کرتا تھا وہ نہ صرف آپ کو بلکہ آپ سے تعلق رکھنے والے ہر آدمی کو بھی ایذا دیتا اور اس معاملہ میں ساری حدیں توڑ دیتا۔ لوگوں نے حضرت شیخ کے سامنے اس کی شکایتیں رکھیں۔ آخر کار کہنے لگے حضور! اب تو صبر بھی ناممکن ہو گیا ہے۔ اب وہ مرحلہ آ گیا کہ اس کی قضا وقدر کے نفاذ کا مسئلہ شیخ کے حوالے ہو گیا۔

آپ نے ایک آدمی سے فرمایا کہ ایسا اور ایسا خنجر آپ مجھے لا دیں حالانکہ ایسے خنجر کا اُسے علم نہ تھا (جب وہ خنجر لایا) تو آپ نے ایک کاغذ لیا جو شکل انسانی کے مطابق کٹا ہوا تھا۔ اُس کاغذ کے پتلے کو خنجر سے ذبح کر دیا اور فرمایا اے ساتھیو! میں نے ابھی ابھی اُس خراسانی کو ذبح کر دیا جو ہم پر زیادتیاں کیا کرتا تھا اور میں نے اُس کے گھر کی چھت کے نیچے ایک دیوار سے بھاری پل اٹھا کر خنجر اس کے نیچے رکھ دیا ہے۔ وہ بوجھ بیس سے کم آدمی اپنی جگہ سے نہیں اٹھا سکتے ہیں اور میں نے خنجر پر اس کے خون سے لکھ دیا ہے کہ اسے شیخ محی الدین ابن عربی نے ذبح کیا ہے۔

حاضرین میں جن لوگوں کو شک تھا وہ خراسان چلے گئے وہاں جا کر معلوم کیا تو لوگوں نے بتایا کہ وہ آدمی فلاں دن فلاں وقت ذبح ہو گیا اور وہ بالکل وہی وقت اور وہی دن تھا جس دن حضرت شیخ نے اسے ذبح کیا تھا۔ اُن جانے والے لوگوں نے وہاں سارا واقعہ بیان کر دیا تو بہت سے لوگ جن پر اس کے قتل کی تہمت لگ رہی تھی بچ گئے۔ اور جب اس پل نما چھت کو اٹھایا گیا تو وہاں حضرت کی بتائی ہوئی عبارت کے ساتھ خنجر موجود تھا۔ (جامع کرامات اولیاء ص ۵۴۶)

مذکورہ بالا طریقے پر سینکڑوں کلو میٹر کی دوری سے گستاخ خراسانی کو ذبح فرما کر حضرت شیخ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمتہ والرضوان نے اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کائنات عالم میں تصرف کی وہ قوت عطا فرمائی ہے کہ جسے سن کر عقل حیران ہو جائے۔

اور حضرت علامہ نبہانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت امام شعرانی علیہ الرحمتہ والرضوان فرماتے ہیں کہ مجھے برادرم شیخ صالح الحاج احمد حلبی قدس سرہ نے بتایا کہ ان کا گھر حضرت شیخ محی الدین ابن عربی کے مزار اقدس کے بالکل قریب تھا اور مزار شریف سامنے نظر آتا تھا۔ عشا کی نماز کے بعد ایک شخص آگ لے کر حضور کے مزار کے تابوت کو جلانے کے لئے نکلا۔ ابھی وہ قبر سے آٹھ نو میٹر دور ہی تھا کہ زمین میں دھنسنے لگا یہاں تک کہ وہ میری نگاہوں کے سامنے زمین میں غائب ہو گیا۔ رات کو جب وہ اپنے گھر والوں کو نہ ملا تو وہ اسے تلاش کرنے لگے۔ میں نے انہیں سارا واقعہ بتایا تو وہ لوگ اس کے دھنسنے کی جگہ پر آئے اور جب زمین کھودی تو اس کا سر ظاہر ہوا مگر وہ جتنا کھودتے جاتے اتنا ہی وہ نیچے دھنستا جاتا آخر تھک ہار کر ان لوگوں نے اُس کے اُوپر مٹی ڈال دی۔ (ترجمہ جامع کرامات اولیاء ص ۵۴۶)

اس واقعہ سے حضرت شیخ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمتہ والرضوان نے یہ ثابت کر دیا کہ وصال کے بعد بھی میرا تصرف جاری ہے۔

غوث وقت قطب السالکین

حضرت سیدی عبدالعزیز دباغ کا عقیدہ

(رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ)

آپ اولیاء کرام کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

لَهُمُ التَّصَرُّفُ فِي الْعَوَالِمِ كُلِّهَا السِّفْلِيَّةِ وَالْعُلْوِيَّةِ وَحَتّٰى فِي الْحُجُبِ السَّبْعِيْنَ وَحَتّٰى فِي الْعَالَمِ الرَّقَّا بِالرَّاءِ وَتَشْدِيْدِ الْقَافِ وَهُوَ مَا فَوْقَ الْحُجُبِ السَّبْعِيْنَ فَهُمُ الَّذِيْنَ	انہیں سارے جہان سفلی اور علوی میں تصرف حاصل ہوتا ہے یہاں تک کہ ستر حجابات اور ان کے اوپر بھی یہی وہ حضرات ہیں جنہیں عالم، اہل عالم اور ان کے خیالات میں تصرف حاصل ہوتا ہے اور جو

يَتَصَرَّفُوْنَ فِيْهِ وَفِيْ اَهْلِهٖ وَفِيْ خَوَاطِرِهِمْ وَمَا تَهْجُسُ بِهٖ ضَمَائِرُهُمْ فَلَا يَهْجُسُ فِيْ خَاطِرِ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ شَيْءٌ اِلَّا بِاِذْنِ اَهْلِ التَّصَرُّفِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ

کسی کے دل میں خیال گزرتا ہے تو وہ اہل تصرف کی اجازت ہی سے گزرتا ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

(الابریز شریف ص ۳۲۸)

اور حافظ الحدیث علامہ احمد سلجماسی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ غوث زماں حضرت سیدی عبدالعزیز دباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا۔

اِنَّ عُلَمَاءَ الظَّاهِرِيْنَ مِنَ الْمُحَدِّثِيْنَ وَغَيْرِهِمِ اخْتَلَفُوْا فِي النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ كَانَ يَعْلَمُ الْخَمْسَ فَقَالَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَيْفَ يُخْفٰى اَمْرُ الْخَمْسِ عَلَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْوَاحِدُ مِنْ اَهْلِ التَّصَرُّفِ مِنْ اُمَّتِهِ الشَّرِيْفَةِ لَا يُمْكِنُهُ التَّصَرُّفُ اِلَّا بِمَعْرِفَةِ هٰذَا الْخَمْسِ ۔

(الابریز شریف ص ۲۸۳)

کہ علمائے ظاہر محدثین وغیرہ علوم خمسہ کے بارے میں آپس میں اختلاف رکھتے ہیں عالموں کا ایک گروہ کہتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کا علم تھا اور دوسرا گروہ انکار کرتا ہے۔ اس میں حق کیا ہے؟ فرمایا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ غیب کیسے پوشیدہ رہ سکتے ہیں جب کہ آپ کی امت شریفہ میں جو اہل تصرف ہیں (کہ عالم میں تصرف کرتے ہیں) وہ تصرف کر ہی نہیں سکتے جب تک ان پانچ غیبوں کو نہ جان لیں۔

مذکورہ بالا اقوال میں غوث زماں حضرت عبدالعزیز دباغ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنا یہ عقیدہ واضح طور پر بیان فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اولیائے کرام کو سفلی اور علوی سارے جہان میں تصرف کا اختیار بخشا ہے یہاں تک کہ اہل عالم کے خیالات میں بھی ان کو تصرف حاصل ہوتا ہے اور آخری ارشاد سے آپ کا یہ عقیدہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ کے

محبوب بندے جو عالم میں تصرف کرتے ہیں ان کو غیوبِ خمسہ کا بھی علم ہوتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتو وہ تصرف کر ہی نہیں سکتے۔

اور حضرت علامہ نبہانی علیہ الرحمتہ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالعزیز دباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد صاحب ابریز علامہ ابن مبارک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا کہ فقیہ ثقہ صدوق سیدی علی بن عبداللہ صباغی نے بیان فرمایا کہ مجھے پہلی مرتبہ قطب وقت حضرت عبدالعزیز دباغ علیہ الرحمتہ والرضوان کی زیارت ماہ رمضان شریف میں حاصل ہوئی۔ الوداعی مصافحہ کے موقع پر حضرت نے فرمایا کہ تم ایک دُنبہ لانا۔ عید اُسی سے ہوگی۔ میں نے کہا بہت اچھا اور پھر رخصت ہو گیا —— جب عید قریب آئی تو میں نے دو دُنبے خریدے۔ جس دن میں نے دُنبوں کو خریدا تھا اُسی دن میرا ایک دوست حضرت کی خدمت میں موجود تھا۔ میرے دوست کا مکان میرے گھر سے دو دن کی مسافت پر تھا اور وہاں سے دو دن کی مسافت پر حضرت کی خانقاہ شریف تھی۔ حضرت نے میرے دوست سے فرمایا کہ علی بن عبداللہ تمہارے پاس دو دُنبے لے کر آئیں گے۔ اس میں سے ایک تم لے لینا اور اس سے عید منانا اور دوسرا دُنبہ میرے پاس لانا۔

جب میں اس دوست کے پاس پہنچا تو اس نے حضرت کی بات مجھ سے نقل کی۔ چونکہ حضرت کی بارگاہ میں اُس کی رسائی اور حضرت سے اس کا قرب خاص مجھے معلوم تھا اِس لئے مجھے اُس کی بات ماننے میں کوئی تامل نہ ہوا۔ میں نے اُس سے کہا کہ دونوں میں سے جو چاہو لے لو۔ ایک دُنبہ اُس کے حوالہ کر دیا اور دوسرا دُنبہ حضرت کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے ہم لے کر چل پڑے۔ چوں کہ ہم سواری پر تھے اِس لئے یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ کس طرح دُنبہ حضرت کی بارگاہ میں پہنچایا جائے۔ ہمراہیوں میں پیدل چلنے والا صرف میرا ایک سوتیلا بھائی تھا۔ دُنبہ اُسی کی تحویل میں کر کے ہم آگے بڑھ گئے اور حضرت کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔ ایک دن بعد دنبہ لے کر میرا علاتی بھائی بھی پہنچ گیا۔ جب حضرت نے اسے دیکھا تو فرمایا اَنْتَ اَتَيْتَنَا بِكَبْشٍ وَنَحْنُ اَعْطَيْنَاكَ وَلَدًا

یعنی تو ہمارے پاس دُنبہ لایا اور ہم نے تجھے فرزند عطا کیا۔ حضرت سیدی علی بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا حضور! اسے فرزند کی ضرورت بھی ہے۔

حضرت علی بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میرے بھائی کو اولاد کی بڑی تمنا تھی کیونکہ اس کی چھوٹی بیوی جو پندرہ برسوں سے اس کے ساتھ زندگی گزار رہی تھی اُس سے طویل عرصہ میں کوئی اولاد نہ ہوئی یہاں تک کہ وہ ولادت سے مایوس ہو چکی تھی اور اپنے شوہر کو بے اولاد کہنے لگی تھی۔

پھر دنبہ ایک جگہ باندھ دیا گیا اور حضرت سیدی عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہم لوگوں کو اپنے مخصوص کمرہ میں لے گئے۔ رات کا وقت تھا چراغ کی روشنی میں حضرت نے جب میرے بھائی کو دیکھا تو فرمایا اُدْنُ مِنِّیْ میرے قریب آ ؤ۔ بھائی حضرت کے قریب ہو گیا۔ آپ نے اُس کی پیشانی کو بغور دیکھ کر فرمایا "تیرے پاس موٹا تازہ فرزند ہے" اور اس جملہ کو تین بار فرمایا۔ کچھ وقفہ گزرنے کے بعد پھر حضرت نے میرے بھائی کو مخاطب کیا اور فرمایا کہ پیدا ہونے والے لڑکے کا نام کیا رکھے گا؟ بھائی نے عرض کیا حضور جو چاہیں نام رکھ دیں۔ حضرت نے تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد فرمایا کہ اُس کا نام "رِحال" (کوچ کرنے والا) رکھنا۔

سید علی بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ "رحال" نام ہمارے لئے بالکل غیر مانوس اور اجنبی تھا۔ آباو اجداد میں اب تک کسی کا نام رحال نہیں تھا۔ حاضرین میں سے کچھ لوگوں نے عرض کیا حضور! ایسا نام کیوں تجویز فرما رہے ہیں جو اِن کے اہل قبیلہ کے لئے غیر معروف ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ میری سمجھ میں یہی نام آ رہا ہے۔

حضرت سیدی علی بن عبداللہ صباغی فرماتے ہیں کہ جب ہم اپنے گھر واپس آئے تو دیکھا کہ بھائی کی اہلیہ کو حمل کے آثار ظاہر ہیں حالانکہ اس سے پہلے پور خاندان میں کسی کو اس کے حاملہ ہونے کا علم نہ تھا۔ جب لڑکے کی پیدائش ہوئی تو حضرت کے ارشاد کے مطابق گھر والوں نے اس کا نام "رِحال" رکھا لوگوں کو رحال نام سن کر بڑی حیرت

ہوئی۔ وجہ دریافت کرتے، میں کہتا کہ حضرت سیدی عبدالعزیز نے اس کا نام رحال صرف یہ بتانے کے لئے رکھا ہے کہ یہ بچہ زیادہ دنوں تک زندہ نہیں رہے گا بلکہ جلد ہی دنیا سے کوچ کر جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور تقریباً تین سال کی مختصر سی زندگی پا کر لڑکا مر گیا۔

حضرت سیدی علی بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ بچہ کے انتقال کر جانے کے بعد سیدی شیخ عبدالعزیز علیہ الرحمتہ والرضوان نے میرے بھائی کو مخاطب کر کے فرمایا اَلْمَرَّۃُ الْاُوْلٰی اَعْطَیْنَاکَ فِیْھَا رِحَالاً وَفِیْ ھٰذِہِ الْمَرَّۃِ نُعْطِیْکَ مِنْ یُّقِیْمُ عِنْدَکُمْ وَلَا یَرْحَلُ عَنْکُمْ ۔یعنی پہلے سفر میں ہم نے تم کو رِحال دیا تھا اور اس سفر میں تم کو ایسا لڑکا دیں گے جو تمہارے پاس رہے گا اور تمہیں داغِ مفارقت دے کر کوچ نہیں کرے گا۔

(جامع کرامات اولیاء جلد دوم عربی ص ۱۸۲-۱۸۳)

غوث زماں حضرت سیدنا عبدالعزیز دباغ علیہ الرحمتہ والرضوان نے اس واقعہ میں دنبہ پہنچانے پر یہ فرما کر ''ہم نے تجھے فرزند عطا کیا'' اور پھر دوسری ملاقات پر یہ فرما کر ''پہلے سفر میں ہم نے تم کو رِحال دیا تھا اور اس سفر میں ہم تم کو ایسا لڑکا دیں گے جو تمہارے پاس رہے گا'' اپنا یہ عقیدہ واضح طور پر ثابت کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے لڑکا عطا کرنے کی قوت بخشی ہے۔ اگر حضرت کا ایسا عقیدہ نہ ہوتا تو آپ اس طرح کی بات ہر گز نہ فرماتے۔

اور صاحب اِبریز حضرت علامہ ابن مبارک و حضرت علامہ نبہانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہما نے اس واقعہ کو اپنی کتابوں میں بلا تردید لکھا تو معلوم ہوا کہ ان حضرات کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کو لڑکا دینے کی قوت عطا فرما دیتا ہے۔ اور الحمدللہ ہم اہل سنت و جماعت کا بھی یہی عقیدہ ہے۔

سلطان المرشدین حضرت خواجہ عثمان ہروَنی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

(وصال ۶۱۷ھ)

آپ سلطانُ الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمتہ و الرضوان کے پیرومرشد ہیں۔ شریعت و طریقت کے علوم میں اپنے وقت کے بہت بڑے عالم اور مقتدائے اوتاد و ابدال تھے۔ ہارون ایک موضع ہے جو نیشاپور کے مضافات میں ہے۔ چونکہ آپ وہاں کے رہنے والے تھے اس لئے اسی نسبت سے آپ ہروَنی مشہور ہوئے۔ آپ کا مزار مبارک مکہ شریف میں مسجد جن کے قریب تھا جس کو نجدی حکومت نے توڑ کر روڈ میں لے لیا۔

حضرت خواجہ امیر خورد کرمانی نظامی مصنف سیر الاولیاء تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ الاسلام حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ میں ایک زمانہ تک مسلسل حضرت خواجہ عثمان ہروَنی کے ساتھ سفر میں تھا۔ ایک بار ہم دریائے دجلہ کے کنارے پہنچے۔ اتفاق سے وہاں کوئی کشتی نہیں تھی۔ خواجہ عثمان ہروَنی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ آنکھیں بند کرو۔ میں نے آنکھیں بند کرلیں۔ جب میں نے آنکھ کھولی تو حضرت خواجہ عثمان کو اور خود کو دریائے دجلہ کے دوسرے کنارے پر پایا۔ (سیر الاولیاء ص ۱۰۷)

اور حضرت خواجہ امیر خورد کرمانی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن ایک بوڑھا آپ کی خدمت میں نہایت پریشان حاضر ہوا۔ حضرت خواجہ عثمان ہروَنی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس سے پوچھا کیا حال ہے کہ تم اس قدر پریشان ہو؟ اس بوڑھے نے کہا کہ چالیس سال سے میرا ایک بیٹا غائب ہے۔ مجھے اُس کی خبر نہیں کہ وہ زندہ ہے یا مرگیا۔ میں آپ کی خدمت میں آیا ہوں کہ آپ سے فاتحہ کی درخواست کروں کہ میرا بیٹا مل جائے۔ حضرت خواجہ عثمان ہروَنی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ مراقب ہوئے۔ جب دیر ہوگئی تو مراقبہ سے

سر اٹھا کر حاضرین مجلس سے فرمایا کہ آؤ ہم سب مل کر اس نیت سے فاتحہ پڑھیں کہ اس بوڑھے کا بیٹا اس کو مل جائے۔ سب لوگ جب فاتحہ پڑھ چکے تو آپ نے اُس بوڑھے سے فرمایا جاؤ تمہارا بیٹا تمہارے گھر آ چکا ہوگا۔

بوڑھا اپنے گھر آیا تو گھر کے ہر آنے جانے والے نے اسے اس کے بیٹے کے آنے کی مبارکباد دی کہ مبارک ہو تمہارا بیٹا آ گیا۔ بوڑھے کی اپنے بیٹے سے ملاقات ہوئی پھر باپ اور بیٹے دونوں نے حضرت خواجہ عثمان ہرونی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر قدم بوسی کی سعادت حاصل کی۔ خواجہ نے اس کے بیٹے سے پوچھا کہ اب تک تم کہاں تھے؟ اس نے جواب دیا کہ میں جزائر دریائے دیوان کے ایک جزیرہ میں قید تھا اور مجھے زنجیریں ڈالی گئیں تھیں۔ میں آج بھی اسی مقام پر تھا کہ ایک درویش نے جو بالکل آپ کی ہم شکل تھا' زنجیر پر ہاتھ ڈالا۔ زنجیر فوراً ٹوٹ گئی پھر اُس درویش نے مجھے اپنے پاس کھڑا کر کے کہا کہ میرے قدم بقدم آؤ۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا (چند قدم چلنے کے بعد) اس درویش نے مجھ سے فرمایا کہ آنکھیں بند کر لو۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ جب میں نے آنکھیں کھولیں۔ تو اپنے آپ کو اپنے گھر کے دروازے پر پایا۔ (ترجمہ سیر الاولیاء ص ۱۰۸)

اور حضرت میر عبدالواحد بلگرامی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۱۰۱۷ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ عثمان ہرونی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ آدھی رات کے وقت گھر میں تشریف فرما تھے کہ اناسی کافروں نے مشورہ کیا کہ آدھی رات کو خواجہ عثمان ہرونی کے پاس چلیں اور کہیں کہ ہم بھوکے ہیں۔ ہر ایک کو نئے طباق میں علیحدہ علیحدہ کھانا دیجئے اور ہر ایک جداگانہ نوع کا۔ اس باہمی مشورہ کے بعد جب وہ آپ کی خدمت میں آئے تو خواجہ نے فرمایا اے آدم وحوا کے بیٹو! بیٹھ جاؤ اور ہاتھ دھولو اور خود بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر آسمان کی جانب ہاتھ اٹھائے اور ہر جنس کے مختلف کھانوں کے بھرے ہوئے طباق جیسا کہ وہ لوگ سوچ کر آئے تھے غیب سے لیتے اور ان کے سامنے رکھ دیتے۔ وہ کافر بھی

مسلسل نظریں جمائے دیکھتے رہے کہ طباق غیب سے آ رہے ہیں۔ خیر جب وہ کھانے سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی نعمت کھاؤ اور اس پر ایمان لاؤ۔ انہوں نے کہا کہ اگر ہم تمہارے خدا و رسول پر ایمان لے آئیں اور مسلمان ہو جائیں تو کیا اللہ تعالیٰ ہمیں بھی تم جیسا کر دے گا۔ فرمایا کہ "میں غریب کس گنتی میں ہوں۔ اللہ تعالیٰ تو اس پر قادر ہے کہ مجھ سے ہزار درجہ تمہیں بلند فرمائے۔" وہ سب ایمان لے آئے مسلمان ہو گئے اور حضرت خواجہ عثمان ہروَنی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی مبارک صحبت میں رہے۔ ان میں ہر ایک اللہ کا ولی ہو گیا کہ ان کی نظروں میں عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک سب منکشف ہو گیا۔ (سبع سنابل شریف ص ۴۳۱)

حضرت خواجہ عثمان ہروَنی علیہ الرحمتہ والرضوان نے ان واقعات سے اپنا یہ عقیدہ کھلم کھلا واضح کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں عالم میں تصرف کا اختیار بخشا ہے۔

سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کا عقیدہ

(وصال ۶۳۳ھ)

آپ برصغیر ہندو پاکستان میں بڑے بڑے اولیائے کرام کے سردار اور سلسلہ چشتیہ کے بانی ہیں۔ آپ حنفی المذہب تھے۔ علاقہ خراسان میں ۱۴ رجب ۵۲۷ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام غیاث الدین ہے جو حسینی سید تھے۔ اور آپ کی والدہ محترمہ کا نام ماہ نور ہے جو حسنی سیدہ تھیں رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہما۔ ۹ سال کی عمر میں آپ نے قرآن مجید حفظ کر لیا اور ۱۴ سال کی عمر میں تفسیر و حدیث اور فقہ کی تعلیم سے فارغ ہو گئے اور بعض روایتوں میں ہے کہ ۲۰ سال کی عمر تک تعلیم حاصل کی۔

بوجہ انقلاب حکومت آپ کے والد مع اہل و عیال خراسان سے عراق چلے آئے تھے۔ وہیں ان کا انتقال ہوا جب کہ حضرت خواجہ کی عمر پندرہ سال تھی۔ والد گرامی کے انتقال فرمانے کے بعد آپ اپنی والدہ محترمہ کے ساتھ خراسان گئے۔ ترکہ میں آپ کو

ایک باغ اور پن چکی ملی جس کی آمدنی سے آپ کے اخراجات چلتے تھے۔

ایک دن آپ اپنے باغ میں تھے کہ اچانک حضرت خواجہ ابراہیم مجذوب وہاں آ گئے۔ آپ نے بڑے ادب سے خوشۂ انگوران کی خدمت میں پیش کیا۔ مجذوب نے بڑی رغبت سے ان کو کھایا۔ پھر اپنی زنبیل سے کھلی کا ٹکڑا نکالا اور دانت سے کاٹ کر آپ کو کھانے کے لئے دیا۔ اس کے کھاتے ہی آپ کا دل دنیا سے سرد ہو گیا۔ باغ و پن چکی بیچ کر فقراء میں تقسیم کر دیا اور سفر کے لئے نکل پڑے۔ بخارا وغیرہ ہوتے ہوئے بغداد شریف پہنچے وہاں سلطان المرشدین حضرت خواجہ عثمان ہرونی علیہ الرحمتہ والرضوان سے شرف بیعت حاصل کیا اور بیس سال تک سفر و حضر میں اپنے پیرومرشد کی خدمت میں رہے اور انکے برتن و بستر لے کر ساتھ میں چلتے رہے۔ اس کے بعد حضرت نے آپ کو نعمت خلافت سے سرفراز فرمایا۔

۷ محرم ۵۶۱ھ میں آپ اجمیر شریف تشریف لائے اور ۶ رجب ۶۳۳ھ ۱۰۶ سال کی عمر میں وصال فرمایا — مشہور ہے کہ حضرت کی وفات کے بعد آپ کی پیشانی پر یہ نقش ظاہر ہوا۔ حَبِیْبُ اللّٰہِ مَاتَ فِیْ حُبِّ اللّٰہِ یعنی اللہ کا حبیب اللہ کی محبت میں دنیا سے رخصت ہوا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ آپ پتھورا رائے کے دور حکومت میں اجمیر تشریف لائے اور عبادت الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ پتھورا رائے اس زمانہ میں اجمیر میں ہی مقیم تھا۔ ایک روز اس نے آپ کے ایک مسلمان عقیدت مند کو کسی وجہ سے ستایا۔ وہ بیچارہ آپ کے پاس فریاد لے کر پہنچا۔ آپ نے اس کی سفارش میں پتھورا رائے کے پاس ایک پیغام بھیجا لیکن اس نے آپ کی سفارش قبول نہ کی اور کہنے لگا کہ یہ شخص یہاں آ کر بیٹھ گیا ہے اور غیب کی باتیں کرتا ہے۔

جب خواجہ اجمیری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو فرمایا کہ ہم نے

پتھورا کو زندہ گرفتار کر کے حوالے کر دیا۔ اسی زمانہ میں سلطان معزالدین عرف شہاب الدین غوری کی فوج غزنی سے پہنچی۔ پتھورا لشکر اسلام سے مقابلہ کے لئے نکلا اور سلطان شہاب الدین کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا۔ (اخبار الاخیار اردو ص ۵۶)

اور اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ علیہ الرحمتہ والرضوان جب اجمیر شریف میں رونق افروز ہوئے اور ایک درخت کے نیچے آپ نے آرام فرمانا چاہا تو ایک شخص نے آواز دی کہ یہاں نہ ٹھہرو کیوں کہ یہاں راجہ کے اونٹ باندھے جاتے ہیں۔ وہاں سے اٹھ کر حضرت خواجہ صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ایک تالاب کے کنارے جا کر ٹھہر گئے۔ اونٹ بانوں نے رات حسب قاعدہ اُسی درخت کے نیچے اونٹ باندھ دیئے اور جب صبح ہوئی اور اونٹوں کو اٹھانے لگے تو اونٹ زمین سے نہ اٹھ سکے اور ان کے سینے زمین سے چپکے رہ گئے یہ ماجرا دیکھ کر شتربان حیران رہ گئے اور غور کرنے سے اس مصیبت کے آنے کی وجہ ان کے ذہن میں یہی آئی کہ کل جو ہم نے ایک فقیر کو ستایا اور یہاں نہ بیٹھنے دیا اُسی کی بددعا لگی ہے۔

آخر کار حضرت خواجہ علیہ الرحمتہ والرضوان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور معافی چاہی۔ آپ نے فرمایا جاؤ تمہارے اونٹ کھڑے ہو جائیں گے۔ چنانچہ وہ لوگ جب واپس ہوئے اور اونٹوں کو اٹھایا تو سارے کے سارے اونٹ کھڑے ہو گئے ---- جب یہ واقعہ شہر میں مشہور ہو گیا تو شہر کے ہندو باشندوں نے راجہ سے کہا کہ پردیسی غیر مذہب کا آدمی ہمارے مندروں کے قریب ٹھہرا ہوا ہے جو تالاب کے کنارے پر واقع ہیں۔ یہاں اس کا ٹھہرنا مناسب نہیں ہے یہ سن کر راجہ نے حکم دیا کہ اس شخص کو وہاں سے اٹھا دو اور ہماری قلمرو سے نکال دو۔

چنانچہ بہت بڑا مجمع خواجہ صاحب کے پاس پہنچا اور آپ کو تکلیف پہنچانے کا ارادہ کر ہی رہے تھے کہ خواجہ صاحب نے ایک مٹھی خاک کی زمین سے اٹھائی اور اس پر آیۃ الکرسی پڑھ کر دشمنوں کے ہجوم کی طرف پھینک دی اور جس پر بھی اُس مٹی کے کچھ ذرے

گرے۔ اُسی وقت اُس کا جسم خشک ہو کر بے حس و حرکت ہو گیا باقی لوگ بھاگ کر شہر میں آئے۔

خواجہ کے ان کمالات کو دیکھ کر باشندگان اجمیر نے سمجھا کہ یہ کوئی بہت بڑا جادوگر ہے۔ اس کا مقابلہ ہر شخص کے بس کا نہیں ہے۔ کوئی بڑا ہی جادوگر اس سے جیت سکتا ہے چنانچہ انہوں نے ہندوستان کے مشہور جوگی جیپال کو خواجہ صاحب کے مقابلہ کے لئے بلایا۔ جیپال جوگی جو ہندوستان میں اپنا ثانی نہ رکھتا تھا اپنے ڈیڑھ ہزار چیلوں کے ساتھ اجمیر پہنچا اور اس تالاب کی طرف بڑھا جہاں حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ والرضوان تشریف فرما تھے۔ جب خواجہ صاحب کو اس کے آنے کی خبر ہوئی تو آپ نے وضو فرمایا اور اپنے عصائے مبارک سے ایک حصار کھینچ دیا اور اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اسی حصار میں تشریف فرما رہے۔ حصار کھینچ کر فرمایا کہ اِنْ شاءَ اللہ دشمن اس کے اندر نہ آ سکیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور جیپال کے ساتھیوں میں سے جس کا بھی پاؤں اس کے اندر پڑا بے ہوش ہو کر گر گیا۔ (برکات الصالحین حصہ دوم ص ۶۷)

اور روایت کیا گیا ہے کہ جے پال جوگی کو بلانے کے ساتھ شہر والوں نے آپ کو ستانے کی ایک ترکیب کی اور وہ یہ کہ جس تالاب کے پاس حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ والرضوان مقیم تھے اس پر پہرہ لگا دیا تا کہ حضرت خواجہ صاحب کے ساتھی اس میں سے پانی نہ لے سکیں جب آپ کو ان کی اس حرکت کا پتہ چلا تو آپ نے ایک مرید سے فرمایا کہ تم کسی طریقہ سے اس تالاب سے ایک پیالہ بھر لو۔ چنانچہ مرید نے حسب الحکم اس تالاب سے ایک پیالہ بھر لیا۔ پیالہ کے بھرتے ہی تالاب کا تمام پانی خشک ہو گیا اور ایسا خشک ہوا کہ گویا اس میں کبھی پانی موجود ہی نہ تھا۔ خواجہ صاحب اور ان کے ساتھی اسی ایک پیالہ پانی کو استعمال کرتے رہے اور جس قدر اس میں سے خرچ کرتے رہے اسی قدر اس میں پانی بڑھ جاتا تھا۔

جب شہر والوں کو تالاب کا پانی خشک ہو جانے سے تکلیف پہنچی تو جے پال جوگی

نے حصار کے قریب آواز دے کر خواجہ صاحب سے کہا کہ لوگ پیاس سے مرے جاتے ہیں۔فقیر کا کام مخلوق کو آرام پہنچانا ہے۔ جب آپ اپنے کو فقیر کہتے ہیں تو فقیر کو چاہیے کہ مخلوق کو نفع پہنچائے۔ جے پال کی بات سن کر آپ نے پانی سے بھرا ہوا وہ پیالہ اسی تالاب میں ڈلوا دیا۔ جس کی وجہ سے یکا یک تالاب پانی سے بھر کر لہریں مارنے لگا۔

(برکات الصالحین حصہ دوم ص ۶۸)

اور روایت کیا گیا ہے کہ جادوگروں نے جب اپنا جادو شروع کیا تو حضرت خواجہ صاحب کا کچھ بگاڑ نہ سکے۔ جے پال اور اس کے چیلوں کے جادو کے اثر سے پہاڑ کی طرف سے ہزاروں کالے سانپ نکل نکل کر حضرت خواجہ صاحب کی طرف بڑھے مگر جو سانپ حصار (گھیرے کی لکیر) کے قریب آیا لکیر پر سر رکھ کر رہ گیا۔ جب یہ عمل کارگر نہ ہوا تو جادوگروں نے دوسرا عمل کیا جس کے سبب آسمان سے آگ برسنی شروع ہوئی یہاں تک کہ آگ کے ڈھیر لگ گئے اور ہزاروں درخت جل کر راکھ ہو گئے مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضرت خواجہ صاحب کے حصار میں کچھ اثر نہ پہنچا۔

اب جے پال ہرن کی کھال پر بیٹھ کر آسمان کی طرف اڑا یہاں تک کہ نظروں سے غائب ہو گیا۔ حضرت نے اپنی کھڑاؤں ہوا میں پھینک دی۔ وہ فضا میں گئی اور جے پال جوگی کے سر پر پڑنے لگی یہاں تک کہ اسے مار مار کر زمین پر نیچے لے آئی۔ جے پال اپنے حال پر رونے لگا پھر خواجہ صاحب کے قدموں پر گر پڑا اور سچے دل سے مسلمان ہو گیا۔ (برکات الصالحین حصہ دوم ص ۶۹)

حضرت خواجہ اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فرمایا کہ ہم نے پتھورا کو زندہ گرفتار کر کے حوالے کر دیا اور اونٹوں کے پیٹ زمین سے چپک گئے۔ پھر آپ کے حکم دینے پر ہی وہ کھڑے ہوئے اور آپ کے پھینکے ہوئے مٹی کے ذروں سے دشمنوں کے جسم بے حس و حرکت ہو گئے اور پورے تالاب کا پانی ایک پیالہ میں لے لیا۔ اور اپنی کھڑاؤں بغیر کسی مشین کے ہوا میں اڑا دی جو جے پال کو مار کر نیچے لے آئی۔ ان

سارے واقعات سے حضرت خواجہ اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کائنات میں تصرف کی بے پناہ قوت عطا فرمائی ہے۔

نوٹ: حضرت خواجہ صاحب کے مذکورہ بالا واقعات بڑی کوشش کے باوجود کسی اہم کتاب میں نہیں مل سکے اس لئے مجبوراً معمولی کتاب کے حوالے سے درج کئے گئے۔

امام الاولیاء حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

(متوفی ۷۹۱ھ)

آپ خود بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک دن محمد زاہد کو اپنے ہمراہ لے کر جنگل کی طرف نکل گیا۔ محمد زاہد میرا بڑا پکا اور سچا مرید تھا۔ ہم لوگ معرفت کے موضوع پر گفتگو کرنے لگے۔ بات چلتے چلتے اس نکتہ پر آ پہنچی کہ عبودیت کیا ہوتی ہے؟ میں نے اپنے مرید صادق سے کہا عبودیت کی انتہا یہ ہے کہ جب عبودیت کا تاج پہننے والا کسی سے کہہ دیتا ہے کہ مر جا تو فوراً مر جاتا ہے۔ پھر ہوا یوں کہ محمد زاہد سے چونکہ یہ بات کہی تھی کہ مر جا۔ لہٰذا وہ اُسی وقت مر گیا۔ چاشت سے لے کر دوپہر تک پڑا رہا۔ موسم بہت گرم تھا' مجھے بڑا قلق ہوا اور حیرانی کی انتہا نہ رہی۔ وہاں اس کے قریب ہی ایک سایہ دار درخت کے نیچے عالم حیرانی میں ڈوبا ہوا آ کر بیٹھ گیا۔

جب دوبارہ اس کے پاس آیا تو دیکھا سخت گرمی کی وجہ سے اس کے جسم میں کچھ تبدیلی پیدا ہو چکی ہے۔ مجھے بہت دکھ ہوا۔ اس وقت میرے دل میں القا ہوا کہ اسے کہہ دیں اے محمد! اب زندہ ہو جا۔ میں نے یہ بات تین بار کہی تو اس کے بدن میں زندگی آہستہ آہستہ رینگنے لگی اور میں یہ منظر دیکھ رہا تھا یہاں تک کہ وہ بالکل اپنے پہلے حال پر آ گیا۔ جب میں جنگل سے واپس آیا تو حضرت سید کلال رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے سارا واقعہ بیان کیا۔ جب میں نے کہا کہ وہ مر گیا اور میں حیرت زدہ ہو گیا۔ تو حضرت نے مجھ سے فرمایا میرے بیٹے! تم نے یہ کیوں نہیں کہہ دیا کہ زندہ ہو جا؟ میں نے عرض کیا

حضور! جب مجھے یہ کہنے کا الہام ہوا تو میں نے کہہ دیا اور وہ پھر زندہ ہو گیا۔

(جامع کرامات اولیاء اردو ص ۶۳۹)

علامہ نبہانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کے ایک مرید بیان کرتے ہیں کہ حضرت شیخ نقشبند رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ہمارے غریب خانہ پر تشریف لائے تو میں بہت شرمندہ ہوا کہ میرے پاس آٹا نہیں تھا۔ میں کسی طرح انتظام کر کے آٹے کا ایک تھیلا لے آیا تو مجھ سے فرمایا اس میں سے آٹا نکال کر گوندھتے رہو اور کسی کو اس کی کمی بیشی کی اطلاع نہ دو۔ پھر آپ دس مہینے تک ہمارے یہاں ٹھہرے رہے اور دوست و مرید آپ کی زیارت کے لئے میرے گھر مسلسل آتے رہے اور ہم اسی تھیلے سے آٹا لے کر انہیں روٹی کھلاتے رہے مگر وہ بدستور بھرا کا بھرا رہا۔ پھر میں نے یہ راز حضرت کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنے اہل خانہ کو بتا دیا تو وہ برکت جاتی رہی اور تھوڑے ہی دنوں میں تھیلے کا سارا آٹا ختم ہو گیا۔ (جامع کرامات اولیاء ص ۶۴۰)

اور پھر تحریر فرماتے ہیں شیخ علاء الدین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا بیان ہے کہ حضرت سیدنا بہاء الدین نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بار خوارزم کے سفر پر نکلے تو ساتھ میں شیخ شادی بھی تھے۔ جب دریائے حرام پر پہنچے تو آپ نے شیخ شادی کو حکم دیا کہ وہ پانی پر چلیں۔ شیخ شادی ڈر گئے۔ آپ نے کئی بار حکم دیا مگر وہ تعمیل نہ کر سکے۔ آپ نے ان کے اوپر ایک نگاہ ڈالی جس سے وہ کچھ دیر کے لئے بے خود ہو گئے۔ پھر جب افاقہ ہوا تو اپنا قدم پانی پر رکھ دیا اور اس پر چلنے لگے۔ جب دونوں دریا کو پار کر گئے تو حضرت نے فرمایا دیکھئے آپ کے موزے کا کوئی حصہ تر ہوا ہے؟ شیخ شادی نے دیکھا تو قدرتِ خداوندی سے اس میں ذرا بھی نمی نہیں تھی۔ (جامع کرامات اولیاء ص ۶۴۱)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کے ایک مرید کا بیان ہے کہ میری محبت کا سبب حضرت سے یہ ہوا کہ میں ایک دن بخارا کے ایک بازار میں اپنی دوکان پر بیٹھا تھا کہ آپ وہاں تشریف لائے اور دوکان پر بیٹھ گئے۔ حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ تعالیٰ

علیہ کے کچھ مناقب بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ بایزید بسطامی خود اپنی ایک منقبت یوں بیان فرماتے ہیں کہ اگر میرے کپڑے کا کنارا کسی کو لگ جاتا ہے تو وہ میرا محب اور دلدادہ بن جاتا ہے اور میرے پیچھے پیچھے چلنے لگ جاتا ہے۔ میں (یعنی حضرت نقشبند) کہتا ہوں کہ اگر میں اپنی آستین ہلا دوں تو بخارا کے رہنے والے بلا امتیاز چھوٹے بڑے سب کو اپنا شیدا بنا لوں۔ وہ گھربار اور دوکانیں چھوڑ کر میرے پیچھے چلنے لگیں۔ آپ نے اپنا مبارک ہاتھ اپنی آستین پر رکھا اور اس حالت میں میری نگاہ آپ کی آستین پر پڑ گئی پھر کیا تھا حال و وجد نے مجھے آ لیا اور خود فراموشی طاری ہو گئی۔ عرصۂ دراز تک یہی حال رہا۔ جب آرام ہوا تو آپ کی محبت پوری قوت کے ساتھ مجھ پر چھا گئی۔ میں نے گھربار اور مکان کو چھوڑ کر آپ کی خدمت اپنا لی۔

(جامع کرامات اولیاء ص ۶۴۲)

آپ کے ایک اور غلام سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک دن حضرت سے درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ مجھے لڑکا عطا ہو۔ آپ نے دعا فرمائی۔ آپ کی دعا کی برکت سے لڑکا ہوا مگر وہ مر گیا۔ میں نے آپ سے ذکر کیا۔ فرمانے لگے تم نے ہم سے درخواست کی تھی کہ لڑکا ہو۔ خداوند کریم نے لڑکا عطا کیا اور پھر وہ لے بھی گیا۔ لیکن ہمیں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے کہ وہ فقیر کی دعا سے تمہیں دو اور لڑکے دے گا اور وہ لمبی عمر پائیں گے۔ کچھ عرصہ بعد میرے دو لڑکے ہوئے۔ ایک ان میں سے بیمار ہو گیا تو میں نے حضرت کو اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا تم کو کیا ہے۔ وہ میرے لڑکے ہیں۔ بیمار ہو کر اچھے ہوتے رہیں گے۔ پھر جیسے حضور نے فرمایا ویسے ہی ہوتا رہا۔

(جامع کرامات اولیاء ص ۶۴۲)

حضرت علامہ نبہانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور تحریر فرماتے ہیں ۔ شیخ شادی قدس سرہ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند علیہ الرحمتہ والرضوان نے مجھ سے فرمایا کہ اگر میں چاہوں تو اللہ تعالیٰ کی قوت سے پہاڑ تمہارے لئے سونا بنا دوں لیکن

ہمارے لئے اس عالم فنا میں ان چیزوں کی طرف متوجہ ہونا مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ ہماری جماعت کی نظریں اس دنیا سے باہر لگی ہوئی ہیں۔ (جامع کرامات اولیاء ص ۶۴۴)

شیخ الشیوخ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند علیہ الرحمتہ والرضوان نے ان واقعات و فرمودات سے اپنا یہ عقیدہ واضح کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے زندہ کو مردہ، مردہ کو زندہ کرنے، پانی پر چلنے یہاں تک کہ پہاڑ کو سونا بنا دینے کی قدرت بخشی ہے۔ اور بحمدہ تعالیٰ ایسی برگزیدہ ہستی کے عقیدے کے مطابق انبیاء و اولیاء کے بارے میں ہم اہل سنت و جماعت کا بھی یہی عقیدہ ہے۔

علامہ جلال الدین محمد بلخی عرف مولانا رومی کا عقیدہ[1]

(علیہ الرحمتہ والرضوان۔ متوفی ۶۷۲ھ)

آپ مثنوی شریف کے دفتر سوم میں تحریر فرماتے ہیں

اندراں وادی گروہ از عرب　　　خشک شد از قحط باراں شاں قرب

عرب کے ایک گروہ کا پانی خشک سالی کے سبب ایک جنگل میں ختم ہو گیا

ناگہانے آں مغیث ہر دو کون　　　مصطفیٰ پیدا شدہ از بہر عون

اتفاقاً وہ دونوں جہان کی امداد فرمانے والے یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرد کے لئے نمودار ہوئے تو ایک بہت بڑا قافلہ دیکھا جو دور سے چل کر آیا ہوا تھا

اشتراں شاں راز باں آویختہ　　　خلق اندر ریگ ہر سو ریختہ

ان لوگوں کے اونٹ پیاس کی شدت سے زبان لٹکائے ہوئے اور لوگ ریت کے اندر ادھر ادھر پھیلے ہوئے تھے۔ قافلہ والوں کی یہ پریشان حالی دیکھ کر رحمتہ للعالمین کا دریائے رحمت جوش میں آ گیا۔ آپ نے لوگوں سے فرمایا ٹیلے کے اس طرف جاؤ

کہ سیا ہے بر شتر مشک آورد　　　سوئے میر خود بزودی می برد

---

[1] آپ کا مختصر تعارف علم غیب کے بیان میں دیکھیں۔ ۱۲ انوار احمد قادری

ایک حبشی غلام پانی کی مشک اونٹ پر لئے ہوئے اپنے مالک کی طرف تیزی سے جا رہا ہے۔اُس حبشی کو مع اونٹ اور پانی کے میرے پاس لاؤ۔لوگ ٹیلے کے اُس طرف گئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ایک حبشی کو اونٹ پر پانی لے جاتے ہوئے دیکھا ۔

پس بدو گفتند می خواند ترا ۔ ایں طرف خیر البشر خیر الوریٰ

تو لوگوں نے اُس سے کہا کہ تجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلا رہے ہیں۔حبشی نے کہا میں اُنہیں نہیں جانتا۔لوگوں نے حضور کے اوصاف بیان کئے تو اس نے کہا وہ تو جادوگر ہیں۔(معاذ اللہ) میں ایک قدم ان کی طرف نہ جاؤں گا ۔

کشکشانش آورید ند آں طرف او فغاں برداشت در تشنیع وتف

لوگ حبشی کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف زبردستی کھینچ لائے۔وہ چلاتا تھا اور برا بھلا کہتا تھا ۔

چوں کشید ندش بہ پیش آں عزیز گفت نوشید آب و بردارید نیز

جب اُس کو کھینچ کر حضور کے پاس لائے تو آپ نے فرمایا کہ حبشی کے مشکیزے سے سب لوگ پانی پیو اور جس قدر طبیعت چاہے لے بھی جاؤ۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اعلان سنتے ہی ہر طرف سے لوگ ٹوٹے پڑے۔خود بھی پیا اور اپنا اپنا مشکیزہ بھی بھر لیا اور سب اونٹ بھی سیراب ہو گئے۔

اب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حبشی سے مخاطب ہو کر فرمایا ۔

اے غلام اکنوں تو پر بیں مشک خود تانگوئی در شکایت نیک و بد

اے غلام اب بھی تیرا مشکیزہ بھرا ہوا ہے دیکھ لے تا کہ بعد میں شکایت کرتے ہوئے تو برا بھلا نہ کہے۔

آں سیہ حیراں شد از برہان او می دمید از لا مکاں ایمان او

وہ حبشی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس معجزے سے حیران ہو گیا اور اُس کا

ایمان لا مکاں سے طلوع ہوا۔ یعنی وہ مسلمان ہو گیا ؎

مصطفیٰ دست مبارک بر رخش آں زماں مالید کرد او فرخش

اِس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا نورانی ہاتھ اس حبشی کے چہرے پر پھیر دیا جس سے اس حبشی کا رنگ بدل گیا۔ یعنی وہ حسین وخوبصورت ہو گیا ؎

شد سپید آں زنگی زادہ حبش ہمچو بدر و روزِ روشن شد شبش

وہ زنگی زادہ حبشی سفید ہو گیا اور اس کا چہرہ روز روشن اور چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکنے لگا۔

حضرت مولانا رومی علیہ الرحمتہ والرضوان نے اس واقعہ کو مثنوی شریف میں لکھ کر اپنا یہ عقیدہ ظاہر کر دیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تصرف کی وہ قوت عطا فرمائی ہے کہ سیاہ رنگ آدمی کے چہرے پر صرف اپنا دست مبارک پھیر کر اس کو حسین وخوبصورت بنا دیں۔

آپ مثنوی شریف کے دفتر سوم میں اور تحریر فرماتے ہیں۔

ہم زِ ابراہیم ادہم آمد ست کوز راہے بر لب دریا نشست

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ ایک دن راستہ چلتے ہوئے ایک دریا کے کنارے بیٹھ گئے یہ واقعہ آپ کے زمانہ فقیری کا ہے ؎

دلق خودمی دوخت آں سلطانِ جاں یک امیرے آمد آنجا ناگہاں

حضرت اپنا لباس فقیری خود سل رہے تھے کہ اچانک ایک حاکم جو پہلے آپ کا غلام تھا آیا اور آپ کی یہ حالت دیکھ کر بہت تعجب کیا اور دل میں سوچنے لگا ؎

ترک کرد او ملک ہفت اقلیم را می زند بر دلق سوزن چوں گدا

ہفت اقلیم کی سلطنت کو چھوڑ کر اب فقیروں کی طرح گدڑی سل رہے ہیں۔ افسوس ہزار افسوس ؎

شیخ واقف گشت از اندیشہ اَش شیخ چوں شیر ست ودلہا بیشہ اَش

حاکم کے اس خیال سے حضرت آگاہ ہوگئے کیونکہ حضرت شیر کے مانند ہیں اور لوگوں کا دل ان کا جنگل ہے ۔

شیخ سوزن زود درردیا فگند خواست سوزن را بآواز بلند

حضرت نے سوئی دریا میں پھینک دی پھر آواز بلند فرمایا کہ سوئی لے آؤ ۔

صد ہزاراں ماہیے اللہیے سوزنِ زرد رلب ہر ماہیے

اللہ والی لاکھوں مچھلیاں سونے کی سوئیاں اپنے منہ میں لئے ہوئے نکلیں اور انہیں حضرت کے سامنے پیش کیا ۔

گفت الہٰی سوزن خود خواستم دادہ از فضلت نشان راستم

آپ نے کہا الہٰی ! میں نے تو اپنی سوئی چاہی تھی۔ مجھے تو نے اپنے فضل سے سچائی کا نشان دیا۔لہٰذا مچھلیوں سے وہی سوئی منگوادے جو میری ہے ۔

ماہی دیگر برآمد در زماں سوزن اورا گرفتہ درد ہاں

ایک دوسری مچھلی اُسی وقت حضرت کی سوئی کو منہ میں لئے ہوئے نکلی ۔

روبہ رو کردہ بگفتش اے امیر ملک دل بہ یاچناں ملک حقیر

آپ نے حاکم سے مخاطب ہوکر فرمایا اے امیر ! دلوں پر حکومت بہتر ہے جس کا میں بادشاہ ہوں یا ایسے ملک حقیر کی جس کے تم مالک ہو۔

اور مثنوی شریف کے دفتر دوم میں آپ تحریر فرماتے ہیں۔

بو دُورویشے درون کشتیٔ ساختہ از رخت مردام پشتیٔ

ایک فقیر ایک کشتی میں سفر کررہے تھے۔کشتی کے مسافر اپنے اپنے سامان سے ٹیک لگائے ہوئے تھے ۔

یا وہ شد ہمیان زراو خفتہ بود جملہ را جستند اور ایک نمود

ایک شخص سویا ہوا تھا اُس کے سونے کی تھیلی گم ہوگئی لوگوں کی تلاشی لی گئی۔کسی نے فقیر کی طرف اشارہ کیا۔اس نے فقیر کی پھٹی ہوئی گدڑی کی طرف ایک نظر ڈالی اور کہا ۔

کاندریں کشتی درمداں گم شدست جملہ راجستیم نتوانی تو رست

کہ اس کشتی میں ہمارے روپیوں کی تھیلی گم ہوگئی ہے۔ ہم سب کی تلاشی لے چکے ہیں آپ ہرگز نہیں چھوٹ سکتے۔

دلق بیروں کن برہنہ شوز دلق تاز تو فارغ شود اوہام خلق

آپ گدڑی اتار دیجئے تاکہ لوگوں کے شبہات آپ کی طرف سے ختم ہو جائیں۔

گفت یا رب مرغلامت راخساں متہم کردند فرماں در رساں

آپ نے بارگاہ الٰہی میں ہاتھ اٹھا کر دعا کی کہ اے میرے پروردگار! کمینوں نے تیرے بندے پر جھوٹا الزام لگایا ہے۔ تو اپنا فرمان بھیج دے۔

چوں بدرد آمد دل درویش زاں سربروں کردند ہر سو ماہیاں

جب اس واقعہ سے فقیر کے دل کو تکلیف پہنچی تو یکا یک مچھلیاں پانی کے اوپر تیرنے لگیں۔

صد ہزاراں ماہی ازدریائے پر دردہان ہر یکے دُرِ چہ دُر

لاکھوں مچھلیاں اپنے اپنے منہ میں موتیوں کو لے کر نکل پڑیں اور ہر ایک موتی بڑا قیمتی تھا۔

دُرِ چنداں انداخت در کشتی وجست مرہوارا ساخت کرسی و نشست

مچھلیوں کے منہ سے چند موتی لے کر کشتی میں ڈال دیا اور ایک جست لگا کر اوپر چلے گئے اور ہوا کو کرسی بنا کر اس پر بیٹھ گئے۔ پھر کشتی والوں سے مخاطب ہوئے۔

گفت او کشتی شمارا حق مرا تانبا شد باشماد دُزدِ گدا

آپ نے فرمایا اللہ مجھے کافی ہے وہ کشتی تمہیں کو مبارک ہو تاکہ چوری کرنے والا فقیر تمہارے ساتھ نہ رہے۔

حضرت مولانا رومی علیہ الرحمتہ والرضوان نے اس واقعات کو مثنوی شریف میں لکھ کر اپنا یہ عقیدہ کھلم کھلا ظاہر کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اولیائے کرام کو تصرف کا پورا اختیار عطا فرمایا ہے۔

حضرت نورُالدین عبدالرحمٰن علامہ جامی کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ والرضوان۔ متوفی ۸۹۸ھ)

آپ ان برگزیدہ ہستیوں میں سے ایک ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے علوم ظاہری و باطنی دونوں سے سرفراز فرمایا۔ آپ نے بہت سے علماء و مشائخ سے اکتساب فیض کیا مگر آپ کے مرشد خرقہ شیخ طریقت حضرت سعد الدین کاشغری نقشبندی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں۔ چار واسطوں سے آپ کے خرقہ کی نسبت خواجہ خواجگان حضرت شیخ بہاء الدین بخاری نقشبند علیہ الرحمتہ والرضوان تک پہنچتی ہے۔

آپ نے عربی و فارسی میں مختلف علوم وفنون کی بہت سی کتابیں لکھی ہیں جن کی تعداد ۵۴ تک پہنچتی ہے[1] جو آپ کے تخلص ''جامی'' کے عدد ہیں ان میں علم نحو کی کتاب ''الفوائد الضیائیہ فی شرح الکافیہ'' جو شرح ملا جامی کے نام سے یاد کی جاتی ہے۔ کافیہ کی شرحوں میں نہایت ہی ارفع و اعلیٰ اور سب سے زیادہ مشہور اور متداول شرح ہے اور تمام مدارس عربیہ میں داخل درس ہے۔

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت شیخ حسین بن منصور حلاج رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس مردہ طوطی لے کر آیا۔ شیخ نے فرمایا کہ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تمہاری طوطی زندہ ہو جائے؟ اُس نے کہا جی ہاں میں اسی لئے آپ کے پاس آیا ہوں! شیخ حلاج نے اُنگلی سے اشارہ فرمایا طوطی اُسی دم زندہ ہوگئی۔ (ترجمہ نفحات الانس ص ۳۴۷)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت شیخ ابوالحسین قرانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ۔ (متوفی ۳۸۰ھ) نے کشتی میں احتساب کیا۔ (یعنی لوگوں کو ممنوعات شریعت سے روکا) تو انہوں نے غصہ میں آ کر شیخ کے ہاتھ پاؤں باندھ کر ان کو دریا میں ڈال دیا۔ جب نماز کا وقت آیا تو کشتی والوں نے آپ کو صف اول میں پایا اور آپ کا دامن بھی تر نہیں ہوا تھا۔

(ترجمہ نفحات الانس ص ۴۵۰)

---

[1] آپ کی جملہ تصنیفات کی تفصیل احوال المصنفین کے ص ۳۳۳ پر دیکھیں۔ ۱۲ انوار احمد قادری

اور تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ عمو قدس سرہٗ العزیز سے یہ روایت مشہور ہے کہ ایک دن میں حضرت شیخ باب فرغانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا تو ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ آپ دعا فرمائیں امیر سرکب ظلم سے باز آ جائے۔ (سرکب ایک امیر تھا جو اکثر فرغانہ پر چڑھائی کر دیتا تھا) حضرت شیخ باب اس وقت چولہے کے پاس بیٹھے ہوئے تھے پاؤں میں جرابیں پہنے ہوئے تھے اور ایک لوٹا آپ کے قریب رکھا ہوا تھا آپ نے لوٹے پر ایک پاؤں مارا اور فرمایا کہ میں نے سرکب کو گرا دیا۔ سرکب اس وقت شہر فرغانہ کے دروازہ پر تھا اسی دم گھوڑے سے گر گیا اور اس کی گردن ٹوٹ گئی۔

اور حضرت شیخ عمو قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ دعا فرمایئے بارش ہو جائے۔ آپ نے دعا مانگی خوب بارش ہوئی اور کئی روز تک جاری رہی۔ پھر بستی کے بہت سے لوگ آئے اور عرض کیا کہ دعا فرمایئے کہ بارش ٹھہر جائے اس لئے کہ ہمارے بہت سے مکان بارش سے گر رہے ہیں۔ آپ نے ان کے کہنے پر دعا کی تو بارش ٹھہر گئی۔ (ترجمہ نفحات الانس ص ۵۱۳)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ محمد معشوق طوسی علیہ الرحمۃ والرضوان اکثر قبا پہنتے تھے۔ ایک مرتبہ قبا پہنے ہوئے طوس کی جامع مسجد میں آ گئے حضرت شیخ ابو سعید ابوالخیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وعظ کہہ رہے تھے۔ شیخ محمد معشوق نے اپنی قبا میں بند لگا لیا۔ بند باندھتے ہی شیخ ابو سعید خاموش ہو گئے۔ ان کا زور تقریر ختم ہو گیا۔ کچھ دیر کے بعد شیخ ابو سعید نے کہا کہ اے سلطان زمانہ اور اے سرور دوراں! اپنی قبا کے بند کھول دیجئے کیونکہ آپ نے بند لگا کر زمین و آسمان کے ساتوں طبق پر بند لگا دیئے ہیں۔ (اور میری زبان بھی بند کر دی ہے)۔
(ترجمہ نفحات الانس ص ۵۴۳)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ ابو ابدال چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۳۵۵ھ) کے والد کا شراب خانہ تھا۔ ایک دن موقع پا کر آپ اس شراب خانہ میں پہنچ گئے اور اندر سے دروازہ بند کر کے شراب کے مٹکے توڑنا شروع کر دیئے۔ ان کے باپ کو خبر ملی تو وہ شراب

خانہ کی چھت پر چڑھ گئے اور بڑے غصہ میں ایک بھاری پتھر اُٹھا کر ان کو مارنے کے لئے پھینکا تو وہ پتھر اہوا میں معلق ہو گیا اور اُن کو کسی طرح کی تکلیف نہیں پہنچ سکی۔ جب ان کے والد نے یہ حال دیکھا تو ان کے ہی ہاتھ پر گناہوں سے توبہ کی۔(نفحات الانس ص ۵۵۹)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ جس زمانہ میں سلطان محمود غزنوی سومنات کی لڑائی کے لئے (ہندوستان) گئے ہوئے تھے۔ اس زمانہ میں حضرت خواجہ ابو محمد بن ابو احمد چشتی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو خواب میں دکھائی دیا کہ تم کو سلطان مجاہد کی مدد کے لئے جانا چاہیے۔ چنانچہ آپ ستر (۷۰) سال کی عمر میں چند درویشوں کے ساتھ سومنات کے لئے روانہ ہوئے جب وہاں پہنچے تو اس بڑھاپے کے عالم میں بہ نفس نفیس مشرکوں اور بت پرستوں سے جہاد کیا۔

ایک دن مشرکوں کا جنگ میں کچھ پلہ بھاری ہوا یہاں تک کہ اسلامی فوج جنگل میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئی۔ خواجہ ابو محمد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک چکی والا مرید تھا۔ محمد کا کو اس کا نام تھا۔ خواجہ نے میدان کارزار سے اُس کو آواز دی۔ اے کاکو! پہنچ لوگوں نے دیکھا کہ کاکو جھپٹتا ہوا پہنچا اور بڑی بے جگری کے ساتھ لڑنے لگا یہاں تک کہ کافروں کا لشکر اس کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر بھاگ کھڑا ہوا اور لشکر اسلام کو فتح نصیب ہوئی۔ اِدھر ٹھیک اُسی وقت لوگوں نے محمد کا کو کو چشت میں دیکھا کہ یکا یک چکی کے پاٹ کو دیوار سے مارنا شروع کر دیا۔ لوگوں نے جب اس کا سبب پوچھا تو وہی بات بیان کی جو سومنات کی جنگ میں لشکر اسلام کو پیش آئی تھی۔(نفحات الانس ص ۵۶۰)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ امام یافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ عیسیٰ بن ہنار یمنی علیہ الرحمتہ والرضوان ایک دن ایک بازاری عورت کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ میں عشاء کے بعد تمہارے پاس آؤں گا۔ وہ عورت یہ سن کر بہت خوش ہوئی اور عشاء کے وقت خوب بناؤ سنگھار کر کے بیٹھ گئی۔ عشاء کے بعد آپ اس کے پاس آئے اور اس کے گھر میں دو رکعت نماز ادا کی اور پھر باہر نکل آئے۔ اُسی وقت اُس عورت کی حالت

میں انقلاب برپا ہو گیا اُس نے اپنے پیشہ سے توبہ کی اور جو کچھ مال و اسباب اُس کے پاس تھا سب سے ہاتھ اٹھا لیا۔ شیخ نے ایک درویش کے ساتھ اُس کا نکاح کرا دیا اور کہا کہ ولیمہ کے لئے عصیدہ تیار کراؤ لیکن اس کے لئے گھی نہ خریدنا۔

وہ زن فاحشہ جس امیر کی داشتہ تھی۔ اس کو لوگوں نے خبر کی کہ تیری داشتہ کا نکاح ایک درویش سے ہو گیا ہے اور ولیمہ کے کھانے میں عصیدہ بنوایا گیا ہے مگر ان لوگوں کے پاس گھی نہیں ہے۔ امیر نے از راہ شرارت شراب کی دو بوتلیں بھر کر شیخ کے پاس بھجوائیں اور کہلوایا کہ ہم اس کام سے بہت خوش ہوئے۔ سنا ہے کہ عصیدہ کے لئے آپ کے پاس گھی نہیں ہے لہٰذا یہ جو کچھ میں بھیج رہا ہوں اس کو عصیدہ میں ملا کر کھائیے۔

امیر کا فرستادہ جب شیخ کے پاس پہنچا تو شیخ نے اس سے فرمایا کہ تم نے آنے میں دیر کر دی عصیدہ تیار ہے۔ پھر ان بوتلوں میں سے ایک کو اس کے ہاتھ سے لے لیا اور اس کو عصیدہ پر اُنڈیل دیا۔ پھر دوسری بوتل بھی اُس پر اُنڈیل دی پھر اُس آنے والے سے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ تم بھی عصیدہ کھا کر جانا۔ جب اس آدمی نے عصیدہ کھایا تو ایسا گھی کھانے میں آیا کہ اس سے بہتر اس نے کبھی نہیں کھایا تھا۔ عصیدہ کھا کر وہ شخص امیر کے پاس گیا اور یہ قصہ بیان کیا۔ تب امیر بھی شیخ کی خدمت میں آیا اور آپ کے ہاتھ پر توبہ کی۔

(ترجمہ نفحات الانس ص ۸۲۴)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ ابو الغیث یمنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (متوفی ۶۵۱ھ) ایک دن اس ارادہ سے جنگل گئے کہ وہاں سے لکڑیاں کاٹ کر لائیں۔ اپنے ساتھ اپنے گدھے کو بھی لے گئے اور لکڑیاں جمع کرنے لگے۔ اسی درمیان میں شیر نے ان کے گدھے کو پھاڑ ڈالا۔ جب یہ لکڑیاں جمع کر کے لائے تو دیکھا کہ شیر گدھے کو پھاڑ کر کھا گیا ہے آپ نے شیر سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم نے میرے گدھے کو پھاڑ کر کھا لیا تو اب میں اپنی لکڑیاں تمہاری پیٹھ پر لادوں گا۔ اور خدا کی قسم یہ کر کے رہوں گا پس انہوں نے لکڑیوں کو شیر کی پیٹھ پر لادا اور شہر کو چل دیئے۔ جب شہر کے پاس پہنچ گئے تو اُس کی پیٹھ سے لکڑیاں اتار

لیں اور شیر سے کہا۔ اب جہاں تیرا جی چاہے وہاں چلا جا۔

اور ایک دن اُن کے گھر والوں نے اُن سے عطر کی فرمائش کی۔ یہ عطر فروش کی دکان پر گئے اور اُس سے عطر طلب کیا۔ اس نے کہا میرے پاس عطر نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں تیرے پاس عطر نہیں رہے گا۔ اُسی وقت عطار کی دُکان سے سارا عطر غائب ہو گیا۔

(نفحات الانس ص ۸۲۵)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ ایک بار ایک شخص سمندر کے کنارے پر تھا۔ کافی رات ہو گئی اور وہ شہر عدن میں داخل نہ ہو سکا اس لئے رات کو سمندر کے کنارے ہی پر رہا۔ اس وقت اس کے پاس کھانے کے لئے کچھ نہ تھا۔ یکا یک اس نے دیکھا کہ سمندر کے کنارے حضرت شیخ ریحان رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کھڑے ہیں۔ یہ شخص اُن کی خدمت میں پہنچا اور کہنے لگا حضرت! شہر کے دروازے بند ہیں اور میرے پاس کھانے کے لئے کچھ نہیں ہے آپ سے گزارش ہے کہ مجھے حریرہ عطا فرمائیں۔ شیخ ریحان نے فرمایا تمہارا عجیب حال ہے کہ مجھ سے رات میں کھانا مانگ رہے ہو اور وہ بھی حریرہ گویا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ میں حریرہ پکاتا رہتا ہوں۔

یہ سن کر اُس نے کہا حضرت! مجھے تو بس حریرہ ہی چاہیے۔ میں آپ سے حریرہ لے کر رہوں گا۔ یکا یک اُس نے دیکھا کہ گرم حریرہ کا ایک پیالہ موجود ہے۔ لیکن اُس میں گھی نہیں تھا۔ اس نے کہا حضرت اس کے لئے گھی چاہیے۔ شیخ نے فرمایا تو عجیب آدمی ہے کہ بغیر گھی کے حریرہ نہیں کھا سکتا۔ کیا میں گھی فروش ہوں جو حریرہ کے لئے گھی بھی دوں۔ اُس نے کہا میں تو بغیر گھی کے حریرہ نہیں کھاؤں گا تو آپ نے اُس شخص کو پانی کا برتن دیا اور فرمایا جاؤ سمندر سے پانی لے آؤ تا کہ میں وضو کرلوں۔ جب وہ شخص پانی لے کر آیا تو برتن اس کے ہاتھ سے لے لیا اور اُس میں سے کچھ پانی حریرہ میں ڈال دیا۔ حریرہ کھانے کے بعد اس نے کہا کہ ایسا عمدہ گھی میں نے کبھی نہیں کھایا تھا۔

(نفحات الانس ص ۸۴۴)

حضرت علامہ جامی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے نفحات الانس میں ان تمام واقعات کو لکھ کر اپنا یہ عقیدہ کھلم کھلا ظاہر کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اولیاء اللہ کو عالم میں تصرف کا اختیار عطا فرمایا ہے۔

قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ والرضوان۔ متوفی ۶۳۱ھ)

آپ سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جلیل القدر خلفاء اور ہندوستان کے عظیم القدر صوفیاء میں سے تھے اور بڑے مقبول بزرگ تھے۔ ترک دنیا اور فقر و فاقہ میں ممتاز تھے اور یاد الٰہی میں بڑے مستغرق اور محو تھے۔ اگر کوئی آپ سے ملنے کے لئے آتا تو تھوڑی دیر کے بعد آپ کو افاقہ ہوتا اور آپ اپنے آپ میں آتے۔ اس کے بعد آنے والے کی طرف متوجہ ہوتے۔ اپنی یا آنے والی کی بات کہہ سن کر فرماتے کہ اب مجھے معذور رکھو اور پھر یاد الٰہی میں مشغول ہو جاتے۔ اگر آپ کی کوئی اولاد فوت ہوتی تو اس وقت آپ کو خبر نہ ہوتی تھوڑی دیر کے بعد آپ کو خبر ہوتی۔ (اخبار الاخیار ص ۵۹)

منقول ہے کہ شیخ علی سکزی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے مکان پر صحبت احباب گرم تھی۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بھی وہاں موجود تھے کہ اس محفل میں ایک پڑھنے والے نے حضرت شیخ احمد جام رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ شعر پڑھا

کشتگانِ خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جان دیگر ست

یعنی خنجر تسلیم و رضا کے شہیدوں کو ہر گھڑی غیب سے ایک نئی زندگی عطا ہوتی ہے۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ پر اس شعر سے ایک وجد طاری ہوا اور چار دن رات اسی شعر سے عالم تحیر میں رہے اور پانچویں دن ربیع الاول

شریف کی چودھویں رات ۶۳۳ھ میں آپ نے وصال فرمایا۔ (اخبار الاخیار ص ۶۱)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری علیہ الرحمتہ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کے پڑوس میں ایک بنیا رہتا تھا۔ شروع شروع میں آپ اُس سے قرض لیتے تھے اور اس سے فرما دیتے کہ جب تمہارا قرض تیس درہم تک ہو جائے تو اس سے زیادہ نہ دینا۔ جب آپ کو فتوحات حاصل ہوتیں تو آپ قرض ادا فرما دیتے۔ اس کے بعد آپ نے پختہ ارادہ فرما لیا کہ کبھی قرض نہ لوں گا۔ اس کے بعد اللہ کے فضل و کرم سے ایک روٹی آپ کے مصلّی کے نیچے سے نکل آتی اسی پر تمام گھر والے گزارا کر لیتے۔ اور اسی لئے آپ کو کاکی کہتے ہیں کہ کاک افغانی زبان میں روٹی کو کہا جاتا ہے۔ (اخبار الاخیار ص ۶۰)

اور خواجہ امیر خورد کرمانی لکھتے ہیں کہ سلطان المشائخ حضرت محبوبِ الٰہی نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے تھے کہ ایک زمانے میں حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی اور حضرت جلال الدین تبریزی قدس اللہ سرہم ملتان میں تشریف فرما تھے کہ اچانک کافروں کا لشکر ملتان کے قلعہ کی دیوار کے نیچے پہنچ گیا۔ ملتان کا والی ناصر الدین قباچہ ان بزرگوں کی خدمت میں آیا اور ان ملعونوں کے دفعیہ کے لئے عرض کیا۔ حضرت شیخ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ نے ایک تیر قباچہ کے ہاتھ میں دے کر فرمایا کہ اسے دشمن کے لشکر کی جانب رات میں اندھا دھند پھینک دینا۔ چنانچہ قباچہ نے ایسا ہی کیا۔ جب دن نکلا تو ایک بھی کافر وہاں نہ رہا تھا۔ (سیر الاولیاء ص ۱۱۷)

خواجہ امیر خورد کرمانی اور تحریر فرماتے ہیں کہ ملک اختیار الدین ایک حاجب نے کچھ نقد رقم بطور نذرانہ قطب الاقطاب حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر پیش کی لیکن حضرت نے قبول نہیں فرمایا۔ اس کے بعد آپ نے اُس بوریئے کو جس پر آپ بیٹھے ہوئے تھے اُٹھایا اور ملک اختیار الدین کو دکھایا کہ بوریئے کے نیچے ایک ندی چاندی کی بہہ رہی ہے۔ پھر فرمایا اب تمہیں اندازہ ہو گیا کہ میں تمہاری اس لائی ہوئی رقم کی حاجت نہیں رکھتا۔ (سیر الاولیاء ص ۱۲۰)

اور حضرت میر عبدالواحد بلگرامی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ سلطان شمس الدین التمس شاہانہ شان وشوکت کے ساتھ قاضی حمید الدین اور حضرت خواجہ قطب الدین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہما کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ دونوں حضرات وضو سے فارغ ہو کر تحیۃ الوضو ادا کر رہے تھے جب سلطان شمس الدین نے قدم بوسی کی سعادت حاصل کر لی اور ادب سے بیٹھ گئے تو بولے کہ بندہ بھوکا ہے۔ قاضی حمید الدین نے خادم سے فرمایا کہ کھانا اگر موجود ہو تو لے آؤ۔ سلطان نے کہا کہ بندہ کو غیب سے کھانا دیجئے۔ قاضی صاحب مسکرائے اور حضرت خواجہ قطب الدین سے فرمایا کہ بادشاہ سلامت کو غیب سے کھانا دیجئے۔ خواجہ قطب الدین نے آستین میں ہاتھ ڈال کر دو سفید گرم روغنی روٹیاں نکالیں اور سلطان شمس الدین کے ہاتھ پر رکھ دیں۔ قاضی حمید الدین نے اس جگہ سے کہ جہاں وضو کیا تھا کچھ کیچڑ اُٹھالی تو وہ حلوہ ہو گئی اور بادشاہ کو دے دی گئی۔

اس کے بعد قاضی حمید الدین نے شیخ سعد الدین سے فرمایا کہ پان بھی ہونا چاہیے۔ شیخ سعد الدین نے آستین میں ہاتھ ڈالا اور چھالیہ کتھا چونا لگا ہوا پان سلطان کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ یہ پان بھی عالم غیب سے تھا۔ سلطان شمس الدین نے کہا کہ آپ کی بارگاہ کا کتا ہوں۔ اگر تمام لشکری یہ روٹی اور حلوا اور پان کھالیں تو بڑا اچھا ہو۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے فرمایا کہ اپنے لشکریوں سے کہو کہ اپنے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف کریں۔ بادشاہ کے حکم کے بموجب پورے لشکر نے آسمان کی طرف کر لئے۔ خواجہ قطب الدین نے اپنی دونوں آستینیں جھاڑیں تو ہر شخص کے ہاتھ پر دو دو روٹیاں پہنچ گئیں۔ اور اسی کیچڑ سے حلواء پیدا ہوا۔ شیخ سعد الدین نے بھی اپنے ہاتھ جھاڑے تو ہر ایک کے ہاتھ پر چھالیہ کتھا اور چونا لگا ہوا پان پہنچا۔ شیخ سعد الدین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو اسی وجہ سے تنبولی کہتے ہیں۔ (سبع سنابل شریف اُردو ص ۲۴۶)

ان واقعات سے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے عملی طور پر اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے طرح طرح کے تصرفات کی قوت بخشی ہے

یہاں تک کہ میں آستینیں جھاڑ کر لوگوں کے ہاتھوں میں غیب سے روٹیاں پہنچا دینے کی طاقت رکھتا ہوں اور آخری واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت قاضی حمید الدین ناگوری (متوفی ۶۲۵ھ) کا یہ عقیدہ تھا کہ مجھے کیچڑ کو حلواء بنانے پر قدرت ہے اور شیخ سعد الدین تنبولی کا یہ عقیدہ تھا کہ میں چھالیہ کے ساتھ چونا اور کتھا لگا ہوا پان غیب سے لانے کی طاقت رکھتا ہوں۔

سلطان التارکین حضرت صوفی حمید الدین ناگوری کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۶۷۷ھ)

آپ خواجۂ خواجگان سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ممتاز خلفاء میں سے ہیں۔ آپ کی پیدائش کی صحیح تاریخ وسنہ (سال) تحقیق کے ساتھ معلوم نہ ہو سکے۔ البتہ آپ نے فرمایا ہے کہ "بعد از فتح دہلی اول مولود کہ درخانۂ مسلماناں آمدہ منم" یعنی فتح دہلی کے بعد پہلا بچہ جو مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہوا وہ میں ہوں اور سلطان شہاب الدین غوری نے ۵۷۱ھ میں دہلی فتح کی۔ تو آپ کے اس فرمان کے مطابق آپ کی پیدائش ۵۷۱ یا ۵۷۲ھ میں ہوئی۔

آپ کا سلسلہ نسب پندرہ واسطوں سے امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ کے والد گرامی کا نام شیخ احمد صوفی تھا جو اپنے زمانے کے جید عالم اور درویش کامل تھے اور آپ کی والدہ محترمہ بھی اپنے زمانے کی رابعہ تھیں۔ حضرت صوفی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی عورت اس زمانے میں میری والدہ سے بہتر اور بزرگ ہوتی تو میں اُسی کے بطن سے پیدا ہوتا یعنی آپ کی والدہ ماجدہ اپنے زمانے کی بہترین اور بزرگ ترین بی بی تھیں۔

آپ ترکِ دنیا اور فقر وفاقہ میں ممتاز تھے اور ولی کامل ہونے کے ساتھ اپنے زمانے کے فاضل اجل اور عالم بے بدل بھی تھے۔ عربی، فارسی اور ہندی تینوں زبانوں پر آپ کو

بڑی قدرت حاصل تھی۔ قرآن و احادیث پر بڑی گہری نظر رکھتے تھے اور مشائخ کی تصانیف پر آپ کو پورا عبور تھا۔ اپنی تصانیف میں آپ جگہ جگہ آیات قرآنیہ' احادیث مبارکہ اور اقوال مشائخ نقل کرتے ہیں۔ آپ کی تصانیف اصول الطریقۃ' رسالۃ السلوک اور چہار منزل اس بات کی شاہد ہیں جن کے مطالعہ سے ناظرین آپ کے بے پناہ علم سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

۲۷ ربیع الآخر ۶۷۳ھ یعنی اپنے پیرو مرشد حضرت خواجہ اجمیری علیہ الرحمتہ والرضوان کے وصال فرمانے کے ۴۴ سال بعد آپ نے انتقال فرمایا۔ مزار مبارک ناگور شریف (صوبہ راجھستان) میں ہے جو مرجع انام و زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ (ماخوذ از سلطان التارکین)

سہروردی سلسلہ کے مشہور بزرگ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی اور حضرت شیخ حمید الدین ناگوری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہما کے مابین ایک مسئلہ پر خط و کتابت ہو رہی تھی کہ اسی زمانے میں حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک بیٹا ناگور آیا اور شیخ حمید الدین ناگوری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے ایک مسئلہ میں الجھ گیا اور دیر تک آپ سے بحث کرتا رہا۔ آخر آپ نے اسے دلائل شرعیہ سے خاموش کر دیا مگر چونکہ اس نے آپ کو ناراض کر دیا تھا اور فضول باتوں سے آپ کے وقت کو ضائع کیا تھا اس لئے آپ نے اس سے فرمایا ہم نے تجھ کو قید میں کر دیا۔

چنانچہ شیخ حمید الدین اور شیخ بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہما کی وفات کے بعد شیخ بہاء الدین کا یہ بیٹا اثنائے سفر میں ایک سرکش کے ہاتھوں گرفتار ہوا۔ اس سرکش نے ان کے بیٹے سے کہا کہ شیخ بہاء الدین کی میراث کا مال تمہیں بہت ملا ہے۔ اگر وہ تمام مال تم مجھے دو گے تو میں تمہیں چھوڑ دوں گا۔ چنانچہ شیخ بہاء الدین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے بیٹے کو قید کر دیا اس نے شیخ صدر الدین کو قید کرنے کا سارا واقعہ لکھا اور میراث سے اپنا حصہ طلب کیا جب شیخ صدر الدین نے وہ مال بھیجا تو اس سرکش نے کہا کہ اب تم دوبارہ شیخ صدر الدین کو لکھو کہ وہ اپنے حصے میں سے بھی کچھ مال مجھے دیں تو اس وقت میں تمہیں چھوڑوں

گا۔ شیخ بہاء الدین زکریا کے بیٹے نے مجبوراً شیخ صدر الدین کو لکھا۔ شیخ صدر الدین نے اپنے مال کا بھی کچھ حصہ اس کو بھیجا۔ ایک مدت کے بعد ان کا یہ بیٹا قید سے چھوٹا۔

(سیر الاولیاء ص ۲۶۷)

اور منقول ہے کہ آپ اپنے پیر و مرشد خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمتہ والرضوان کی مسجد اجمیر شریف میں امامت فرماتے تھے۔ جب آپ تکبیر تحریمہ کہتے تو ہر مقتدی کو عرشِ اعظم نظر آتا تھا۔ ہر مقتدی بزرگ اس کو اپنی خود کی کرامت سمجھتا تھا۔ ایک روز آپ مسجد میں موجود نہ تھے اس لئے کسی دوسرے بزرگ کو امامت کرنی پڑی۔ اس روز کسی کو عرش اعظم نظر نہیں آیا تو یہ راز کھلا کہ جلوۂ عرش معلیٰ محض آپ کی بدولت نظر آتا تھا۔

امامت کی غرض سے آپ ناگور سے روزانہ اجمیر شریف حاضر ہوا کرتے تھے معمول یہ تھا کہ صبح کی نماز پڑھا کر بغیر کسی سواری کے ناگور چلے جاتے پھر ظہر کے وقت اسی طرح اجمیر شریف آکر نماز پڑھاتے اور بعد نماز عشاء پھر ناگور واپس جا کر رات کو اپنی عبادت و ریاضت میں مشغول ہو جاتے۔ (سلطان التارکین ص ۱۲۷)

نوٹ:- اجمیر شریف سے ناگور شریف کا فاصلہ ۱۶۵ کلومیٹر ہے۔

ان واقعات سے حضرت صوفی حمید الدین ناگوری علیہ الرحمتہ والرضوان نے اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تصرف کی بے پناہ قوت عطا فرمائی ہے۔

شیخ شیوخ العالم حضرت فرید الدین گنج شکر کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ والرضوان۔ متوفی ۶۷۰ھ)

روایت کیا گیا ہے کہ حضرت فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے زمانہ میں ایک حسن نامی قوال تھا جسے اپنی لڑکی کی شادی کرنے کے لئے رقم کی ضرورت تھی۔ اس نے حضرت موصوف سے عرض کیا کہ میری لڑکی کی شادی ہے کچھ عنایت فرمایئے۔ یہ سن کر

حضرت نے فرمایا کہ میں تجھے کیا دوں؟ میرے پاس کیا ہے؟ حسن قوال نے عرض کیا کہ اگر آپ کے پاس کچھ نہیں ہے تو یہ کہہ دیجئے کہ یہ اینٹ اٹھا لے۔ یہ سن کر حضرت کچھ خاموش رہے اور پھر فرمایا کہ اٹھا لے۔ حسن نے وہاں کی پڑی ہوئی ایک اینٹ کو ہاتھ لگایا تو وہ اُسی وقت سونے کی بن گئی۔

اِس کے بعد اُس نے عرض کیا کیا دوسری بھی اٹھا لوں؟ آپ نے فرمایا یہی کافی ہے۔ وہ اس پر بھی نہ مانا اور پھر دوسری اینٹ کا مطالبہ کیا اس کا اصرار دیکھ کر حضرت نے فرمایا اسے بھی اٹھا لے مگر کچھ نہ کہنا اس نے کہا بہتر ہے اور دوسری اینٹ بھی جیسے اٹھائی وہ اُسی وقت سونے کی بن گئی۔ اُس نے پھر کہا حضرت تیسری بھی اُٹھا لوں؟ فرمایا ابھی تو تو نے اِقرار کیا تھا کہ پھر کچھ نہ کہوں گا اور پھر بھی سوال کرتا ہے؟ حسن نے عرض کیا کہ ذرا سا کہہ دینے میں آپ کا کیا حرج ہے؟ اس پر آپ نے ہنس کر فرمایا کہ اچھا ایک اور اُٹھا لے۔ لہٰذا اس نے تیسری اینٹ بھی اُٹھا لی جو ہاتھ لگاتے ہی سونے کی بن گئی اور وہ تینوں اینٹیں لے گیا اور بڑی دھوم سے اپنی لڑکی کی شادی کی۔ (برکات الصالحین حصہ دوم ص ۸۱)

اور مروی ہے کہ یہی حسن قوال جس کا ذکر اوپر کی حکایت میں گزرا اُس نے ایک روز حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عرض کیا کہ میں نے حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بہت تعریف سنی ہے۔ جی چاہتا ہے کہ ان کی زیارت کروں۔ حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جا اُن کی زیارت کر مگر کچھ بے ادبی نہ کرنا۔ اس کے بعد حسن قوال ملتان کو روانہ ہو گیا۔ (حضرت بہاء الدین جہاں تشریف رکھتے تھے) جب حضرت بہاء الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضرت ایک عالیشان مکان میں تشریف فرما ہیں جہاں عمدہ عمدہ فرش بچھے ہوئے ہیں اور ایک جڑاؤ پلنگ بھی بچھا ہوا ہے جو مخملی بچھونی اور بہترین تکیہ سے آراستہ ہے۔ حضرت شیخ اُسی پر جلوہ افروز ہیں۔ یہ دیکھ کر حسن قوال کے دل میں خیال گزرا کہ یہ کیا تصوف ہے کہ عیش وعشرت کا سامان موجود ہے۔ فقیری تو گنج شکر کے یہاں ہے جہاں ایک بوریہ کے سوا کچھ نہیں ہے۔

شیخ بہاء الدین نے اپنے نور باطن سے حسن کے دل کی بات معلوم کر لی اور فرمایا کہ او بے ادب! کیا بھائی فرید الدین نے تجھ سے یہ نہ کہا تھا کہ بے ادبی نہ کرنا اور تو پھر بھی نہ مانا۔ پھر شیخ نے چاہا کہ اسے اُٹھا کر پھینک دیں لیکن اسی وقت میدانِ غیب سے حضرت فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہاتھ ظاہر ہو گیا۔ لہٰذا شیخ نے درگزر سے کام لیا۔ دوسری بار پھر اسے چاہا کہ سزا دیں تو اس بار بھی وہی ہاتھ آڑے آ گیا۔ اس کے بعد تیسری مرتبہ پھر شیخ نے اسے زک دینے کا اِرادہ کیا تو وہ ہاتھ پھر درمیان میں آ گیا۔ پھر اسی ہاتھ سے آواز آئی کہ اے حسن! تو اس ہاتھ کو پہچانتا ہے؟ حسن نے کہا اس ہاتھ کے قربان۔ اگر یہ ہاتھ نہ ہوتا تو میں آج زندہ نہ بچتا۔ (برکات الصالحین حصہ دوم ص ۸۳)

اور مصنفِ خزینۃ الاصفیا تحریر فرماتے ہیں کہ ایک قطعہ زمین حضرت فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا ذاتی زرخرید تھا۔ کسی شخص نے حاکم رپال پور کی عدالت میں مقدمہ دائر کیا اور جھوٹا دعویٰ کیا کہ وہ زمین میری ہے۔ حاکم مذکور نے حضرت گنج شکر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو جواب دہی کے لئے طلب کیا تو حضرت نے کہلا بھیجا کہ اس بارے میں شہر والوں سے معلومات کر لو۔ شہر والے خوب جانتے ہیں کہ یہ زمین کس کی ملکیت ہے۔ حاکم مذکور نے جواب دیا کہ اِس مقدمہ کا اِس طرح لاپروائی سے فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ آپ خود آئیں یا اپنا وکیل بھیج کر مقدمہ کی پیروی کرائیں اور یہ بھی سمجھ لیں کہ بغیر سند اور گواہ کے یہ معاملہ حل نہ ہو سکے گا۔

حضرت گنج شکر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اس شکستہ سر (گردن ٹوٹے ہوئے) سے کہہ دو کہ نہ ہمارے پاس سند ہے اور نہ گواہ ہیں ہمارے کہنے کا اعتبار نہیں ہے تو خود اس زمین سے پوچھ لیا جائے وہ خود بتا دے گی۔ یہ سن کر حاکم مذکور متحیر ہوا اور حضرت کی بات کا امتحان کرنے کے لئے اُس قطعہ زمین پر پہنچا اور اُس کے ساتھ پاک پٹن کے باشندوں کا زبردست ہجوم بھی تھا۔ حاکم نے مدعی سے کہا کہ زمین سے پوچھ تو کس کی ملکیت ہے؟ جب مدعی نے زمین سے پوچھا کہ تیرا مالک کون ہے؟ تو کچھ جواب نہ آیا۔ پھر حضرت کے ایک

خادم نے بلند آواز سے کہا کہ اے زمین! فریدالدین گنج شکر کا حکم ہے کہ سچ بتا کہ تو کس کی ملکیت ہے؟ اُسی وقت زمین سے آواز آئی کہ میں خواجہ فریدالدین کی ملکیت ہوں۔ یہ سن کر مدعی شرمندہ ہوا اور حاکم بھی حیرت میں پڑ گیا۔ واپس ہوتے ہوئے حاکم مذکور کی گھوڑی کا قدم الجھ گیا جس کی وجہ سے وہ منہ کے بل گر پڑا اور اسکی گردن ٹوٹ گئی اور حضرت گنج شکر کا ارشاد شکستہ سر صحیح ہوا۔ (برکات الصالحین حصہ دوم ص ۸۴)

اور مروی ہے کہ حضرت بابا فریدالدین گنج شکر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ایک طویل سفر سے واپس ہو کر ملتان پہنچے تو حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے آپ سے دریافت فرمایا کہاں تک ترقی کر لی؟ جواب دیا کہ اگر آپ کی کرسی کو اشارہ کر دوں تو وہ مع آپ کے ہوا میں اُڑنے لگے۔ یہ کہنا تھا کہ کرسی نے بلند ہونا شروع کیا تو حضرت زکریا اسے ہاتھ سے دبا کر نیچے لے آئے۔

(سوانح حضرت بابا فریدالدین ص ۵۲)

اور مولف خزینۃ الاصفیاء لکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ فریدالدین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے گنج شکر مشہور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ایک سوداگر اونٹوں پر شکر لاد کر ملتان سے دہلی جا رہا تھا۔ راستہ میں جب پاک پٹن پہنچا تو حضرت خواجہ صاحب نے دریافت فرمایا کہ اونٹوں پر کیا ہے؟ سوداگر نے بطور تمسخر جواب دیا کہ نمک ہے۔ یہ سن کر حضرت خواجہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا بہتر ہے نمک ہی ہو گا۔ جب سوداگر منزل مقصود پر پہنچا تو اونٹوں پر شکر کی بجائے نمک ہی ملا۔ چنانچہ اسی وقت واپس ہوا اور خواجہ علیہ الرحمتہ سے معافی مانگنے لگا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ شکر تھی تو شکر ہی ہو جائے گی۔ چنانچہ وہ نمک پھر شکر بن گیا۔ بیرم خاں نے اس واقعہ کو منظوم بھی کیا تھا جس کا ایک شعر یہ ہے۔

کان نمک، جہان شکر شیخ بحروبر ۔۔۔ آں کز شکر نمک کندواز نمک شکر

یعنی حضرت خواجہ فریدالدین نمک کی کان، شکر کا جہان اور خشکی وتری کے شیخ ہیں جو شکر سے نمک بنا دیتے ہیں اور نمک سے شکر (برکات الصالحین حصہ اول ص ۸۵)

شیخ شیوخ العالم حضرت فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان واقعات سے اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے عالم میں تصرف کی بے پناہ قوت عطا فرمائی ہے۔

یاد او گر مونس جانت بود ہر دو عالم زیر فرمانت بود

محبوبِ یزدانی حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ وصال ۸۰۸ھ)

آپ ہندوستان کے مشہور ترین بزرگوں میں سے ہیں۔ آپ پہلے سمنان کے بادشاہ تھے جو اب معمولی قصبہ کی حیثیت سے ایران کی حکومت میں شامل ہے۔ آپ نے دس سال حکومت کرنے کے بعد تخت و تاج کو چھوڑ دیا اور ہندوستان کے بنگال علاقہ میں آکر لکھنوتی (پنڈوہ شریف) سلطان المرشدین حضرت شیخ علاء الحق والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت وخلافت سے مشرف ہوئے اور پھر پیر ومرشد کے حکم سے کچھوچھہ شریف کو اپنی مستقل قیام گاہ قرار دی جو صوبہ یوپی کے مشہور ضلع فیض آباد میں واقع ہے۔ وہیں آپ کا مزار مبارک ہے جہاں ہمیشہ زائرین کا ہجوم رہتا ہے اور آسیب زدہ شفایاب ہوتے ہیں۔

حضرت مولانا سید نعیم اشرف صاحب جائسی حضرت کے حالات میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ جمعہ کی نماز کے لئے سنجھولی تشریف لے گئے جو خانقاہ سے تقریباً بیس کلومیٹر کی دوری پر آج بھی ایک ویران گاؤں کی شکل میں ہے۔ بعد نماز جمعہ وہاں کے ایک ملا نے آپ سے مسئلہ جبر وقدر پر گفتگو کی اور کہا کہ انسان اپنے فعل کا مختار ہے یا نہیں؟ اگر مختار مانا جائے تو یہ عقیدہ فرقہ قدریہ کا ہے اور اگر وہ اپنے فعل کا مختار نہیں ہے تو یہ مذہب فرقہ جبریہ کا ہے اور یہ دونوں نظریئے اہل سنت و جماعت کے نزدیک غلط ہیں۔ تو ملا نے کہا کہ اب ان دونوں کے درمیان وہ کون سی راہ ہے جس پر ہم اپنے عقیدہ کی بنیاد رکھیں؟

حضرت نے فرمایا کہ مسئلہ بہت نازک ہے اور ائمہ متکلمین نے اس میں بڑی بڑی موشگافیاں کی ہیں۔ چنانچہ امام فخر الاسلام نے کتاب بزوری میں جو کچھ لکھا ہے اس کا

خلاصہ یہ ہے کہ باعتبار ظاہر (صورت) اختیار ہے اور باعتبار حقیقت (معنی) جبر ہے۔ ملا کے غرور علم نے اِس جواب کو تسلیم نہ کیا۔ حالانکہ حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت نے اس مختصر جملے میں دریا کوزہ میں بھر دیا تھا۔

بحث طویل ہوگئی ملا جی حضرت کی گفتگو سننے اور سمجھنے کی بجائے اپنا زور علم دکھانے لگے اور اپنی علمی برتری کی ہانک لگانے لگے اور اثنائے گفتگو میں ایک بے ادبی کا کلمہ بھی کہہ پڑے۔ حضرت خاموش ہوگئے۔ ملا بھی چپ ہو جاتے تو خیر تھی مگر انہوں نے پھر بولنا چاہا جس سے حضرت کو جلال آ گیا اور فرمایا۔ ''ملا ابھی تک تیری زبان چلتی ہے'' ابھی حضرت نے پورا جملہ بھی ادا نہیں فرمایا تھا کہ ان کی زبان باہر نکل پڑی۔ پوری کی پوری محفل جلال جہانگیری کو دیکھ کر لرز گئی اور آپ کے رعب نے انکی زبانیں بند کر دیں اور ملا جی شدت تکلیف تے تڑپنے لگے۔ یہ خبر اُن کے گھر پہنچی تو اُن کی بوڑھی ماں گرتی پڑتی مسجد میں پہنچیں، اور حضرت کے قدم مبارک پر لوٹنے لگیں اور اس قدر روئیں کہ تمام لوگ اس کے حال پر تاسف کرنے لگے مگر کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ حضرت سے سفارش کرتا۔ اس لئے کہ جلال کی یہ شدت آپ کے ساتھیوں نے کبھی بھی نہ دیکھی تھی۔

بڑھیا روتی تھی اور کہتی تھی کہ سرکار یہی ایک اولاد میرے بڑھاپے کا سہارا اور میری اُمیدوں کا مرکز ہے۔ حضور معاف فرما دیں اور دعا دیں کہ اِس کی زبان درست ہو جائے اور شدتِ بے اختیاری میں اُس نے کہا کہ ''یا میر پوت بھیک دے'' اُس کے اِس جملے نے ترحم سیادت کو اپیل کی اور آپ کو اُس کے حال پر رحم آ گیا اور فرمایا خداوندا! اِس کی زَبان دُرست ہو جائے۔ مگر لکنت باقی رہے---- چنانچہ ملا کی زبان درست ہوگئی مگر زندگی بھر کے لئے ہکلے ہو گئے۔ (محبوب یزدانی ص ۶۱)

اور لکھتے ہیں کہ حضرت کا ایک مرید جو ہر خراسانی تھا جو حضور کے ساتھ سفر و حضر میں رہتا تھا۔ اُسے فساد خون کی شکایت ہوگئی اور سارا جسم خراب ہو گیا۔ اس نے خیال کیا کہ خانقاہ میں میری موجودگی اہل خانقاہ کی تکلیف کا سبب ہو گی اور کہیں میرے قرب کا خراب

اثر برادران طریقت کے صحت پر بھی نہ پڑے۔ یہ سوچ کر اس نے ارادہ کرلیا کہ میں کہیں باہر چلا جاؤں اور اس نے سامانِ سفر درست کرلیا۔ لیکن خانقاہ کی جدائی اور حضرت کے فیض صحت سے محرومی کا اسے بڑا قلق ہوا اور رونے لگا۔ لوگوں نے حضرت سے جا کر اس کے اضطراب اور بے چینی کا ذکر کیا۔ آپ نے مریض کو بلایا اور اُسے تسلی و تشفی دی۔ پھر ایک پیالہ پانی منگا کر اُس میں اپنا لعابِ دہن (تھوک) ڈال دیا اور فرمایا کہ اس پانی کو اپنے جسم پر لگانا۔ تھوڑے دن بھی نہ گزرے تھے کہ جوہر نے شفا پائی اور تندرست ہو گیا۔

(محبوبِ یزدانی ص ٦٤)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ خانقاہ میں علی قلندر نام کا ایک فقیر قلندروں کی بڑی جماعت لے کر آیا اور حضرت سے پوچھا کہ آپ اپنے کو جہانگیر کیوں کہتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ میں نہیں کہتا لوگ کہتے ہیں۔ کیوں کہتے ہیں؟ علی قلندر نے پھر پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے میرے پیر نے اس خطاب سے سرفراز فرمایا۔ وہ خود کہتے تھے ان کے کہنے سے دنیا کہنے لگی۔ آپ کے جہانگیر ہونے کا ثبوت کیا ہے؟ قلندر نے ایک اور سوال کیا۔ حضرت کو جلال آ گیا فرمایا ثبوت یہی ہے کہ میں جہانگیر بھی ہوں اور جانگیر بھی۔ حضرت کے ایسا فرماتے ہی قلندر زمین پر گرا اور اُس کی روح پرواز کر گئی۔ (محبوب یزدانی ص ۲۷)

اور لکھتے ہیں کہ حضرت بلخ کی ایک مسجد میں اقامت فرما تھے آپ کے اصحاب و خدام اور دیگر بہت سے درویش و فقراء بھی موجود تھے۔ اثنائے گفتگو میں اچانک آپ نے اپنا عصائے مبارک اُٹھایا اور بڑے غصہ سے مسجد کی دیوار پر مارنے لگے۔ لوگ سخت متعجب ہوئے کہ یہ کیا ماجرا ہے !! تھوڑی دیر کے بعد حضرت نور العین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس عجیب واقعہ کے متعلق آپ سے پوچھا پہلے تو آپ خاموش رہے پھر چند منٹ کے بعد فرمایا کہ موصل میں ہمارا ایک رومی مرید میدان جنگ میں مصروف پیکار تھا۔ اس نے مجھ سے مدد چاہی اور مجھے یاد کیا۔ میں FI س کی دستگیری کر رہا تھا۔ چنانچہ حق تبارک و تعالیٰ نے جس لشکر کے ساتھ وہ تھا اس کو کامیابی عطا فرمائی۔ کچھ لوگوں نے وہ تاریخ لکھ لی تھوڑے دنوں

کش پر آپ بہت خوش ہوئے اور اُس سے فرمایا بخواہ چہ می خواہی۔ (یعنی جو کچھ مانگنا ہو مانگ لے(نانبائی نے عرض کیا کہ مرا مثل خود سازید (یعنی مجھ کو اپنی طرح بنا دیں) آپ نے فرمایا تو اس حالت کو برداشت نہیں کرسکتا۔کوئی اور چیز مانگ لے۔مگر نانبائی اسی بات کا اصرار کرتا رہا کہ نہیں حضور! بس مجھے اپنی طرح بنا دیں۔

جب اس نے بہت زیادہ عاجزی کی تو آخر حضرت خواجہ مجبور ہو کر اس کو اپنے حجرے میں لے گئے اور اپنے جیسا ہونے کا اثر اُس کے اوپر ڈالا۔اور جب حجرہ سے باہر تشریف لائے تو حضرت خواجہ اور نانبائی کی شکل وصورت' لباس وقد اور وضع قطع میں بال برابر فرق نہیں تھا۔لوگوں کو امتیاز کرنا بہت مشکل ہو گیا کہ اس میں خواجہ کون ہیں اور نانبائی کون ہے؟ البتہ اِس قدر فرق تھا کہ حضرت خواجہ ہوش میں تھے اور نانبائی مدہوش دبے خود تھا(اس عجیب وغریب واقعہ کی شہرت ہوئی تو دور ونزدیک سے دیکھنے کے لئے آنے والوں کا تانتا بندھ گیا) یہاں تک کہ تین روز کے بعد نانبائی کا انتقال ہوگیا۔(اور حضرت خواجہ نے نانبائی سے جو پہلے فرمایا تھا کہ تو میری حالت کا متحمل نہیں ہوسکتا وہ حرف بحرف صحیح ہوا۔

نانبائی کو شکل وصورت اور وضع قطع میں اپنی طرح بنا کر حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنا یہ عقیدہ عملاً ثابت کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تصرف کی زبردست قوت عطا فرمائی ہے۔

اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ میرے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم نے فرمایا کہ مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی سے (ان کے پیرومرشد) حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی نسبت ایک ناگوار بات سرزد ہوئی۔ کہنے والے نے وہ بات جوں کی توں حضرت خواجہ کی خدمت میں بیان کر ڈالی۔ یہ سنتے ہی اُن کے ماتھے پر بل پڑ گئے اور غصہ کے عالم میں قریب پڑے ہوئے ایک دھاگہ کو اٹھا کر قوت کے ساتھ اس میں گرہ لگا دی۔ شیخ رفیع الدین محمد جو حضرت خواجہ (کی خدمت

میں ایک زخمی سپاہی اسی طرف سے آیا اس سے معلوم ہوا کہ ٹھیک اسی تاریخ پر جنگ ہوئی تھی اور ولایت جہانگیری کے تصرف سے اسی لشکر کو فتح نصیب ہوئی۔ (محبوب یزدانی ص ۸۴)

ان واقعات سے حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا یہ عقیدہ واضح طور پر ثابت کر دیا کہ خدائے عزوجل نے مجھے عالم میں تصرف کی بے پناہ قدرت بخشی ہے۔

حضرت خواجہ باقی باللہ کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۱۰۱۲ھ)

آپ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پیرومرشد ہیں۔ آپ کابل میں ۹۷۱ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد قاضی عبدالسلام بھی جلیل القدر عالم اور بزرگ تھے۔ یوں تو آپ اویسی المشرب تھے۔ آپ کی باطنی تربیت براہ راست سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خواجۂ خواجگاں حضرت بہاء الدین نقشبند علیہ الرحمۃ والرضوان کی روحانیت سے ہوئی۔ لیکن بظاہر آپ نے ماوراء النہر اور ہندوستان کے سینکڑوں مشائخ سے اکتسابِ فیض کیا۔ آخر میں حضرت خواجہ امکنگی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مجاز طریقت ہوئے۔ آپ شریعت و طریقت کے ماہتاب تھے۔ آپ کا مزار مبارک دہلی میں زیارت گاہ خلائق ہے۔ (ماخوذ از حاشیہ انفاس العارفین اردو ص ۵۸)

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت خواجہ باقی باللہ کے یہاں چند مہمان آئے اور آپ کی خانقاہ میں کھانے کی کوئی چیز نہیں تھی۔ حضرت مہمانوں کی ضیافت کے لئے فکر مند ہوئے اور خادم سے کھانے کی چیز تلاش کروانے لگے۔ اتفاقاً ایک نانبائی جس کی دکان آپ کی خانقاہ کے قریب تھی وہ آپ کی ضرورت پر مطلع ہوا تو فوراً بہترین قسم کی روٹیاں اور پر تکلف طریقے سے مرغن نہاری[1] بنا کر حضرت کی خدمت میں پیش کیا۔ ایسے وقت میں نانبائی کی اس پیش

[1] ایک قسم کا شوربہ دار گوشت جو مخصوص طریقے سے تیار کیا جاتا ہے۔ ۱۲ انوار احمد قادری

میں رہتے تھے اور ان) کے مزاج شناس تھے۔ انہوں نے اس دھاگہ کو اٹھا کر اپنے پاس رکھ لیا۔ چند روز بعد شیخ احمد سرہندی قبض میں مبتلا ہو گئے اور اس کا سبب تلاش کرنے لگے۔

جب اصل حقیقت ان پر واضح ہوئی تو وہ دہلی تشریف لائے اور حضرت خواجہ کے احباب سے اس بارے میں سفارش کی درخواست کی مگر اُن میں سے کوئی بھی اس بات پر راضی نہ ہوا اور ان لوگوں نے کہا ہم خواجہ کی مرضی کے خلاف کسی سفارش کی جرأت نہیں کر سکتے۔ البتہ حضرت خواجہ کے محبوب شیخ رفیع الدین جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ یہ سن کر شیخ احمد نے اُن کی طرف رجوع کیا۔ شیخ رفیع الدین نے اس بات کو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ خلوت میں حضرت خواجہ کی خدمت میں پیش کیا اور کافی بات چیت کرنے کے بعد ان کی نفرت و غضب کو دور کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کیا کروں۔ وہ دھاگہ ہی گم ہو گیا ہے۔ شیخ رفیع الدین نے اُسی لمحہ وہی دھاگہ پیش خدمت کر دیا۔ حضرت خواجہ نے اُس کی گرہ کھولی تو اُسی وقت شیخ احمد سرہندی کی قبض بسط سے بدل گئی اور گوہر مقصود حاصل ہو گیا۔ (انفاس العارفین ص ۳۵۵)

اس واقعہ سے بھی حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا عقیدہ اپنے تصرف کے بارے میں صاف واضح ہے۔

حضرت خواجہ خورد فرزند حضرت خواجہ باقی باللہ کا عقیدہ

(علیہما الرحمۃ والرضوان)

آپ کا اصل نام خواجہ عبداللہ ہے۔ چونکہ آپ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے چھوٹے صاحبزادے ہیں اس لئے خواجہ خرد کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ ظاہری اور باطنی علوم کے جامع تھے اور اپنے والد گرامی قبلہ کے نقش قدم پر کاربند رہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت والد ماجد فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ ہم دونوں بھائی حضرت خواجہ خورد کی خدمت میں حاضر تھے کہ

ان پر بھوک کا غلبہ ہوا جس کے سبب وہ سبق پڑھانے کے قابل نہ رہے۔ اپنے گھر والوں سے پوچھا کوئی کھانے کی چیز موجود ہے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ بچوں میں سے کسی بچے کے لئے تھوڑا سا کھانا پکایا ہے۔ فرمایا اس میں سے تھوڑا سا لے آؤ۔ چنانچہ پیالی میں بہت تھوڑا کھانا لایا گیا۔ آپ نے ہاتھ دھوئے اور حاضرین سے کہا آیئے مل کر کھائیں۔ سب کو کافی ہے۔ سب لوگ تعجب میں آ گئے ہم لوگوں کو دوسرے انداز میں دوبارہ اشارہ کیا۔ ہم چلے گئے اور ہم تینوں نے مل کر کھایا یہاں تک کہ سب سیر ہو گئے اور پیالی میں پھر بھی کچھ بچ رہا جو بچے کے لئے بھیج دیا گیا۔ (انفاس العارفین ص ۶۱)

اور لکھتے ہیں کہ حضرت والد ماجد نے فرمایا کہ ایک شخص حضرت خواجہ خورد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ بادشاہ مجھے ایک مہم پر بھیج رہا ہے۔ دشمن کی تعداد زیادہ ہے اور میں اسباب جنگ سے خالی ہوں مگر جانے سے انکار بھی کرنے کی گنجائش نہیں۔ آپ توجہ فرمایئے کہ یہ مصیبت ٹل جائے۔ آپ نے خوش طبعی کے طور پر فرمایا کچھ نقدی پیش کرو تا کہ ہمارا دل تمہاری طرف متوجہ ہو جائے۔ اتفاقاً اس وقت اس کے پاس کچھ نہ تھا۔ دوستوں سے بھی اسے کچھ نہ مل سکا کمر سے لٹکا ہوا خنجر گروی رکھ کر دس روپے حضرت کی خدمت میں پیش کئے۔

آپ نے معیاد مقرر فرما دی اور فرمایا کہ فلاں دن جنگ لڑو۔ دشمن کی کثرت اور دوستوں کی قلت سے خوف مت کھاؤ' اپنی جگہ پر مستحکم رہو اور پھر مجھے فرمایا کہ جب مقررہ تاریخ آئے تو مجھے خبر کرنا۔ جب وہ وقت آیا میں نے یاد دلایا۔ حجرے میں اکیلے بیٹھ گئے اور مجھے دروازہ پر بٹھا دیا کہ کوئی شخص خلل انداز نہ ہو۔ کچھ دیر بعد خوش ہو کر باہر نکلے اور فرمایا کہ دشمن کی تعداد بہت زیادہ تھی اور دوست بہت ہی کم۔ پہلے حملے میں دوستوں کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا مگر وہ عزیز شکست سے گھبرایا نہیں۔ نہ ہی اپنی جگہ سے اُکھڑا ہم بھی اس حالت میں وہاں پہنچ گئے۔ الحمد للہ فتح نصیب ہوئی۔ دشمن کافی تعداد میں قتل ہوئے اور باقی ماندہ لشکر نے شکست کو غنیمت جانا۔ کافی عرصہ بعد اس عزیز کا خط پہنچا جس میں یہ قصہ

پوری تفصیل کے ساتھ لکھا ہوا تھا۔ بطور نذرانہ اس نے بہت سا مال بھیجا لیکن آپ نے قبول نہ فرمایا۔ (ترجمہ انفاس العارفین ص ٦١)

ان واقعات سے حضرت خواجہ خورد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنا یہ عقیدہ عملی طور پر ثابت کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں تصرف کی قدرت بخشی ہے۔

حضرت محمد معصوم بن مجدد الف ثانی کا عقیدہ

(علیہما الرحمتہ والرضوان)

آپ نقشبندی سلسلہ کے امام ہیں۔ اپنے والد گرامی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی سے اکتساب فیض اور سلسلہ کیا۔

آپ پیدائشی ولی تھے، ماہ رمضان میں دودھ نہیں پیا کرتے تھے۔ تین سال کی عمر میں کلمۂ توحید بیان کیا کرتے تھے، صرف تین ماہ میں قرآنِ مجید حفظ کر لیا تھا اور سترہ سال کی عمر میں علومِ ظاہری اور باطنی کے حصول کی تکمیل فرمائی تھی۔ (جامع کرامات اولیاء ص ۸۱۴)

حضرت علامہ نبہانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کے ایک خلیفہ خواجہ محمد صدیق گھوڑے پر سوار سفر کر رہے تھے گھوڑا بدکا تو آپ گر گئے مگر پاؤں رکاب میں پھنس گیا گھوڑا دوڑنے لگا۔ انہیں ہلاکت کا یقین ہو گیا تو اپنے مرشد سے امداد مانگی۔ کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت محمد معصوم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تشریف لے آئے ہیں، گھوڑے کو روک لیا ہے اور مجھے اِس پر سوار کر دیا ہے اور یہی شیخ محمد صدیق دریا میں گر گئے تیرنا نہیں جانتے تھے۔ ڈوبنے لگ گئے آپ کو مدد کے لئے پکارا آپ تشریف لائے ہاتھ پکڑا اور ڈوبنے سے بچا لیا۔

اور ایک دن آپ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اپنی سرائے میں تشریف فرما تھے۔ آپ کا ہاتھ مبارک اور آستین بغل تک تر ہو گئے۔ حاضرین حیران ہوئے اور آپ سے سبب پوچھا۔ حضرت نے فرمایا ایک مرید تاجر کشتی میں سوار تھا وہ ڈوبنے لگ گئی تو اس نے مدد کے لئے پکارا۔ میں نے اُسے ڈوبنے سے بچایا ہے اس لئے یہ آستین اور ہاتھ تر ہو گئے

ہیں۔ یہ تاجر ایک مدت کے بعد سرہند پہنچا اور اس واقعہ کی حضرت کے ارشاد کے مطابق اطلاع دی۔

اور آپ کے دور میں ایک جادوگر مجوسی کا بڑا چرچا ہوا کہ وہ آگ جلا کر خود اور اپنے عقیدت مندوں کو آگ میں لے جاتا ہے۔ آگ انہیں نہیں جلاتی۔ لوگ اس کی وجہ سے فتنہ میں مبتلا ہو گئے۔ حضرت نے بہت زیادہ آگ جلانے کا حکم دیا۔ پھر ایک مرید کو اس میں داخل ہونے کا حکم فرمایا۔ وہ ذکر کرتے ہوئے آگ میں داخل ہو گیا۔ آگ گلزار ہو گئی اور کافر مجوسی مبہوت ہو گیا۔ (جامع کرامات اولیاء اُردو ص ۸۱۴)

حضرت علامہ نبہانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کی خدمت میں ایک نابینا حاضر ہو کر طالب دعا ہوا تا کہ اُس کی نظر واپس مل جائے۔ آپ نے اپنا تھوک مبارک لے کر اُس کی آنکھوں پر لگایا اور فرمایا گھر جا کر آنکھیں کھولنا۔ اس نے آپ کے فرمانے کے مطابق کیا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان میں روشنی آ گئی۔

اور آپ کی مجلس میں ذکر ہوا کہ فلاں رافضی کھلم کھلا حضراتِ شیخین کریمین (یعنی صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو گالی بکتا ہے۔ حضرت یہ سنتے ہی غضبناک ہو گئے۔ آپ کے سامنے ایک تربوز پڑا ہوا تھا آپ نے چھری لے کر فرمایا اس خبیث کو ذبح کر دے۔ آپ نے جس وقت چھری اُس تربوز پر چلائی اسی وقت وہ رافضی مر گیا۔ (جامع کرامات اولیاء ص ۸۱۵)

حضرت محمد معصوم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان واقعات سے اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کائنات میں طرح طرح کے تصرفات کا اختیار عطا فرمایا ہے۔

عاشق الٰہی حضرت حاجی وارث علی شاہ کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ والرضوان۔ متوفی ۱۳۲۳ھ)

آپ ہندوستان کے مشہور بزرگوں میں سے ہیں۔ آپ کے آباؤ اجداد نیشاپور کے ذی شرف اور صاحب اختصاص سادات سے تھے سید اشرف ابو طالب نیشاپور سے

ہندوستان آ کر کنتور ضلع بارہ بنکی میں مقیم ہوئے۔ آپ کی آٹھویں پشت میں سید عبدالاحد علیہ الرحمتہ ۱۱۲۷ھ میں کنتور سے دیوی شریف چلے آئے۔ یہیں حضرت حاجی وارث علی شاہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۲۳۴ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام سید قربان علی تھا اور والدہ محترمہ کا نام سیدہ بی بی سکینہ عرف چاندن بی بی۔ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہما

آپ کی عمر دو سال سے کچھ زیادہ تھی کہ شفیق باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا اور پھر تین سال کی عمر میں جب والدہ کا انتقال ہو گیا تو آپ کی دادی نے آپ کی پرورش فرمائی۔ پانچ سال کی عمر میں آپ کی تعلیم شروع ہوئی۔ حضرت امیر علی شاہ سے دو سال میں حفظ قرآن مکمل کیا اور مولوی امام علی ساکن سترکھ سے درسِ نظامیہ کی ابتدائی کتابیں۔ آپ پڑھ رہے تھے کہ سات آٹھ یا دس سال کی عمر میں آپ کی دادی صاحبہ کا انتقال ہو گیا تو آپ کے بہنوئی حضرت حاجی سید خادم علی شاہ قادری چشتی (جو بعد میں آپ کے مرشد بھی ہوئے) دیوی شریف سے آپ کو لکھنو لے آئے اور تعلیم کا سلسلہ بدستور قائم رکھا۔ بعض کتابیں آپ نے حضرت بلند شاہ صاحب قدس سرہ سے پڑھیں اور خود حضرت سید خادم علی شاہ جو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمتہ والرضوان کے فارغ التحصیل شاگرد تھے آپ کو نہایت دلجوئی سے پڑھایا۔

لیکن کسی مستند روایت سے بصراحت یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ تعلیم کا آخری نتیجہ کیا ہوا اور بظاہر آپ نے کہاں تک پڑھا۔ کیوں کہ بعض حضرات کہتے ہیں کہ آپ نے فراغ حاصل کیا۔ بعض کا قول ہے کہ کتب درسیہ قریب اختتام تھیں کہ جوشِ عشق نے بے قرار کیا تو سلسلہ تعلیم منقطع فرما کر آپ نے ملکِ عرب کی سیاحت کا قصد کیا بلکہ بعض مسترشدین کا یہ بھی خیال ہے کہ آپ نے صرف چند ابتدائی کتابیں پڑھ کر تعلقات دنیا سے احتراز فرمایا اور ۱۲۵۳ھ میں حرمین طیبین کی حاضری کے شوق میں وہاں کا پا پیادہ سفر کیا۔ لیکن بعض حالات اور اکثر ارشادات سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو علم ادب میں عبور اور تفسیر و حدیث میں کافی دستگاہ تھی۔

آپ نے حجاز مقدس کا تین بار سفر کیا اور ہر مرتبہ کے سفر میں کئی کئی سال کے بعد واپس آئے۔ اس طرح آپ نے کل سات یا بروایتے گیارہ حج کیے۔ زندگی بھر مجرد رہے کبھی نکاح نہیں کیا اور حج کے پہلے ہی سفر میں آپ نے عام لباس کو ترک کر دیا۔ ہمیشہ احرام پوش رہے۔ زرد رنگ کی بغیر سلی ہوئی ایک لنگی پہنتے رہے اور اسی رنگ کی ایک دوسری لنگی اوڑھتے نہایت ہی سادہ فقیرانہ زندگی گزاری۔ ۱۳۲۳ھ میں وفات ہوئی۔ دیویٰ شریف ضلع بارہ بنکی (یو-پی) میں آپ کا مزار مبارک مرجع انام اور زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

(ماخوذ از سعی الحارث فی ریاحین الوارث)

حضرت حاجی وارث علی شاہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے خود بیان فرمایا کہ ایک روز مکہ معظمہ میں ہم غارِ ثور کی طرف گئے تو دیکھا کہ ایک بوڑھی عورت نہایت دردناک آواز سے رو رہی ہے۔ پوچھا تو معلوم ہوا کہ ابھی اس کا جوان بیٹا مر گیا ہے۔ ہم نے اس کو صبر کی ہدایت کی تو اس نے کہا حکیم صاحب! صبر اس ویرانہ میں کہاں ملے گا اور نہ میرے پاس پیسہ ہے جو میں خرید لوں۔ آپ کے پاس اگر کوئی دوا ہو تو اللہ کی راہ پر اس کو کھلا دو کہ زندہ ہو جائے یہی میرا ایک لڑکا ہے۔ ہم نے لڑکا کے منہ پر سے کپڑا ہٹا کر ٹھنڈا پانی چھڑک دیا تو اس نے آنکھ کھول دی اور بات کرنے لگا۔ بوڑھیا تو جوش محبت میں اس سے لپٹ گئی اور ہم وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ شاید اس کو سکتہ ہو گیا تھا۔ (ریاحین الوارث ص ۴۷)

اور ثقہ راویوں کا بیان ہے کہ مولوی محمد یحییٰ صاحب وارثی وکیل و رئیس عظیم آباد (پٹنہ) جو حضرت حاجی صاحب قبلہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے بڑے مخلص مرید تھے۔ حضرت نے ان کو وضعدار کا خطاب عطا فرمایا تھا اس لئے کہ مولوی صاحب موصوف جو طریقہ اختیار کرتے اس پر بہر حال بڑی سختی کے ساتھ عمل کرتے۔ یہاں تک کہ کاتک میلہ میں جس تاریخ کو وہ پہلی مرتبہ آئے تھے اسی تاریخ کو وہ ہمیشہ حاضر ہوتے رہتے۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ان کی لڑکی ہیضہ کی بیماری میں مبتلا تھی اور حاضری کی تاریخ آ گئی تو مولوی صاحب لڑکی کو اسی بیماری کی حالت میں چھوڑ کر دیویٰ شریف چلے آئے جس کے دوسرے

روز مریضہ کے ڈاکٹر اسد علی خان کا تار آیا کہ لڑکی کا انتقال ہو گیا۔ جب یہ خبر حضرت کو پہنچی تو مولوی صاحب کو بلا کر فرمایا" مولوی صاحب! تم نے تو اپنی وضع داری دکھا دی لیکن اکثر مریض کو سکتہ ہو جاتا ہے اور تیماردار سمجھتے ہیں کہ یہ مر گیا ہے—— اس وقت حاضرین نے اس کا خیال نہیں کیا کہ اس ارشاد کے پردہ میں حضرت نے کیا تصرف فرمایا۔ مگر تیسرے روز مولوی صاحب کے نسبتی بھائی کا خط آیا کہ چھ گھنٹے کے بعد لڑکی زندہ ہو گئی اور اب اچھی ہے۔ (ریاحین الوارث ص ۱۰۹)

ان واقعات سے حضرت حاجی وارث علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عملی طور پر اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مردہ کو زندہ کرنے کی قوت بخشی ہے۔ رہی سکتہ کی بات تو وہ آپ نے از راہ تواضع فرمائی ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

اولیاء راہست قدرت ازالہ

تیر جستہ باز گردانند زراہ

(مولانا رومی قدس سرہ)

علم غیب

علم غیب اُن باتوں کے جاننے کو کہتے ہیں جن کو بندے عادی طور پر اپنی عقل اور اپنے حواس سے معلوم نہ کرسکیں۔ علامہ امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

قَوْلُ جُمْهُوْرِ الْمُفَسِّرِيْنَ الْغَيْبُ هُوَالَّذِىْ يَكُوْنُ غَائِباً عَنِ الْحَاسَّةِ

(تفسیر کبیرج ۱ص ۱۷۴)

انبیائے کرام کے عقیدے

حضور سید عالم کا عقیدہ

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ وصال اقدس ۱۱ھ مطابق ۶۳۲ء)

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم غیب کے بارے میں کیا عقیدہ تھا اسے جاننے کے لئے مندرجہ ذیل حدیثیں ملاحظہ ہوں۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روائیت ہے۔ انہوں نے فرمایا:

قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰى دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَاَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذٰالِكَ مِنْ حَفِظَهُ وَنَسِيَهُ مِنْ نَسِيَهُ۔

ایک بار حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم لوگوں (کے مجمع) میں کھڑے ہوئے تو آپ نے ہمیں مخلوق کی پیدائش سے بتانا شروع کیا یہاں تک کہ جنتی اپنے منازل پر جنت میں داخل ہو گئے اور جہنمی اپنے ٹھکانوں پر جہنم میں

پہنچ گئے۔ جس نے اس بیان کو یاد رکھا اُس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا۔ (بخاری شریف ج ا ص ۴۵۳)

اور حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

اِنَّ اللّٰہَ زَوٰی لِی الْاَرْضَ فَرَاَیْتُ مَشَارِقَھَا وَمَغَارِبَھَا وَاِنَّ اُمَّتِیْ سَیَبْلُغُ مُلْکُھَا مَازُوِیَ لِیْ مِنْھَا ۔ (مسلم شریف ص ۳۹۰)

اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین سمیٹ دی تو میں نے مشرق سے مغرب تک زمین کا تمام حصہ دیکھ لیا اور عنقریب میری امت کی حکومت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک کہ زمین میرے لئے سمیٹی گئی۔

اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَعِدَ اُحُداً وَّاَبُوْبَکْرٍ وَ عُمَرُ وَ عُثْمَانُ فَرَجَفَ بِھِمْ فَضَرَبَہٗ بِرِجْلِہٖ فَقَالَ اُثْبُتْ اُحُدُ فَاِنَّمَا عَلَیْکَ نَبِیٌّ وَصِدِّیْقٌ وَشَھِیْدَانِ ۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان کوہِ اُحد پر چڑھے تو وہ ان کے ساتھ ہلا۔ حضور نے ٹھوکر مار کر فرمایا اُحد ٹھہر جا اس لئے کہ تیرے اوپر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ (بخاری شریف ج ا ص ۵۱۹)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن مدینہ شریف کے انصار سے مکہ معظمہ میں فرمایا

اَلْمَحْیَا مَحْیَاکُمْ وَالْمَمَاتُ مَمَاتُکُمْ (مسلم، مشکوٰۃ ص ۵۷۷)

میری زندگی وہاں ہے جہاں تم لوگوں کی زندگی ہے اور میری وفات وہاں ہے جہاں تمہیں انتقال کرنا ہے۔

اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

جنگ کے لئے جب میدان بدر میں اُترے تو فرمایا

هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ وَيَضَعُ يَدَهٗ عَلَى الْاَرْضِ هٰهُنَا وَهٰهُنَا قَالَ فَمَا مَاتَ اَحَدُهُمْ عَنْ مَّوْضِعِ يَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ (مسلم، مشکوٰۃ ص ۵۴۱)

یہ فلاں کے ڈھیر ہونے کی جگہ ہے اور دست مبارک زمین پر رکھتے ہوئے بتایا کہ یہاں اور یہاں حضرت انس نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک رکھنے کی جگہ سے کوئی اِدھر اُدھر نہ ہوا۔

اور حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنگِ خیبر کے موقع پر فرمایا۔

لَاُعْطِيَنَّ هٰذِهِ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلاً يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ ۔

کل یہ جھنڈا میں ایک شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا۔

(بخاری ج ۲ ص ۶۰۵، مشکوٰۃ ص ۵۶۳)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے میری والدہ حضرت اُم الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حدیث بیان کی۔

مَرَرْتُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّكِ حَامِلٌ بِغُلَامٍ فَاِذَا وَلَدْتِهٖ فَأْتِيْنِيْ بِهٖ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنّٰى لِيْ ذٰلِكَ وَقَدْ تَحَالَفَتْ قُرَيْشٌ اَنْ لَّا يَاْتُوا النِّسَاءَ قَالَ هُوَ مَا اَخْبَرْتُكِ قَالَتْ فَلَمَّا وَلَدْتُهٗ اَتَيْتُهٗ فَاَذَّنَ فِيْ اُذُنِهِ الْيُمْنٰى وَاَقَامَ فِي الْيُسْرٰى وَاَلْبَاهُ مِنْ رِيْقِهٖ وَسَمَّاهُ عَبْدَ اللّٰهِ وَقَالَ اِذْهَبِيْ بِاَبِي الْخُلَفَاءِ

میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ہو کر گزری۔ حضور نے فرمایا تو حاملہ ہے اور تیرے پیٹ میں لڑکا ہے جب وہ پیدا ہو تو اُسے میرے پاس لانا۔ اُم الفضل نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے حمل کہاں سے آیا؟ حالانکہ قریش نے قسمیں کھائی ہیں کہ وہ عورتوں کے پاس نہیں جائیں گے۔ فرمایا بات وہی ہے جو ہم نے تم سے ارشاد فرمائی۔ اُم الفضل نے کہا جب لڑکا پیدا ہوا میں

اِس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ عقیدہ ہے کہ خشوع جو دل کی ایک کیفیت کا نام ہے[1] وہ بھی ان سے پوشیدہ نہیں آپ اُسے جانتے ہیں۔ اور یہ علم غیب ہے پھر اس حدیث شریف سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ عقیدہ ثابت ہوا کہ وہ پیٹھ کے پیچھے بھی دیکھتے ہیں۔

اگر کوئی یہ خیال کر لے کہ حالت نماز میں آنکھ کے کونے سے حضور نے دیکھ لیا تو فرمایا کہ میں پیٹھ کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔ تو یہ خیال غلط ہے اس لئے کہ صفوں کے آخر میں غلطی کرنے والے کو حضور نے دیکھا اور تنبیہ فرمائی جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث شریف مروی ہے کہ۔

صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الظُّھْرَ وَفِیْ مُؤَخَّرِ الصُّفُوْفِ رَجُلٌ فَاَسَاءَ الصَّلَاۃَ فَلَمَّا سَلَّمَ نَادَاہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا فُلَانُ اَلَا تَتَّقِی اللّٰہَ اَلَا تَرٰی کَیْفَ تُصَلِّیْ اَنَّکُمْ تُرَوْنَ اَنَّہٗ یَخْفٰی عَلَیَّ شَیْءٌ مِمَّا تَصْنَعُوْنَ وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَرٰی مِنْ خَلْفِیْ کَمَا اَرٰی مِنْ بَیْنِ یَدَیَّ ۔

(مشکوۃ شریف ص ۷۷)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھائی اور صفوں کے آخر میں ایک شخص تھا جس نے نماز بری طرح پڑھی۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو اُسے آواز دی کہ اے فلاں! کیا اللہ سے نہیں ڈرتا۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ کیسے نماز پڑھتا ہے؟ تم یہ سمجھتے ہو کہ مجھ پر تمہارا کوئی عمل چھپا رہتا ہے خدا کی قسم میں پیچھے ایسے ہی دیکھتا ہوں جیسے کہ اپنے آگے دیکھتا ہوں۔

غور کیجئے۔ حدیث شریف میں فِیْ مُؤَخَّرِ الصَّفِّ نہیں کہ پہلی صف کے آخر میں شخص مذکور تھا تو حضور نے آنکھ کے کونے سے اُس کو دیکھ لیا بلکہ فِیْ مُؤَخَّرِ الصُّفُوْفِ ہے یعنی وہ شخص آخری صف میں تھا لیکن حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی پیٹھ

---

(۱) حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث شریف کے تحت تحریر فرماتے ہیں یدل علی انه من عمل القلب حدیث علی الخشوع فی القلب ۔ اخرجه الحاکم (فتح الباری ج۲ ص ۱۸۷)

فَاَخْبَرْتُ الْعَبَّاسَ فَاَتَاهُ فَذَكَرَلَهُ فَقَالَ هُوَ مَا اَخْبَرْتُهَا هٰذَا اَبُوالْخُلَفَاءِ حَتّٰى يَكُوْنَ مِنْهُمُ السَّفَّاحُ حَتّٰى يَكُوْنَ مِنْهُمُ الْمَهْدِيُّ

خدمت اقدس میں حاضر ہوئی حضور نے بچے کے داہنے کان میں اذان اور بائیں میں اقامت فرمائی اور اپنا لعاب دہن اُس کے منہ میں ڈالا اور اُس کا نام عبداللہ رکھا اور فرمایا خلفاء کے باپ کو لے جا۔ میں نے حضرت عباس سے حضور کا ارشاد بیان کیا وہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اُمّ الفضل نے ایسا کہا۔ فرمایا بات وہی ہے جو ہم نے ان سے کہی۔ یہ خلیفوں کا باپ ہے یہاں تک کہ ان میں سے سفاح ہوگا۔ یہاں تک کہ اِن میں سے مہدی ہوگا۔ (دلائل النبوة الدولة المكية ص ۱۵۳۱)

اِن احادیث کریمہ میں ابتدائے آفرینش سے جنتیوں کے جنت میں اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے تک کی خبر دینا' مشرق سے مغرب تک زمین کے سارے حصے کو دیکھنا' بہت پہلے حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے شہید ہونے کی خبر دینا' یہ فرمانا کہ میری وفات وہیں ہوگی مدینہ طیبہ میں جہاں انصار کی موت ہوگی' میدان بدر میں ایک دن پہلے بتا دینا کہ یہاں فلاں پچھاڑا جائے گا اور یہاں فلاں ڈھیر ہوگا' خیبر میں یہ فرمانا کہ میں کل جس کو جھنڈا دوں گا اُس کے ہاتھ پر فتح ہوگی اور اُمّ الفضل کے حاملہ ہونے پھر اس بچے کے ابوالخلفاء ہونے یہاں تک کہ اس کی نسل سے سفاح اور مہدی کے ہونے کی اطلاع دینا سب غیب کی خبریں ہیں جن سے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سب کو آگاہ فرمایا—— ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ عقیدہ تھا کہ ہم کو علم غیب حاصل ہے ورنہ ان باتوں کو وہ اپنی زبان پر ہرگز نہیں لاتے۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

وَاللهِ مَا يَخفٰى عَلَيَّ رُكُوْعُكُمْ وَلَا خُشُوْعُكُمْ اِنِّيْ لَاَرَاكُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِيْ.

خدا کی قسم تمہارا رکوع اور خشوع مجھ سے پوشیدہ نہیں۔ میں پیٹھ کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۵۹ و ص ۱۰۲)

کے پیچھے سے اس کو دیکھ لیا۔ درمیان کی صفیں بھی حضور کے دیکھنے میں رکاوٹ نہیں پیدا کر سکیں ۔

سرعرش پر ہے تری گذر' دلِ فرش پر ہے تری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شئی' نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

(حدائق بخشش)

حضرت عیسیٰ رُوح اللہ کا عقیدہ

(علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام)

سورۂ آل عمران میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا۔

وَاُنَبِّئُکُمْ بِمَا تَاْکُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِکُمْ (پ۳ ع۱۳) اور میں تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع کر کے رکھتے ہو۔

حضرت صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی علیہ الرحمتہ والرضوان اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آدمی کو بتا دیتے تھے جو وہ کل کھا چکا اور آج کھائے گا اور جو اگلے وقت کے لئے بنا کر رکھا ہے ...... آپ کے پاس بچے بہت سے جمع ہو جاتے تھے آپ انہیں بتاتے تھے کہ تمہارے گھر فلاں چیز تیار ہوئی ہے' تمہارے گھر والوں نے فلاں فلاں چیز کھائی ہے۔ فلاں چیز تمہارے لئے اُٹھا رکھی ہے۔ بچے گھر جاتے روتے اور گھر والوں سے وہ چیز مانگتے۔ گھر والے وہ چیز دیتے اور ان سے کہتے کہ تمہیں کس نے بتایا؟ بچے کہتے حضرت عیسی علیہ السلام نے۔ تو لوگوں نے اپنے بچوں کو آپ کے پاس آنے سے روکا اور کہا وہ جادوگر ہیں۔ اُن کے پاس نہ بیٹھو اور ایک مکان میں سب بچوں کو جمع کر دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بچوں کو تلاش کرتے ہوئے تشریف لائے تو لوگوں نے کہا وہ یہاں نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ پھر اس مکان میں کون ہے؟ انہوں نے کہا سور ہیں۔ فرمایا ایسا ہی ہوگا۔ اب جو دروازہ کھولتے ہیں تو

سب سور ہی سور تھے۔

آیت مبارکہ اور واقعہ مذکور سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے علم غیب کی نعمت سے سرفراز فرمایا ہے۔

حضرت فاطمہ زہراء اور اُمہات المومنین کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہن)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب سورۂ مبارکہ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللهِ نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بلایا اور ان سے فرمایا۔

نُعِيَتْ اِلَيَّ نَفْسِيْ فَبَكَتْ قَالَ لَا تَبْكِيْ فَاِنَّكِ اَوَّلُ اَهْلِي لَاحِقٌ بِيْ فَضَحِكَتْ ۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۴۹)

مجھے میری وفات کی خبر دی گئی ہے تو وہ رونے لگیں۔ حضور نے فرمایا نہ روؤ۔ اس لئے کہ میرے گھر والوں میں سے سب سے پہلے تم مجھ سے ملوگی۔ تو وہ ہنس پڑیں۔

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ۔

اِنَّ بَعْضَ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّنَا اَسْرَعُ بِكَ لُحُوْقًا قَالَ اَطْوَلُكُنَّ يَدًا فَاَخَذُوْا قَصَبَةً يَذْرَعُوْنَهَا وَكَانَتْ سَوْدَةُ اَطْوَلَهُنَّ يَدًا فَعَلِمْنَا بَعْدُ اَنَّمَا كَانَ طُوْلُ يَدِهَا الصَّدَقَةَ وَكَانَتْ اَسْرَعَنَا لُحُوْقًا بِهٖ زَيْنَبُ وَكَانَتْ تُحِبُّ الصَّدَقَةَ ۔

اُمہات المومنین نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم میں کون سی بیوی کی آپ سے آخرت میں سب سے پہلے ملاقات ہوگی؟ حضور نے فرمایا جس کے ہاتھ سب سے لمبے ہیں۔ یہ سن کر اُمہات المومنین نے ایک دوسرے کے ہاتھ ناپے تو پتہ چلا کہ حضرت سودہ کے ہاتھ سب سے لمبے ہیں۔ لیکن بعد کے واقعات نے بتایا کہ لمبے ہاتھ ہونے سے مراد صدقہ

دینے میں زیادتی تھی اور ہم میں سب سے پہلے انتقال کرنے والی حضرت زینب تھیں جو صدقہ دینے کو بہت محبوب رکھتی تھیں۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۹۱- مشکوٰۃ ص ۱۶۵)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس خبر پر کہ "میرے گھر والوں میں سے تم سب سے پہلے مجھ سے ملو گی" حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا خوش ہو کر ہنسنا اور اُمہات المومنین کا حضور سے دریافت کرنا کہ ہم بیویوں میں سے کون آخرت میں سب سے پہلے آپ سے ملاقات کرے گی؟ اور پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد پر ایک دوسرے کے ہاتھ کا ناپنا ان سارے واقعات سے کھلم کھلا ثابت ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا اور اُمہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کا یہ عقیدہ تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیب کا علم ہے اور جو انہوں نے فرمایا ہے وہی ہو کر رہے گا۔

صحابہء کرام کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

جن حدیثوں میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کا بیان ہے صحابہ نے ان کو روایت کیا جس سے ثابت ہوا کہ صحابہء کرام کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ حضور کو علم غیب ہے۔ اس کے علاوہ خود صحابہ کے واقعات سے بھی واضح ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ عقیدہ صحیح ہے کہ اللہ کے محبوب بندوں کو غیب کا علم ہوا کرتا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ وصال اقدس ۱۳ھ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ میرے باپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مرض موت میں مجھے وصیت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میری پیاری بیٹی! میرے پاس جو کچھ مال تھا آج وہ مال وارثوں کا ہو چکا ہے۔ میری اولاد میں تمہارے دو بھائی عبدالرحمٰن و محمد ہیں اور تمہاری دو

بہنیں ہیں۔ لہٰذا میرے مال کو تم لوگ قرآن مجید کے فرمان کے مطابق تقسیم کر کے اپنا اپنا حصہ لے لینا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ ابا جان میری تو ایک ہی بہن اسماء ہے۔ یہ میری دوسری بہن کون ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری سوتیلی ماں حبیبہ بنت خارجہ جو حاملہ ہے اُس کے پیٹ میں لڑکی ہے وہی تمہاری دوسری بہن ہے۔ چنانچہ آپ کے وصال فرمانے کے بعد آپ کے فرمان کے مطابق حبیبہ بنت خارجہ کے پیٹ سے لڑکی (اُم کلثوم) ہی پیدا ہوئی۔

(موطا امام محمد باب النحلی ص ۳۴۸)

اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس بات کا علم تھا کہ میں اسی مرض میں انتقال کر جاؤں گا اسی لئے آپ نے فرمایا کہ آج میرا مال میرے وارثوں کا ہو چکا ہے اور آپ یہ بات یقین کے ساتھ جانتے تھے کہ اُن کی حبیبہ کے پیٹ میں لڑکا نہیں ہے۔ لڑکی ہے اور ان دونوں باتوں کا جاننا یقیناً علم غیب ہے۔ جن کو بیان فرما کر انہوں نے اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے علاوہ دوسرے خاص بندوں کو بھی غیب کا علم ہوتا ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عمر فاروقِ اعظم کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ وصال اقدس ۲۳ھ)

علامہ ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں حضرت عمر بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ کا خطبہ فرما رہے تھے یکا یک آپ نے درمیان میں خطبہ چھوڑ کر تین بار یہ فرمایا یَا سَارِیَۃُ الْجَبَلُ ۔ یَا سَارِیَۃُ الْجَبَلُ ۔ یَا سَارِیَۃُ الْجَبَلُ یعنی اے ساریہ! پہاڑ کی طرف جاؤ۔ اے ساریہ! پہاڑ کی طرف جاؤ۔ اے ساریہ! پہاڑ کی طرف جاؤ۔ اس طرح حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پکار کر پہاڑ کی طرف جانے کا حکم دیا اور اس کے بعد پھر خطبہ شروع فرمایا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعد نماز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ

عنہ سے دریافت کیا کہ آپ تو خطبہ فرما رہے تھے پھر یکایک بلند آواز سے کہنے لگے۔ یَا سَارِیَۃَ الْجَبَلْ تو یہ کیا معاملہ تھا؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا قسم ہے خدائے ذوالجلال کی میں ایسا کہنے پر مجبور ہو گیا تھا۔

رَأَیْتُھُمْ یُقَاتِلُوْنَ عِنْدَ جَبَلٍ یُؤْتَوْنَ مِنْ بَیْنِ اَیْدِیْھِمْ وَمِنْ خَلْفِھِمْ فَلَمْ اَمْلِكْ اَنْ قُلْتُ یَا سَارِیَۃَ الْجَبَلْ

میں نے مسلمانوں کو دیکھا کہ وہ پہاڑ کے پاس لڑ رہے ہیں اور کفار ان کو آگے اور پیچھے سے گھیرے ہوئے ہیں یہ دیکھ کر مجھ سے ضبط نہ ہو سکا اور میں نے کہہ دیا اے ساریہ پہاڑ کی طرف جاؤ۔

اس واقعہ کے کچھ روز بعد حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاصد ایک خط لے کر آیا جس میں لکھا تھا کہ ہم لوگ جمعہ کے دن کفار سے لڑ رہے تھے اور قریب تھا کہ ہم شکست کھا جاتے کہ عین جمعہ کی نماز کے وقت ہم نے کسی کی آواز سنی۔ یا ساریۃ الجبل اے ساریہ پہاڑ کی طرف ہٹ جاؤ۔ اس آواز کو سن کر ہم پہاڑ کی طرف چلے گئے تو اللہ تعالیٰ نے کافروں کو شکست دی ہم نے انہیں قتل کر ڈالا۔ اس طرح ہم کو فتح حاصل ہوئی۔
(تاریخ الخلفاء ص ۸۶ اور مشکوٰۃ شریف ص ۵۴۶ پر بھی واقعہ اختصار کے ساتھ ہے)

اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ملک روم میں ایک لشکر بھیجا۔ اس کے بعد ایک دن اچانک مدینہ طیبہ میں بلند آواز سے دو مرتبہ فرمایا یَا لَبَّیْکَاہُ یَا لَبَّیْکَاہُ! (یعنی اے شخص میں تیری پکار پر حاضر ہوں) کچھ دنوں بعد وہ لشکر مدینہ طیبہ واپس آیا۔ آپ نے اس لشکر کے سپہ سالار سے فرمایا کہ جس سپاہی کو تم نے زبردستی دریا میں اتارا تھا اور اس نے یَا عُمَرَاہُ یَا عُمَرَاہُ! پکارا تھا اس کا کیا واقعہ تھا؟ ——— سپہ سالار نے عرض کیا کہ مجھے اپنی فوج کو دریا کے پار اتارنا تھا۔ اس لئے میں نے اُس کو پانی کی گہرائی کا اندازہ کرنے کے لئے دریا میں اترنے کا حکم دیا تھا مگر موسم بہت سرد تھا اور زوردار ہوا چل رہی تھی۔ اِس لئے اُس کو سردی لگ گئی اور اُس نے دو مرتبہ بلند آواز سے یَا عُمَرَاہُ۔ یَا عُمَرَاہُ کہا اور انتقال کر گیا۔ خدا گواہ ہے کہ میں نے ہرگز اُس کو

ہلاک کرنے کی نیت سے دریا میں اُترنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ آپ نے فرمایا ایسے موسم میں اس سپاہی کو دریا کی گہرائی میں اتارنا قتل خطا کے حکم میں ہے۔ لہٰذا اپنے مال سے تم اُس کے وارثوں کو اُس کا خون بہا ادا کرو۔ (ازالۃ الخفاص ۱۷۲)

اِن واقعات سے معلوم ہوا کہ نہاوند جو ملک ایران میں ہے وہاں پر لڑائی کرنے والے مجاہدین اسلام کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ منورہ سے دیکھا اور ملک روم میں سپاہی کو زبردستی دریا میں اُتارے جانے کو وہیں سے ملاحظہ فرمایا۔ اور یہ علم غیب ہے جسے آپ نے لوگوں پر ظاہر فرما کر ثابت کر دیا کہ اللہ کے صالح بندوں کے لئے علم غیب کا عقیدہ حق ہے اسے شرک و کفر سمجھنا گمراہی و بد مذہبی ہے۔

حضرت عثمانِ غنی کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ وصال اقدس ۳۵ھ)

حضرت امام مالک علیہ الرحمتہ والرضوان نے فرمایا کہ ایک دن حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ کے قبرستان جنت البقیع کے اُس حصہ میں تشریف لے گئے جس کو ''حش کوکب'' کہا جاتا ہے آپ نے وہاں کھڑے ہو کر ایک جگہ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ''عنقریب یہاں ایک مرد صالح دفن کیا جائے گا۔''

اس واقعہ کے کچھ ہی روز بعد آپ کی شہادت ہوگئی۔ بلوائیوں نے اس قدر ہنگامہ کیا کہ آپ کا جنازۂ مبارکہ نہ تو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کے قریب میں دفن کیا جا سکا اور نہ جنت البقیع کے اس حصہ میں کہ جہاں بڑے بڑے صحابۂ کرام مدفون تھے بلکہ سب سے دور الگ تھلگ ''حش کوکب'' میں جس جگہ کی جانب آپ نے اشارہ فرمایا تھا وہیں دفن کیا گیا۔ (ازالۃ الخفاص ۲۲۷)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنی ظاہری زندگی میں یہ فرمانا کہ ''یہاں ایک مرد صالح یعنی میں دفن کیا جاؤں گا'' اپنے علم غیب کا ظاہر کرنا ہے جس سے ثابت ہوا کہ اُن کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ اللہ کے نیک بندوں کو غیب کا علم ہوتا ہے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا عقیدہ

(وصال اقدس ۴۰ھ)

حضرت علامہ جامی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ کوفہ میں ایک روز حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فجر کی نماز کے بعد ایک شخص سے فرمایا کہ فلاں مقام پر مسجد کے پہلو میں ایک مکان ہے۔ اُس میں ایک مرد اور ایک عورت تمہیں لڑتے ہوئے ملیں گے۔ جاؤ انہیں ہمارے پاس لے آؤ۔ وہ شخص وہاں پہنچا تو دیکھا واقعی وہ دونوں آپس میں جھگڑا کر رہے ہیں۔ وہ اُن دونوں کو ساتھ لے آیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آج رات تم دونوں میں بہت لڑائی ہوئی۔ نوجوان نے کہا اے امیر المومنین! میں نے اس عورت سے نکاح کیا مگر جب میں اس کے پاس آیا تو اس کی صورت سے مجھے سخت نفرت ہو گئی۔ اگر میرا بس چلتا تو اس عورت کو میں اُسی وقت اپنے پاس سے دور کر دیتا۔ اس نے مجھ سے جھگڑنا شروع کر دیا اور صبح تک لڑائی ہوتی رہی یہاں تک کہ آپ کا بھیجا ہوا آدمی ہمیں بلانے کے لئے پہنچا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضرین کو جانے کا اشارہ فرمایا وہ چلے گئے اس کے بعد آپ نے اُس عورت سے پوچھا تو اس جوان کو پہچانتی ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ صرف اتنا جانتی ہوں کہ کل سے یہ میرا شوہر ہے۔ آپ نے فرمایا اب تو اچھی طرح جان لے گی مگر سچ سچ کہنا جھوٹ ہرگز نہیں بولنا۔ اُس نے کہا میں وعدہ کرتی ہوں جھوٹ قطعی نہیں بولوں گی۔ آپ نے فرمایا تم فلاں کی بیٹی ہو؟ اس نے کہا ہاں۔ حضور! میں وہی ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا تمہارا چچا زاد بھائی تھا جو تم پر عاشق تھا اور تو بھی اس سے بہت محبت کرتی تھی اس نے اس بات کا بھی اقرار کیا۔ پھر آپ نے فرمایا تو ایک دن کسی ضرورت سے رات کے وقت گھر سے باہر نکلی تو اُس نے تجھے پکڑ کر تجھ سے زنا کیا اور تو حاملہ ہو گئی۔ اس بات کو تو نے اپنے باپ سے چھپا رکھا۔ اس نے کہا بے شک ایسا ہی ہوا تھا۔

آپ نے فرمایا تیری ماں سارا واقعہ جانتی تھی۔ جب بچہ پیدا ہونے کا وقت آیا تو رات تھی۔ تیری ماں تجھے گھر سے باہر لے گئی۔ لڑکا پیدا ہوا تو نے اُسے ایک کپڑے میں لپیٹ کر دیوار کے پیچھے ڈال دیا اتفاق سے وہاں ایک کتا پہنچ گیا جس نے اسے سونگھا تو نے اُس کتے کو ایک پتھر مارا جو بچہ کے سر پر لگا جس سے وہ زخمی ہوگیا۔ تیری ماں نے اپنے اِزار بند سے کچھ کپڑے پھاڑ کر اس کے سر کو باندھ دیا پھر تم دونوں واپس چلی آئیں۔ اور پھر تمہیں اس لڑکے کا کوئی پتہ نہ چلا۔ اس عورت نے جواب دیا ہاں حضور ایسا ہی ہوا تھا۔ مگر اے امیر المومنین! اس واقعہ کو میرے اور میری ماں کے علاوہ کوئی تیسرا نہیں جانتا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب صبح ہوئی تو فلاں قبیلہ اس لڑکے کو اٹھا کر لے گیا اور اس کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ جوان ہوگیا کوفہ شہر میں آیا اور اب تجھ سے شادی کر لی۔ پھر آپ نے اُس نوجوان سے فرمایا اپنا سر کھولو۔ اُس نے اپنا سر کھولا تو زخم کا اثر ظاہر تھا۔ آپ نے فرمایا یہ تمہارا لڑکا ہے خدائے عزوجل نے اسے حرام چیز سے محفوظ رکھا۔ فرمایا لے اسے اپنے ساتھ لے جا۔ تو اس کی بیوی نہیں ماں ہے اور یہ تیرا شوہر نہیں بلکہ بیٹا ہے۔ (شواہد النبوۃ ص ۲۹۴)

اور حضرت علامہ جامی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقام ینبع میں سخت بیمار ہو گئے۔ لوگوں نے عرض کیا حضور! آپ یہاں کیوں ٹھہرے ہوئے ہیں؟ اگر یہاں آپ کی وفات ہوگئی تو تجہیز و تکفین کون کرے گا؟ بہتر ہے کہ آپ مدینہ طیبہ چلیں تاکہ آپ کے عزیز و اقارب کفن و دفن کا انتظام کریں اور انصار و مہاجرین وغیرہ صحابۂ کرام آپ کی نماز جنازہ پڑھیں ---- حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں ابھی نہیں انتقال کروں گا اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ہے کہ تم اُس وقت تک نہیں مرو گے جب تک کہ

امیرالمومنین نہیں ہو جاؤ گے اور تاوقتیکہ تلوار مار کر تمہاری پیشانی اور داڑھی خون سے رنگین نہ کر دی جائے۔ (شواہد النبوۃ ص ۲۴۷)

مذکورہ عورت کے سارے پوشیدہ حالات حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے بتا دیے جس سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ اپنے بارے میں ان کا یہ عقیدہ تھا کہ میں غیب جانتا ہوں — اور دوسرے واقعہ سے یہ معلوم ہوا کہ اُن کا اعتقاد تھا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب ہے انہوں نے میری موت کے متعلق جو فرمایا ہے وہی ہو کر رہے گا اِس میں کچھ فرق نہیں ہوسکتا۔

مفسرین کا عقیدہ

حضرت امام فخر الدین رازی علیہ الرحمتہ والرضوان (المتوفی ۶۰۶ھ) پ ۱۵ ع ۱۳ کی آیت کریمہ اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ الخ کے تحت تفسیر کبیر میں تحریر فرماتے ہیں۔

اَلْعَبْدُ اِذَا وَاظَبَ عَلَى الطَّاعَاتِ بَلَغَ الْمَقَامَ الَّذِىْ يَقُوْلُ اللّٰهُ كُنْتُ لَهٗ سَمْعاً وَّبَصَراً فَاِذَا صَارَ نُوْرُ جَلَالِ اللّٰهِ سَمْعًا لَهٗ فَسَمِعَ الْقَرِيْبَ وَالْبَعِيْدَ وَاِذَا صَارَ ذٰلِكَ النُّوْرُ بَصَرًا لَهٗ رَاَى الْقَرِيْبَ وَالْبَعِيْدَ وَاِذَا صَارَ ذٰلِكَ النُّوْرُ يَدًا لَهٗ قَدَرَ عَلَى التَّصَرُّفِ فِى السَّهْلِ وَالصَّعْبِ وَالْقَرِيْبِ وَالْبَعِيْدِ

جب کوئی بندہ نیکیوں پر ہیشگی اختیار کرتا ہے تو اس مقام تک پہنچ جاتا ہے کہ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے کنت لہ سمعاً وبصراً فرمایا ہے[1] تو جب اللہ کے جلال کا نور اس کی سمع ہو جاتا ہے تو وہ دور و نزدیک کی آواز کو سن لیتا ہے۔ اور جب یہی نور اس کی بصر ہو جاتا ہے تو وہ دور و نزدیک کی چیزوں کو دیکھ لیتا ہے۔ اور جب یہی نور جلال اس کا ہاتھ ہو جاتا ہے تو وہ بندہ آسان و مشکل اور دور ہو جاتا ہے۔

---

[1] بخاری شریف ج ۲ ص ۹۶۳ کی مشہور حدیث قدسی اذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ الخ کی جانب اشارہ ہے

اور حضرت علامہ قاضی ناصر الدین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ المتوفی (۶۸۵ھ) پ۴ ع۹ کی آیت مبارکہ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ الخ کے تحت تفسیر بیضاوی میں تحریر فرماتے ہیں۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُؤْتِيَ اَحَدَكُمْ عِلْمَ الْغَيْبِ فَيَطَّلِعُ عَلٰى مَا فِي الْقُلُوْبِ مِنْ كُفْرٍ وَّاِيْمَانٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِي لِرِسَالَتِهٖ مَنْ يَّشَاءُ فَيُوحِي اللّٰهُ وَيُخْبِرُهٗ بِبَعْضِ الْمَغِيبَاتِ ۔

اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ اے عام لوگو! تم میں سے کسی کو علم غیب عطا فرما دے اور دلوں کے کفر و ایمان پر مطلع کر دے۔ ہاں اس منصب اور اپنی پیغامبری کے لئے اللہ جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے تو اس کی طرف وحی فرماتا ہے اور بعض غیبوں کی اس کو خبر دے دیتا ہے۔

اور حضرت علامہ اسماعیل حقی رحمتہ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۳۷ھ) پ۲۱ ع۱۳ کی آیت کریمہ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ الخ کے تحت تفسیر روح البیان میں تحریر فرماتے ہیں۔

وَمَا رُوِیَ عَنِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْاَوْلِيَاءِ مِنَ الْاَخْبَارِ عَنِ الْغُيُوْبِ فَبِتَعْلِيْمِ اللّٰهِ تَعَالٰى اِمَّا بِطَرِيْقِ الْوَحْيِ اَوْ بِطَرِيْقِ الْاِلْهَامِ اَوِ الْكَشْفِ - وَكَذَا اَخْبَرَ بَعْضُ الْاَوْلِيَاءِ عَنْ نُزُوْلِ الْمَطَرِ وَاَخْبَرَ عَمَّا فِي الرِّحْمِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى فَوَقَعَ كَمَا اَخْبَرَ ۔

اور جو انبیاء و اولیاء سے غیب کی خبریں روایت کی گئی ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے ہے۔ یا بطریق وحی یا الہام یا کشف کے طریق سے۔ اور اسی طرح بعض اولیاء نے بارش ہونے کی خبر دی اور بعض نے رحم کے بچہ لڑکے یا لڑکی کی خبر دی تو وہی ہوا جو انہوں نے کہا تھا۔

اور اس کے بعد پھر تحریر فرماتے ہیں۔

مَرِضَ اَبُو الْعَزْمِ الْاَصْفَهَانِيُّ فِيْ شِيْرَازَ فَقَالَ اِنْ مُتُّ فِيْ شِيْرَازَ فَلَا

حضرت ابو العزم اصفہانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ شیراز میں بیمار ہو گئے تو انہوں نے فرمایا

تَدْفِنُوْنِیْ اِلَّا فِیْ مَقَابِرِ الْیَهُوْدِ فَاِنِّیْ سَاَلْتُ اللّٰهَ اَنْ اَمُوْتَ فِیْ طَرْطُوْسَ فَبَرِئَ وَمَضٰی اِلٰی طَرْطُوْسَ وَمَاتَ فِیْهَا یَعْنِیْ اَخْبَرَ اَنَّهٗ لَایَمُوْتُ فِیْ شِیْرَازَ فَکَانَ کَذَالِكَ ۔

اگر میں شیراز میں انتقال کر جاؤں تو مجھے یہودیوں ہی کے قبرستان میں دفن کرنا۔ اس لئے کہ میں نے خدائے تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ میں طرطوس میں انتقال کروں۔ پھر وہ اچھے ہوکر طرطوس گئے۔ اور وہیں وصال ہوا۔ یعنی انہوں نے بتایا تھا کہ وہ شیراز میں نہیں انتقال کریں گے تو وہی ہوا۔

اور علامہ علاء الدین خازن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۷۲۵ھ) پ۲۷ سورۂ الرحمٰن کی آیت مبارکہ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ کے تحت تفسیر خازن میں تحریر فرماتے ہیں۔

قِیْلَ اَرَادَ بِالْاِنْسَانِ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ یَعْنِیْ بَیَانَ مَا یَکُوْنُ وَمَا کَانَ لِاَنَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُنْبِئُ عَنْ خَبْرِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ وَعَنْ یَوْمِ الدِّیْنِ ۔

کہا گیا انسان سے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مراد لیا ہے اور بیان سے مراد جو کچھ ہوگا اور جو کچھ ہو چکا سب اللہ تعالیٰ نے اُن کو سکھا دیا۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اولین و آخرین اور قیامت کے دن کی خبر دے دی گئی۔

اور علامہ ابو محمد بغوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۵۱۶ھ) اسی آیت کریمہ کے تحت تفسیر معالم التنزیل میں تحریر فرماتے ہیں۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ یَعْنِیْ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ یَعْنِیْ بَیَانَ مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ ۔

اللہ نے انسان یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا اور ان کو بیان یعنی جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہوگا سب سکھا دیا۔

اور عارف باللہ شیخ احمد صاوی مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسی آیت مبارکہ کے تحت تفسیر صاوی میں تحریر فرماتے ہیں۔

وَقِيْلَ هُوَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَنَّهُ الْإِنْسَانُ الْكَامِلُ وَالْمُرَادُ بِالْبَيَانِ عِلْمُ مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ وَمَا هُوَ كَائِنٌ ۔	اور کہا گیا ہے کہ وہ انسان کامل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اور بیان سے مراد وہ علم ہے جو ہو چکا اور جو ہو رہا ہے اور جو ہو گا وہ ان کو سکھا دیا۔

اور سورۂ جن کی آیت کریمہ عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ الخ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں۔

اِطِّلَاعُ الْاَنْبِيَاءِ عَلَى الْغَيْبِ اَقْوٰى مِنْ اِطِّلَاعِ الْاَوْلِيَاءِ ۔	انبیائے کرام کو اولیاء کی بہ نسبت غیب پر قوی اطلاع ہوتی ہے۔

(تفسیر صاوی ج ۴ ص ۲۴۴)

اِن تمام تفسیروں کی عبارتوں سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ مفسرین کرام کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ یعنی جو کچھ ہوا اور جو کچھ قیامت تک ہو گا سارے علوم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرما دیا ہے اور دیگر انبیاء و اولیاء بھی غیب پر مطلع ہوتے ہیں۔ البتہ اولیاء کی بہ نسبت انبیائے کرام کو غیب پر قوی اطلاع ہوتی ہے۔

اور تفسیر کبیر کی عبارت سے امام فخر الدین رازی کا یہ بھی عقیدہ ثابت ہوا کہ جب بندہ اللہ و رسول جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہمیشہ اطاعت و فرمانبرداری کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی عظمت و بزرگی کا نور اس کی سمع و بصر بن جاتا ہے جن سے وہ دُور و نزدیک کی ساری باتوں کو اور پورے حالات کو سنتا اور دیکھتا رہتا ہے۔

اور حضرت ابو العزم اصفہانی کے واقعہ سے صاحب تفسیر روح البیان علامہ اسماعیل حقی کا یہ بھی عقیدہ معلوم ہوا کہ اللہ کے محبوب بندوں کو اس بات کا بھی علم ہوتا ہے کہ وہ کہاں مرے گا۔ جو علومِ خمسہ میں سے ہے۔

محدثین کا عقیدہ

(رحمۃ اللہ علیہم اجمعین)

محدثین کرام وہ ہستیاں ہیں، جنہوں نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث کریمہ کو جمع کرنے کے لئے بڑی بڑی مشقتوں کو برداشت کیا اور ان کو پڑھنے پڑھانے اور سمجھنے سمجھانے کے لئے اپنی زندگی کو وقف کیا۔ اب علم غیب کے بارے میں اس مقدس گروہ کا عقیدہ ملاحظہ ہو۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

(المتوفی ۲۵۶ھ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا۔

نَعَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْدًا وَجَعْفَرًا وَّابْنَ رَوَاحَةَ لِلنَّاسِ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ خَبَرُهُمْ فَقَالَ اَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَاُصِيْبَ ثُمَّ اَخَذَ جَعْفَرٌ فَاُصِيْبَ ثُمَّ اَخَذَ ابْنُ رَوَاحَةَ فَاُصِيْبَ وَعَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ حَتّٰى اَخَذَ الرَّايَةَ سَيْفٌ مِّنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ يَعْنِىْ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ حَتّٰى فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت زید، حضرت جعفر اور حضرت ابن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شہادت کی خبر آنے سے پہلے ان لوگوں کے شہید ہو جانے کی اطلاع دیتے ہوئے فرمایا کہ زید نے جھنڈا ہاتھ میں لیا اور شہید کئے گئے پھر جعفر نے جھنڈے کو سنبھالا اور وہ بھی شہید ہوئے پھر ابن رواحہ نے جھنڈے کو لیا اور وہ بھی شہید کئے گئے۔ آپ یہ واقعہ بیان فرما رہے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ پھر آپ نے فرمایا اب جھنڈے کو اس شخص نے لیا جو خدائے تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔ یعنی خالد بن ولید نے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے

مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔ (بخاری شریف ج ۲ ص ۶۱۱)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے انہوں نے فرمایا۔

مَرَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِحَائِطٍ مِّنْ حِیْطَانِ الْمَدِیْنَۃِ اَوْمَکَّۃَ فَسَمِعَ صَوْتَ اِنْسَانَیْنِ یُعَذَّبَانِ فِیْ قُبُوْرِھِمَا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا یُعَذَّبَانِ فِیْ کَبِیْرٍ ثُمَّ قَالَ بَلیٰ کَانَ اَحَدُھُمَا لَایَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِہٖ وَکَانَ الْاٰخَرُ یَمْشِیْ بِالنَّمِیْمَۃِ ۔

(بخاری شریف ج ۱ ص ۳۵)

نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم مدینہ یا مکہ کے باغات میں سے کسی باغ میں تشریف لے گئے تو دو آدمیوں کی آواز سنی جن پر ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا تھا آپ نے فرمایا ان دونوں پر عذاب ہو رہا ہے مگر کسی بڑی بات پر نہیں۔ پھر فرمایا ہاں (خدائے تعالیٰ کے نزدیک بڑی بات ہے) ان میں سے ایک تو اپنے پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کھایا کرتا تھا۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِذَا ھَلَکَ کِسْرٰی فَلَا کِسْرٰی بَعْدَہٗ وَاِذَا ھَلَکَ قَیْصَرُ فَلَا قَیْصَرَ بَعْدَہٗ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَتُنْفَقَنَّ کُنُوْزَھُمَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ۔

جب کسریٰ ہلاک ہو گا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا۔ اور جب قیصر ہلاک ہو گا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہو گا۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمد کی جان ہے ضرور ضرور ان دونوں کے خزانے اللہ کی راہ میں خرچ کیے جائیں گے۔

(بخاری شریف ج ۱ ص ۵۱۱)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِذَا اَحْبَبْتُهٗ فَكُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِىْ يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِىْ يُبْصِرُبِهٖ وَيَدَهُ الَّتِىْ يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِىْ يَمْشِىْ بِهَا ۔

(بخاری ج ۲ ص ۹۶۳ مشکوۃ ص ۱۹۷)

جب میں بندہ کو اپنا دوست بنا لیتا ہوں تو اس کی سماعت ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی بصارت ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس وہ پکڑتا ہے اور اُس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

جنگ موتہ جو ملک شام میں ہو رہی تھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مدینہ طیبہ میں بیٹھے ہوئے اُس کے سارے حالات کو بتانا' زمین کے اندر دو آدمیوں پر ہونے والے عذاب کو اوپر سے ملاحظہ فرمانا اور پھر یہ بھی بتانا کہ ان پر عذاب کیوں ہو رہا ہے' قیصر و کسریٰ کی حکومت ختم ہونے کی خبر دینا اور خدائے ذوالجلال کی قسم کے ساتھ فرمانا کہ ان کے خزانے اللہ کے راستہ میں خرچ کئے جائیں گے ـــــ یہ سب غیب کی باتیں ہیں جن کو امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کتاب بخاری شریف میں لکھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ امام بخاری کا یہ عقیدہ تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب ہے۔ ورنہ اس طرح کی حدیثوں کو وہ اپنی کتاب بخاری میں ہرگز نہ لکھتے۔

حضرت امام مسلم کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ والرضوان۔ التوفی ۲۶۱ھ)

حضرت ابو زید یعنی عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا۔

صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفَجْرَ وَصَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰى حَضَرَتِ الظُّهْرُ فَنَزَلَ

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی اور منبر پر رونق افروز ہو کر ہمارے سامنے تقریر فرمائی یہاں تک کہ

فَصَلّٰی ثُمَّ صَعِدَ الْمِنبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰی حَضَرَتِ الْعَصْرُ ثُمَّ نَزَلَ فَصَلّٰی ثُمَّ صَعِدَ الْمِنبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰی غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَاَخْبَرَنَا بِمَا کَانَ وَبِمَا هُوَ کَائِنٌ فَاَعْلَمُنَا اَحْفَظُنَا ۔

ظہر کی نماز کا وقت آ گیا پھر منبر سے تشریف لا کر نماز پڑھائی۔ اس کے بعد پھر منبر پر تشریف لے گئے اور تقریر فرمائی یہاں تک کہ عصر کی نماز کا وقت آ گیا پھر منبر سے اتر کر نماز پڑھائی اس کے بعد منبر پر تشریف لے گئے اور تقریر فرمائی یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا۔ تو اس تقریر میں جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہونے والا ہے سارے واقعات کی حضور نے ہمیں خبر دے دی۔ تو ہم میں سب سے زیادہ جاننے والا وہ شخص ہے جسے حضور کی بتائی ہوئی خبریں زیادہ یاد ہیں۔ (مسلم شریف ج ۲ ص ۳۹۰)

اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَا یُرِیْنَا مَصَارِعَ اَهْلِ بَدْرٍ بِالْاَمْسِ وَیَقُوْلُ هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَداً اِنْ شَآءَ اللّٰهُ وَهٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ قَالَ عُمَرُ وَالَّذِیْ بَعَثَهٗ بِالْحَقِّ مَا اَخْطَاؤُا حُدُوْدَ الَّتِیْ حَدَّهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنگ بدر سے ایک روز پہلے ہم لوگوں کو وہ تمام مقامات دکھا دیئے تھے جہاں بدر کی لڑائی میں شریک ہونے والے مشرکین قتل ہوئے۔ آپ نے فرمایا کل ان شاء اللہ تعالیٰ یہاں فلاں مشرک گر کر مرے گا اور کل ان شاء اللہ تعالیٰ یہاں فلاں شخص ڈھیر ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا قسم ہے اُس ذات کی جس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ جو مقامات حضور نے بتا دیئے تھے اُن سے ذرا بھی تجاوز نہیں ہوا۔ یعنی وہ کافر اسی جگہ مارے گئے جو جگہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بتا دی تھی۔ (مسلم ج ۲ ص ۱۰۲)

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ قَدْ رَفَعَ لِی الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْھَا وَاِلیٰ مَا ھُوَ کَائِنٌ فِیْھَا اِلیٰ یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلیٰ کَفِّیْ ھٰذِہٖ۔

اللہ نے میرے لئے دنیا کے پردے اٹھا دیئے ہیں تو میں دنیا کو اور جو کچھ بھی اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسے دیکھتا ہوں جیسے کہ اپنی اس ہتھیلی کو (زرقانی علی المواہب ج ۷ ص ۲۳۴)

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا برسات کی اندھیری رات میں حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر جو شیطان تھا اس کو اپنے یہاں سے دیکھنا۔ اور یہ ارشاد فرمانا کہ میں قیامت تک ہونے والے واقعات کو اپنی ہتھیلی کی طرح دیکھتا ہوں سب غیب کی باتیں ہیں ---- معلوم ہوا کہ حضرت علامہ زرقانی علیہ الرحمتہ والرضوان کا بھی یہی اعتقاد ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب ہے۔ اسی لئے ایک دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہیں۔

قَدْ تَوَارَتِ الْاَخْبَارُ وَاتَّفَقَتْ مَعَانِیْھَا عَلیٰ اِطِّلَاعِہٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی الْغَیْبِ۔

بلا شبہہ متواتر حدیثیں اور ان کے معانی اس بات پر متفق ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب پر مطلع ہیں۔

(زرقانی علی المواہب ج ۷ ص ۱۹۸)

حضرت ملا علی قاری کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ والرضوان۔ متوفی ۱۰۱۴ھ)

حضرت امام دارمی کے بیانِ عقیدہ میں پہلی حدیث جو لکھی گئی ہے اس کے تحت حضرت ملا علی قاری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

قَالَ ابْنُ حَجَرٍ اَیْ جَمِیْعَ الْکَائِنَاتِ

حضرت علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ یعنی حضور

اَلَّتِیْ فِی السَّمٰوٰاتِ بَلْ وَمَا فَوْقَهَا وَالْاَرْضِ هِیَ بِمَعْنَی الْجِنْسِ اَیْ جَمِیْعَ مَا فِی الْاَرْضِیْنَ السَّبْعِ بَلْ وَمَا تَحْتَهَا۔

علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آسمانوں بلکہ ان سے بھی اوپر کی تمام کائنات کو جان لیا اور ارض بمعنی جنس ہے یعنی وہ تمام چیزیں جو ساتوں زمینوں بلکہ ان سے بھی نیچے ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم ہو گئیں۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج۱ص۳۶۳)

اور تحریر فرماتے ہیں۔

عِلْمُهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ مُحِیْطٌ بِالْکُلِّیَّاتِ وَالْجُزْئِیَّاتِ مِنَ الْکَائِنَاتِ وَغَیْرِهَا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم کلی اور جزئی تمام واقعات کو گھیرے ہوئے ہے۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج۵ص۱۶۲)

اور حضرت ملا علی قاری تحریر فرماتے ہیں۔

اَلنُّفُوْسُ الزَّکِیَّةُ الْقُدْسِیَّةُ اِذَا تَجَرَّدَتْ عَنِ الْعَلَائِقِ الْبَدَنِیَّةِ عَرَجَتْ وَاتَّصَلَتْ بِالْمَلَاءِ الْاَعْلٰی وَلَمْ یَبْقَ لَهَا حِجَابٌ فَتَرَی الْکُلَّ کَالْمُشَاهَدِ بِنَفْسِهَا اَوْ بِاِخْبَارِ الْمَلَكِ لَهَا۔

پاک و صاف نفس والے جب کہ بدنی علاقوں سے خالی ہو جاتے ہیں تو ترقی کر کے بزم بالا سے مل جاتے ہیں اور ان کے لئے کوئی پردہ باقی نہیں رہ جاتا۔ تو وہ تمام چیزوں کو مثل حاضر کے خود دیکھتے ہیں یا فرشتہ کے الہام سے (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج۲ص۷)

اور تحریر فرماتے ہیں:

اِذَا تَنَوَّرَ الرُّوْحُ الْقُدْسِیَّةَ وَازْدَادَ نُوْرِیَّتُهَا وَاَشْرَقُهَا بِالْاِعْرَاضِ عَنْ ظُلْمَةِ عَالَمِ الْحِسِّ وَتَخْلِیَةِ الْقَلْبِ عَنْ صَدْءِ الطَّبِیْعَةِ وَالْمُوَاظَبَةِ عَلَی الْعِلْمِ وَالْعَمَلِ وَ فَیْضَانِ الْاَنْوَارِ

جب روح قدسیہ منور ہو جاتی ہے اور عالم حس کی ظلمت سے اعراض کرنے، آئینہ دل کو طبیعت کے زنگ سے صاف کرنے، علم وعمل پر مواظبت کرنے اور فیضان انوار الٰہیہ کی وجہ سے یہ نور اور زیادہ قوی ہو کر

اِلَالٰهِيَّةِ حَتّٰى يَقْوىٰ النُّوْرُ وَيَنْبَسِطَ	فضائے قلب پر چھا جاتا ہے تو دل میں لوح
فَضَاءُ قَلْبِهٖ فَتَنْعَكِسُ فِيْهِ النُّقُوْشُ	محفوظ کے نقوش مرتسم ہو جاتے ہیں اور وہ
الْمُرْتَسِمَةُ فِيْ اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ	غیب کی باتوں پر مطلع ہو جاتا ہے اور عالم
وَيَطَّلِعُ عَلَى الْمَغِيْبَاتِ وَيَتَصَرَّفُ	سفلی کے اجسام میں تصرف کرتا ہے بلکہ اس
فِيْ اَجْسَامِ الْعَالَمِ السِّفْلِيِّ بَلْ	کے دل پر خدائے تعالیٰ کی تجلیات وارد
يَتَجَلّٰى حِيْنَئِذٍ الْغَيَّاضُ الْاَقْدَسُ	ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اس معرفت کے
بِمَعْرِفَةِ الَّتِيْ هِيَ الشَّرْفُ الْعَطَايَا	سبب جو اشرف العطایا ہے تو اس سے اور
فَكَيْفَ بِغَيْرِهَا-	کوئی چیز کیسے پوشیدہ رہ سکتی ہے۔

(مرقاۃ مشکوۃ ج ۱ ص ۶۲)

ان تحریروں سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب داں ہیں، وہ آسمانوں اور زمینوں کی ساری باتیں جانتے ہیں اور ان کا علم تمام کلیات و جزئیات کو گھیرے ہوئے ہے بلکہ ہر وہ نفوس قدسیہ جن پر انوار الٰہی کا فیضان ہوتا ہے ان لوگوں کے دل میں لوح محفوظ کی باتیں منعکس ہوتی ہیں اور وہ بھی غیب داں ہو جاتے ہیں۔

اور حضرت ملا علی قاری تحریر فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن علی عصرون تمیمی شافعی بیان کرتے ہیں کہ میں تحصیل علم کے لئے بغداد آیا اور مدرسہ نظامیہ میں داخلہ لیا۔ ابن سقا میرا ہم جماعت اور ہم سبق تھا۔ ہم دونوں عبادت کرتے اور اہل اللہ کی زیارت کے لئے نکل جاتے۔ بغداد میں ایک شخص کے متعلق مشہور تھا کہ وہ غوث وقت ہے اور جب چاہتا ہے ظاہر ہوتا ہے اور جب چاہتا ہے غائب ہو جاتا ہے۔ ایک دن میں ابن السقاء اور نو عمری کے زمانہ میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اس غوث کی زیارت کو گئے۔ راستہ میں ابن السقاء نے کہا آج میں ان سے ایک ایسا علمی مسئلہ پوچھوں گا جس کا وہ جواب نہیں دے سکیں گے۔ میں نے کہا میں بھی ایک مسئلہ پوچھوں گا دیکھئے اس کا وہ کیا جواب دیتے

ہیں اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا معاذ اللہ میں تو ان سے کوئی مسئلہ نہیں پوچھوں گا بلکہ مجلس میں بیٹھ کر فیض زیارت اور فیض صحبت ہی حاصل کروں گا۔

جب ہم تینوں ان کے مکان پر پہنچے تو دیکھا کہ وہ اپنی جگہ پر موجود نہیں ہیں۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد ان کو وہاں بیٹھے پایا۔ انہوں نے ابن السقاء کو قہر آلود نگاہوں سے دیکھا اور غصہ سے فرمایا اے ابن السقاء! خدا تیرا بھلا نہ کرے۔ تو مجھ سے وہ مسئلہ پوچھے گا جس کا مجھے جواب نہ آئے۔ کان کھول کر سن! تیرا مسئلہ یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے۔ بیشک میں تجھ میں کفر کی بھڑکتی ہوئی آگ دیکھ رہا ہوں۔ اس کے بعد انہوں نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے عبداللہ! تم مجھ سے مسئلہ پوچھو گے کہ دیکھوں میں کیا جواب دیتا ہوں۔ تمہارا مسئلہ یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے۔ تمہاری بے ادبی کے سبب دنیا تم پر اتنا گوبر کرے گی کہ کان کی لو تک تم اس میں ڈوب جاؤ گے۔ پھر حضرت عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنے قریب بٹھا کر بہت احترام کیا اور فرمایا اے عبدالقادر! تم نے ادب کی وجہ سے اللہ و رسول کو راضی کر لیا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ بغداد میں کرسئ وعظ پر تشریف لے گئے اور فرما رہے ہیں۔ قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ کُلِّ وَلِیِّ اللهِ یعنی میرا یہ پاؤں کل ولی اللہ کی گردن پر۔ اور میں یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ اس وقت کے کل ولی اللہ آپ کی عظمت کا اعتراف کریں گے اور وہ اپنی گردنوں کو جھکا دیں گے۔ وہ غوث یہ فرما کر ہماری نگاہوں سے غائب ہو گئے پھر ہم نے انہیں نہیں دیکھا۔

اس واقعہ کے بعد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں قرب الٰہی کے آثار ظاہر ہونے لگے اور عوام جوق در جوق آپ کے پاس آنے لگے اور میں نے آپ کا اعلان اپنی زندگی میں سنا جب وقت کے سارے ولیوں نے گردنیں جھکا دی تھیں اور ابن السقاء علوم شرعیہ میں ایسا مستغرق ہوا کہ وقت کے اکثر فقیہ اور علماء اس کی قابلیت کا

لوہا ماننے لگے۔ وہ علم مناظرہ میں اس قدر حاوی تھا کہ اپنے مد مقابل کو چپ کر دیتا۔ ساتھ ہی ساتھ وہ فصاحت اور وقار میں مشہور زمانہ ہو گیا۔ عباسی خلیفہ نے اسے خاص اپنے مصاحبوں میں داخل کر لیا اور شہنشاہ روم کی طرف اسے سفیر بنا کر بھیجا جہاں اس نے شاہی دربار میں عیسائیوں کے پادریوں کو ایک مناظرہ میں چپ کر دیا۔ بادشاہ کے دل میں اس کی قدر اور بڑھ گئی ایک دن وہ بادشاہ روم کی جواں سال حسین لڑکی کو دیکھ کر دل دے بیٹھا۔ بادشاہ سے نکاح کی درخواست کی۔ اس نے کہا اگر تم عیسائیت قبول کر لو تو مجھے کوئی عذر نہیں۔ تو ابن السقاء اسلام سے دست بردار ہو کر عیسائی بن گیا۔ اب اسے بغداد کے غوث کا کلام یاد آیا کہ یہ سارا قصہ ان کی بددعا کا نتیجہ ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ اور میں دمشق میں آیا۔ سلطان نورالدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھے محکمہ اوقاف کا سربراہ مقرر کر دیا اور دنیا میری طرف بکثرت آئی۔

(نزہۃ الخاطر الفاتر اردو ص ۸۲)

راستہ میں ہر ایک کی کہی ہوئی بات کو بزرگ کا جان لینا اور ہر ایک کے بارے میں آئندہ کی حالتوں کو واضح طور پر بتانا علم غیب ہے۔ تو حضرت ملا علی قاری نے اس واقعہ کو اپنی کتاب میں لکھ کر ثابت کر دیا کہ اولیاء اللہ کو بھی علم غیب ہوتا ہے ہمارا یہ عقیدہ ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

(متوفی ۱۰۵۲ھ)

مشکوٰۃ شریف ص ۷۰ پر ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ۔ یعنی میں نے ان تمام چیزوں کو جان لیا جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں۔

حضرت شیخ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں۔

ایں عبارت است از حصول تمامۂ علوم جزوی وکلی واحاطۂ آں

(اشعۃ اللمعات ج۱ص۳۳۳)

حضور کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو تمام جزوی وکلی علوم حاصل ہو گئے اور آپ نے ان کا احاطہ کرلیا۔

اور تحریر فرماتے ہیں۔

وے مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم داناست بہمہ چیز از شیونات ذات الٰہی واحکام صفاتِ حق واسماء وافعال وآثار وبجمیع علوم ظاہر و باطن و اول و آخر احاطہ نمودہ ومصداق فَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْم شد۔

پیارے مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تمام چیزوں کے جاننے والے ہیں۔ آپ نے اللہ کی شانوں، اس کی صفتوں کے احکام، اسماء، افعال، آثار اور تمام علوم اول وآخر اور ظاہر و باطن کا احاطہ فرمالیا ہے اور آپ فوق کل ذی علم علیم کے مصداق ہوئے۔

(مدارج النبوۃ ج۱ص۳)

اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ذکر فضائل میں تحریر فرماتے ہیں۔

از زمان آدم تا نفخۂ اولٰی بروے علیہ السلام منکشف ساختند تاہمہ احوال اور از اول و آخر معلوم گردد و یاران خود رانیز از بعضے احوال خبرداد۔

(مدارج النبوۃ ج۱ص۱۴۴)

حضرت آدم علیہ السلام سے صور پھونکنے تک سب حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ظاہر فرما دیا تا کہ اول سے آخر تک تمام احوال آپ کو معلوم ہو جائیں اور حضور نے بعض حالتوں کی خبر اپنے صحابہ کو بھی دی۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ان تحریروں سے اپنا عقیدہ واضح کر دیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایسے غیب داں ہیں کہ انہیں جزوی وکلی تمام علوم حاصل ہیں اور وہ اول وآخر اور ظاہر و باطن کل علوم کا احاطہ فرمائے ہوئے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ والرضوان۔ متوفی ۱۱۷۶ھ)

حضرت شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

فَاضَ عَلَیَّ مِنْ جَنَابِهِ الْمُقَدَّسِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَیْفِیَّۃُ تَرَقِّی الْعَبْدِ مِنْ حَیِّزِہٖ اِلٰی حَیِّزِ الْقُدْسِ فَتَجَلّٰی لَہٗ کُلُّ شَیْئٍ۔

مجھ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس سے فائض ہوا کہ بندہ کیسے اپنی جگہ سے ترقی کرتا ہے کہ ہر چیز اس پر روشن ہو جاتی ہے۔ (فیوض الحرمین ص ۵۹)

اور یہی شاہ صاحب لکھتے ہیں۔

اَلْعَارِفُ یَنْجَذِبُ اِلٰی حَیِّزِ الْحَقِّ فَیَصِیْرُ عِنْدَ اللّٰہِ فَیَتَجَلّٰی لَہٗ کُلُّ شَیْئٍ

عارف مقامِ حق تک کھینچ کر بارگاہِ قرب میں ہوتا ہے تو ہر چیز اس پر روشن ہو جاتی ہے۔ (فیوض الحرمین ص ۶۱)

ان عبارتوں سے ظاہر ہوا کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ تو بہت ارفع و اعلیٰ اور بلند و بالا ہے۔ عام لوگوں میں سے جب کوئی بندہ اپنی جگہ سے ترقی کرکے بارگاہ خداوندی کے قریب ہو جاتا ہے تو اس پر ہر چیز روشن ہو جاتی ہے اور وہ غیب جاننے والا ہو جاتا ہے۔

اس قسم کی بہت سی عبارتیں ان کی تصنیفات میں پائی جاتی ہیں۔ ان کے علاوہ انہوں نے ایسے بے شمار واقعات لکھے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اولیاء کرام غیب داں ہوتے ہیں اور پوشیدہ باتوں کو جانتے ہیں۔ ان میں سے چند واقعات درج ذیل ہیں۔

واقعہ نمبر ۱: آپ لکھتے ہیں کہ میرے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب فرمایا

کرتے تھے کہ ایک دن عصر کے وقت میں مراقبہ[۱] میں تھا کہ غیبت[۲] کی کیفیت طاری ہو گئی۔ میرے لئے اس وقت کو چالیس ہزار برس کے برابر وسیع کر دیا گیا اور اس مدت میں آغاز آفرینش سے روز قیامت تک پیدا ہونے والی مخلوق کے احوال و آثار کو مجھ پر ظاہر کر دیا گیا۔ (انفاس العارفین اُردو ص ۹۵)

واقعہ نمبر۲ : اور شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت والد ماجد ایک دفعہ شیخ عبدالقدوس کے گھر گئے تو انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا کہ حضرت کی خدمت میں شربت گلاب پیش کرو۔ وہاں دو بوتلیں رکھی تھیں۔ لڑکے نے بڑی بوتل چھوڑ دی اور چھوٹی لا کر پیش کی۔ حضرت والد ماجد نے ہنستے ہوئے فرمایا کہ بیٹے! بڑی بوتل کیوں چھوڑ آئے ہو وہ بھی لے آؤ۔ (انفاس العارفین اُردو ص ۱۲۵)

واقعہ نمبر۳ : اور شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ والد ماجد فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ میرے والد ماجد (یعنی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے دادا) کسی دور دراز سفر سے آئے ہوئے تھے اور ارادہ یہ تھا کہ شہر سے باہر ہی باہر کسی دوسرے سفر پر چلے جائیں مجھے طلب فرمایا۔ میں زیارت کے لئے چل پڑا۔ راستے میں میرا گزر ایک بارونق باغ سے ہوا۔ میں اس میں سیر وتفریح کرنے لگا۔ اس میں ایک درخت تھا جس کی شاخیں زمین سے لگی ہوئی تھیں۔ ان شاخوں کی گچھا میں ایک مغلائی صورت کا مجذوب بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی آواز دی کہ دوست ادھر آؤ۔ کچھ دیر ہمارے ساتھ بھی بیٹھو۔ میں جا کر بیٹھ گیا۔ اس نے اپنے سلوک ومجاہدات کی باتیں شروع کر دیں۔ ان باتوں میں سے ایک یہ بھی بتائی کہ میں آغاز سلوک میں ایک پہر بلکہ اس سے بھی زیادہ حبس دم کرتا تھا۔ یہ مجذوب بظاہر مولانا قاضی قدس سرہ کے سلسلے سے نسبت رکھتا تھا۔ اسی اثناء میں کہنے لگا کہ تمہارے ساتھ فلاں کھانا ہے اس میں سے تھوڑا میرے لئے منگواؤ۔ میں نے

---

[۱] خدائے تعالٰی کے قرب میں دل کے علم کو مراقبہ کہتے ہیں۔ ۱۲

[۲] اپنے نفس وخلق سے غائب اور حق تعالٰی کے حضور میں حاضر رہنے کو غیبت کہتے ہیں۔ ۱۲

منگوا دیا تو انہوں نے کھایا۔ پھر کہنے لگے تمہاری جیب میں اس قدر پیسے ہیں۔ مجھے ان میں سے ایک سکے کی ضرورت ہے تا کہ حجام کو دے کر سر اور داڑھی کی اصلاح کرا سکوں۔ میں نے پیسے ان کے سامنے رکھ دیئے اور چل پڑا۔ (انفاس العارفین اردو ص۸۴)

واقعہ نمبر۴: اور تحریر فرماتے ہیں کہ حرمین شریفین میں ایک ایسا شخص مقیم تھا جسے حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کلاہ مبارک تبرکاً سلسلہ وار اپنے آباؤ اجداد سے ملی ہوئی تھی۔ جس کی برکت سے وہ شخص حرمین شریفین کے علاقے میں عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور شہرت کی بلندیوں پر فائز تھا۔ ایک رات حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو (کشف میں) اپنے سامنے موجود پایا جو فرما رہے تھے کہ یہ کلاہ ابوالقاسم اکبر آبادی کو دے دو۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان سن کر اس شخص کے دل میں آیا کہ اس بزرگ کی تخصیص یقیناً کوئی سبب رکھتی ہے چنانچہ امتحان کی نیت سے کلاہ مبارک کے ساتھ ایک قیمتی جبہ بھی شامل کر لیا اور پوچھ گچھ کرتے حضرت خلیفہ ابوالقاسم کی خدمت میں جا پہنچا اور ان سے کہا یہ دونوں تبرک حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہیں اور انہوں نے مجھے خواب میں حکم دیا ہے کہ یہ تبرکات ابوالقاسم اکبر آبادی کو دے دو۔ یہ کہہ کر تبرکات ان کے سامنے رکھ دیئے خلیفہ ابوالقاسم نے تبرکات قبول فرما کر انتہائی مسرت کا اظہار کیا۔ اس شخص نے کہا یہ تبرک بہت بڑے بزرگ کی طرف سے عطا ہوئے ہیں۔ لہٰذا اس کے شکریے میں ایک بڑی دعوت کا انتظام کر کے رؤسائے شہر کو مدعو کیجئے۔ حضرت خلیفہ نے فرمایا کل تشریف لانا۔ ہم کافی مقدار میں سارا کھانا تیار کرائیں گے آپ جس جس کو چاہیں بلا لیجئے۔

دوسرے روز علی الصباح وہ درویش رؤسائے شہر کے ساتھ آیا۔ دعوت تناول کی اور فاتحہ پڑھی۔ فراغت کے بعد لوگوں نے پوچھا کہ آپ تو متوکل ہیں ظاہری سامان کچھ بھی نہیں رکھتے۔ اس قدر کھانا کہاں سے مہیا فرمایا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ اس قیمتی جبے کو بیچ کر ضروری چیزیں خریدی ہیں یہ سن کر وہ شخص چیخ اٹھا کہ میں نے اس فقیر کو اہل اللہ

سمجھا تھا مگر یہ تو مکار ثابت ہوا ایسے تبرکات کی اس نے قدر نہیں کی۔ آپ نے فرمایا چپ رہو۔ جو چیز تبرک تھی وہ میں نے محفوظ کر لی ہے اور جو سامان امتحان تھا ہم نے اسے بیچ کر دعوت شکرانہ کا انتظام کرڈالا۔ یہ سن کر وہ شخص متنبہ ہو گیا اور اس نے تمام اہل مجلس پر ساری حقیقت حال کھول دی۔ جس پر سب نے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ تبرک اپنے مستحق تک پہنچ گیا۔ (انفاس العارفین اردو ص ۷۸)

واقعہ نمبر ۵ : اور حضرت شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ محمد فاضل کی دختر شریفہ خاتون کم سنی کے باوجود حضرت والا (یعنی حضرت شاہ عبدالرحیم) کی نورانیت کا عکس قبول کر چکی تھی —— ایک رات حضرت والا محمد فاضل کے گھر جا رہے تھے کہ راستے میں آپ کے ہاتھ سے تسبیح گر گئی۔ شریفہ نے کہا میں دیکھ رہی ہوں کہ تسبیح فلاں جگہ گری ہوئی ہے۔ چراغ لے جا کر دیکھا تو تسبیح وہیں پڑی تھی۔

واقعہ نمبر ۶ : اور ایک دن شریفہ اپنے گھر میں کہنے لگی کہ حضرت والا ہمارے گھر تشریف لا رہے ہیں اور فلاں کھانا کی خواہش رکھتے ہیں چنانچہ وہ کھانا تیار کیا گیا اور حضرت والا سے دریافت کیا گیا تو آپ نے شریفہ کی باتوں کی تصدیق فرمائی۔

(انفاس العارفین اُردو ص ۱۴۷)

واقعہ نمبر ۷ : اور ایک دن شریفہ اپنے گھر میں تھی حضرت والا بھی وہیں تھے کہنے لگی فتح محمد ہمارے گھر کا ارادہ کر رہا ہے۔ پھر کہا اب راستہ میں کھڑا کسی سے بات کر رہا ہے وہ خود دھوپ میں ہے اور دوسرا آدمی سائے میں کھڑا ہے۔ پھر کہنے لگی اب اس نے تین نارنگیاں خریدی ہیں۔ دو اپنے دو بیٹوں کے لئے اور ایک حضرت والا کے لئے۔ پھر کہا اب اس کی نیت بدل گئی ہے۔ دو حضرت والا کے لئے اور ایک دونوں بیٹوں کے لئے نامزد کر دی ہیں۔ پھر کہنے لگی اب وہ دروازے پر کھڑا ہے فتح محمد کے پہنچنے پر شریفہ کی ساری باتوں کی تصدیق ہو گئی۔ (انفاس العارفین اردو ص ۱۴۸)

حضرت شاہ عبدالرحیم پر ابتدائے آفرینش سے قیامت تک پیدا ہونے والی مخلوق کے احوال کا ظاہر ہونا' شیخ عبدالقدوس کے لڑکے سے ان کا یہ فرمانا کہ بڑی بوتل کیوں چھوڑ آئے۔ ہوٗ مجذوب کا ان سے یہ کہنا کہ تمہارے ساتھ فلاں کھانا ہے اور تمہاری جیب میں اس قدر پیسے ہیں' حضرت ابو القاسم کا سامانِ امتحان کو جان لینا اور شریفہ خاتون کو گھر میں بیٹھے ہوئے باہر کی باتوں کا علم ہونا اور دلوں کے خیالات سے واقف ہونا سب غیب کی باتیں ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان سارے واقعات کو لکھ کر اپنا یہ عقیدہ روز روشن کی طرح ثابت کر دیا کہ انبیاء تو انبیاء ہیں اولیاء اللہ بھی غیب جانتے ہیں۔

واقعہ نمبر ۸ : اور حضرت شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ میرے چچا حضرت شیخ ابوالرضا محمد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک خادم کسی بری عادت میں مبتلا تھا۔ آپ نے اسے اشاروں کنایوں میں کئی بار تنبیہ فرمائی مگر وہ اپنی حرکت سے باز نہیں آیا۔ بالآخر حضرت شیخ نے اسے تنہائی میں بلا کر کہا کہ تجھے بارہا اشاروں کنایوں میں سمجھایا مگر تو نے کوئی پرواہ نہیں کی۔ تو شاید سمجھتا ہے کہ ہم تیرے کرتوتوں سے بے خبر ہیں۔ خدا کی قسم اگر زمین کے نچلے طبقے میں رہنے والی کسی چیونٹی کے دل میں بھی سو خیالات آئیں تو ان میں سے ننانوے خیالات کو میں جانتا ہوں اور اللہ تعالیٰ اس کے سو کے سو خیالات سے باخبر ہے۔ یہ سن کر خادم نے اپنی برائی سے توبہ کی۔ (انفاس العارفین ص ۲۰۵)

واقعہ نمبر ۹ : اور حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ حافظ عنایت اللہ نے بیان کیا کہ ایک فارغ التحصیل عالم بحث و تکرار سے بہت دلچسپی رکھتا تھا۔ ایک دن مجھ سے کہنے لگا کہ میں شہر دہلی کے تمام فاضل علماء کو مغلوب کر چکا ہوں۔ میں نے کہا کبھی حضرت شیخ ابوالرضا محمد کی مجلس میں حاضر ہو کر ان کی زیارت کا بھی شرف حاصل کیا ہے؟ کہنے لگا سنا ہے کہ وہ عوام کو تفسیر حسینی پڑھ کر سناتے اور اسی سے وعظ کہتے ہیں۔ وہ کوئی صاحب فضیلت نہیں ہیں۔ میں نے کہا نہیں ایسا مت کہو بلکہ ان کی زیارت کرو تاکہ ان کا کمالِ

علم اور سیرت تم پر واضح ہو سکے۔

اگلے جمعہ وہ مجلس وعظ میں آیا اور اس کے دل میں یہ خیال گزرا کہ مناظرہ کرے۔ حضرت شیخ نے اس کے خیالات سے مطلع ہو کر تاثیر کے ذریعہ اس کا علم سلب کر لیا یہاں تک کہ صرف ونحو کا بھی کوئی قاعدہ اس کے ذہن میں نہیں رہ گیا۔ اور آپ کا کلام سمجھنے سے عاجز ہو گیا۔ سمجھ گیا کہ یہ حالت حضرت شیخ کے تصرف سے واقع ہوئی ہے۔ نادم ہوا توبہ کی اور خلوص دل کے ساتھ حضرت کی خدمت میں گریہ وزاری کی۔ حضرت نے اُسے سارا علم واپس کر دیا اور پہلی حالت بحال کر دی۔ اس نے اظہار نیاز مندی کیا۔ آپ نے فرمایا میں عالم نہیں ہوں صرف تفسیر حسینی سے عوام کو نصیحت کرتا ہوں۔ (انفاس العارفین ص ۲۰۶)

واقعہ نمبر ۱۰ : اور حضرت شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ ابو الرضا محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے معتقدین کی ایک جماعت نے بیان کیا کہ ہم لوگ آپ کی خدمت میں تصوف وعرفان کے بارے میں کثرت سے زبان پر سوالات نہیں لاتے تھے بلکہ اپنے اپنے سوالات دلوں میں لے کر بیٹھ جاتے تھے۔ جب بھی کسی کے دل میں کوئی شبۂ سوال یا خیال وارد ہوتا تو آپ اس سے آگاہ ہو کر فوراً جواب دیتے پھر بھی اگر شک باقی رہتا تو دوبارہ جواب دیتے یہاں تک کہ سائل مطمئن ہو جاتا۔ (انفاس العارفین ص ۲۰۷)

اور حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ سید عمر حصاری نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دن حضرت شیخ ابو الرضا محمد قدس سرہ ملیح رنگ کی خوبصورت چادر اوڑھے ہوئے ہرن کی خوشنما کھال پر تشریف فرما تھے۔ وہ چادر اور کھال میرے دل میں کھپ گئی۔ ویسی چادر اور کھال کی تلاش کا شوق میرے دل میں پیدا ہوا۔ اس خیال کو جس قدر جھٹکتا دور نہ ہوتا۔ حضرت والا جب مجلس سے اٹھے تو مجھے فرمایا کہ بیٹھو تم سے ایک کام ہے۔ پھر اس کھال پر شیرینی کے کچھ دھبے لگے ہوئے تھے۔ انہیں اپنے ہاتھ سے دھویا اور چادر و ہرن کی کھال کو تہ کر کے اپنے ہاتھ سے مجھے دے دیا اور فرمایا اولیاء کی مجلسوں میں ایسے خیالات دل میں نہیں لانا چاہیے۔ (انفاس العارفین ص ۲۰۳)

ان واقعات سے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ عقیدہ معلوم ہوا کہ اولیائے کرام دل کے خطرات' اس کے خیالات اور اس کی کیفیات سے بھی آگاہ ہوتے ہیں۔ اگر ان کا یہ عقیدہ نہ ہوتا تو ان واقعات کو اپنی کتاب میں وہ ہرگز شامل نہ کرتے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ والرضوان۔ متوفی ۱۲۳۹ھ)

آپ تحریر فرماتے ہیں۔

رسول علیہ السلام مطلع ست بہ نور نبوت بردین ہر متدین بدین خود کہ درکدام درجہ ازیں دین من رسیدہ؟ وحقیقت ایمان اوچیست؟ وحجابے کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام ست؟ پس اومی شناسد گناہان شمارا ودرجات ایمان شمارا و اعمال بدونیک شمارا و اخلاص و نفاق شمارا۔ لہٰذا شہادت او بحکم شرع درحق امت مقبول واجب العمل ست۔

(تفسیر عزیزی ج ا ص ۶۳۶)

نبوت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے نور نبوت سے ہر دیندار کے دین کو جانتے ہیں کہ دین کے کس درجہ میں ہے؟ اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ اور کونسا حجاب اس کی ترقی میں مانع ہے۔ لہٰذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہارے گناہوں کو' تمہارے ایمانی درجات کو تمہارے نیک و بداعمال کو اور تمہارے اخلاص و نفاق کو جانتے پہچانتے ہیں اس لئے ان کی گواہی بحکم شرع امت کے حق میں قبول اور واجب العمل ہے۔

اور حضرت شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

اطلاع بر لوح محفوظ و دیدن نقوش نیز از بعضے اولیا بتواتر منقول ست

لوح محفوظ پر مطلع ہونا اور اس میں جو کچھ لکھا ہے اس کا مطالعہ کرنا بھی بعض اولیاء

(تفسیر عزیزی سورۂ جن) سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔

ان تحریروں سے معلوم ہوا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب ہے وہ اپنی اُمت کے اچھے برے اعمال کو ملاحظہ فرماتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کے اخلاص و نفاق سے آگاہ ہیں۔ بلکہ ان کے نزدیک اولیائے کرام بھی غیب دان ہیں۔ اس لئے کہ لوحِ محفوظ ان کی نگاہوں کے سامنے ہے۔ اور اس میں مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہو گا سب لکھا ہوا ہے۔ (تفسیر خازن)

حضرت علامہ نبہانی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

(متوفی ۱۳۵۰ھ)

امام المحدثین عاشق رسول حضرت علامہ یوسف نبہانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جامع العلوم تھے۔ ان کو بیک وقت امام رازی، علامہ جامی، علامہ رومی، علامہ سیوطی اور شیخ محدث دہلوی کا مجموعہ کہا جا سکتا ہے۔ آپ نے چھوٹی بڑی پچاس سے زیادہ کتابیں لکھی ہیں۔ اب علم غیب کے متعلق واقعات کی روشنی میں ان کا عقیدہ ملاحظہ ہو۔

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ علاقہ حرض کے رہنے والے دو بھائی عواجہ گاؤں میں آئے۔ گاؤں کے قریب پہنچے تو حضرت محمد بن کبیر حکمی یمنی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۶۱۷) کی خوبیوں کا چرچا سنا مگر انہیں سچ نہ سمجھا۔ کافی عرصہ عواجہ میں قیام کے بعد انہیں پتہ چلا کہ ان کا باپ بیمار ہو گیا ہے۔ ان لوگوں نے واپسی کا پروگرام بنایا۔ اب حضرت شیخ کی خدمت میں حاضری دی تا کہ ان کی کیفیت و حالت کو بھی معلوم کر سکیں۔ حضرت شیخ کے پاس آ کر والد کی بیماری اور اپنی واپسی کی اطلاع دی۔ حضرت شیخ نے ان کی بات سن کر ارشاد فرمایا کہ جب تم گھر پہنچو گے تو تمہارے باپ کو آرام ہو چکا ہو گا۔ تم شہر میں رات کے آخری حصہ میں پہنچو گے۔ جب باپ کی خدمت میں حاضری دو گے تو صبح کی نماز کے لئے وضو کرتا ہوا پاؤ گے۔ وہ ایک پاؤں دھو چکے ہوں گے اور دوسرا ابھی نہیں دھویا

ہو گا۔ وہ دونوں بھائی حضرت شیخ کو الوداع کہہ کر چلے گئے۔ جب اپنے باپ کے پاس پہنچے تو وہی وقت تھا جو حضرت شیخ نے بتایا تھا اور وُضو کی وہی حالت تھی جو انہوں نے ارشاد فرمائی تھی ان دونوں بھائیوں نے حضرت شیخ کی ساری ارشاد فرمودہ بات لوگوں کو بتا دی تو اس علاقہ میں بھی آپ کی بڑی شہرت ہو گئی۔ (جامع کرامات اولیاء ص ۵۴۸)

اور آپ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت محمد بن ہارون رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جو مصر کے شہر سنہور کے رہنے والے تھے۔ جب آپ کے پاس سے حضرت سیدی ابراہیم وسوقی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے والد ماجد گزرتے تو آپ کھڑے ہو جاتے اور فرماتے کہ ان کے صلب میں ایک عظیم الشان ولی ہے۔ جس کا شہرہ مشرق و مغرب میں پھیل جائے گا۔ (جامع کرامات اولیاء ص ۵۵۸)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت محمد بن علی بن محمد صاحب مرباط رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۶۵۳ھ) نے بہت سے عجیب واقعات بتائے اور وہ اسی طرح ظہور پذیر ہوئے جس طرح آپ نے بتائے تھے۔ آپ نے بغداد کے غرق ہونے کی اطلاع دے دی تھی تو ہوا یوں کہ دریائے دجلہ بپھر گیا اور شہر کی فصیل سے پانی اندر آ گیا' وزیر کا گھر تباہ ہو گیا' خلیفہ کا اسٹور بھی پانی کی نذر ہوا' تین سو تین گھر دریا برد ہو گئے' گرنے والے مکانوں نے لا تعداد مخلوق کو پیس کر رکھ دیا اور بے قابو پانی نے بے شمار لوگوں کو نگل لیا۔ یہ جمادی الاخریٰ ۶۵۴ھ کا واقعہ ہے آپ نے یہ بھی بتایا تھا کہ مسجد نبوی علی صاحبہا افضل الصلاۃ والتسلیم جل جائے گی۔ تو ۶۵۴ھ ماہ رمضان کی پہلی تاریخوں میں ایسا ہوا۔ آپ نے تاتاریوں کے حملے کی اطلاع بھی دے دی تھی۔ یہ وہ حملہ تھا جس کی مثال اس گھومنے والے آسمانوں نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ اس میں سب قباحتیں اور ساری خباثتیں جمع ہو گئی تھیں۔ خلیفہ ۶۵۶ھ میں قتل ہو گئے اور ہر طرف تاتاری چھا گئے۔ یہ تینوں واقعات حضرت شیخ کی وفات کے بعد وقوع پذیر ہوئے۔ آپ نے حضر موت میں شدید سیلاب کی بھی خبر دی تھی۔ یہ سیلاب بھی آیا۔ وادیاں اُمڈ پڑیں اور بہت سے شہر تباہی سے ہمکنار ہوئے تقریباً چار سو آدمی موت کی نیند سو گئے۔ (جامع کرامات ص ۵۶۵)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ ابراہیم بطائحی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے

کہ حضرت شیخ محمد بن ابوبکر قوام علیہ الرحمتہ والرضوان (متوفی ۶۵۸) حلب میں تشریف فرما تھے اور ہم بھی آپ کے ساتھ تھے۔ آپ فرمانے لگے میں اہل یمن کو اہل شمال (یعنی جنتیوں کو دوزخیوں) میں سے جانتا ہوں۔ اگر چاہوں کہ ان کے نام لوں تو نام لے سکتا ہوں۔ لیکن ہمیں اس کا حکم نہیں دیا گیا اور اس حق کو ہم خلق میں کھولنا نہیں چاہتے۔

(جامع کرامات اولیاء ص ۵۶۶)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ ملک اسماعیل کروی کہتے ہیں کہ میرے پاس بکریاں تھیں جن کا ایک چرواہا بھی تھا۔ وہ ایک دن صبح انہیں چرانے نکلا مگر عادت کے مطابق شام کو واپس نہ آیا۔ تو میں اس کی تلاش میں نکلا لیکن نہ تو وہ ملا اور نہ ہی اس کی کوئی خبر ملی۔ میں حضرت شیخ محمد بن ابوبکر قوام کی طرف گیا۔ آپ کو اپنے گھر کے دروازہ پر کھڑا پایا۔ مجھے دیکھتے ہی فرمانے لگے بکریاں گم ہوگئی ہیں؟ میں نے عرض کیا ہاں۔ فرمایا بارہ آدمیوں نے انہیں ہانک لیا ہے اور فلاں وادی میں چرواہے کو باندھ گئے ہیں۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ ان پر نیند مسلط کر دے۔ میری دعا قبول ہوگئی ہے۔ آپ فلاں جگہ جائیں وہ سوئے ہوئے ہیں بکریاں سب بیٹھی ہیں صرف ایک کھڑی ہے اور بچے کو دودھ پلا رہی ہے آپ نے جس جگہ نشاندہی فرمائی تھی میں وہاں گیا تو معاملہ آپ کے ارشاد کے مطابق تھا ایک بکری کھڑی بچے کو دودھ پلا رہی تھی میں سب بکریوں کو اپنے گاؤں ہانک لایا۔ (جامع کرامات اولیاء ص ۵۷۴)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ ایک جنازہ آیا اور شہر کے اکابر بھی جنازے کے ساتھ تھے۔ جب سب لوگ میت کو دفن کرنے کے لئے بیٹھ گئے۔ تو قاضی خطیب اور والیٔ شہر ایک گوشے میں بیٹھ گئے۔ حضرت شیخ محمد بن ابوبکر قوام رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور آپ کے فقیر دوسرے گوشے میں بیٹھے۔ ان کی گفتگو سن رہے تھے قاضی اور والیٔ شہر کرامات اولیاء پر گفتگو کرتے ہوئے کہنے لگے کہ کرامات کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ خطیب نیک آدمی تھا۔ جب سب لوگ میت کے وارثوں کی طرف تعزیت کے لئے اکٹھے ہوئے تو کچھ لوگ حضرت شیخ کو سلام کرنے کے لئے بڑھے حضرت نے فرمایا خطیب صاحب! میں آپ کو

سلام نہیں کہتا۔ وہ کہنے لگے حضور کیوں؟ فرمایا اس لئے کہ اولیاء کی جب غیبت کی جا رہی تھی تو آپ نے تردید فرما کر اولیاء کی طرف سے دفاع نہیں کیا۔ آپ پھر قاضی اور والیٔ شہر کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے۔ آپ لوگ کرامات اولیاء کے منکر ہیں۔ بتائیں کہ آپ لوگوں کے پاؤں کے نیچے زمین میں کیا ہے؟ دونوں بولے ہمیں کچھ پتہ نہیں فرمایا آپ لوگوں کے پاؤں کے نیچے پانچ سیڑھیوں والا غار ہے جس میں ایک شخص اپنی بیوی سمیت دفن کیا گیا ہے۔ اب وہ قبر میں کھڑے ہو کر مجھ سے بات کرتے ہوئے کہہ رہا ہے کہ تقریباً ہزار سال پہلے میں ان شہروں کا بادشاہ تھا۔ وہ غار میں تخت پر ہے اور اس کی بیوی بھی تخت پر ہے۔ ہم یہاں سے جگہ کھودے بغیر نہیں ہٹیں گے۔ مزدور بلایا گیا اور لوگوں کی موجودگی میں جگہ کھودی گئی تو شیخ کے ارشاد کے مطابق سب کچھ موجود تھا۔ غار اب تک کھلا ہوا ہے اور حلب کی ایک سمت میں دیکھا جا سکتا ہے۔ (جامع کرامات ص ۵۷۶)

دو شخصوں کو یہ بتانا کہ جب تم لوگ گھر پہنچو گے تو اپنے باپ کو وضو کرتا ہوا پاؤ گے اس حالت میں کہ ایک پاؤں دھو چکا ہو گا دوسرا دھونا باقی ہو گا' باپ کی صلب میں عظیم الشان ولی کو دیکھ لینا' بغداد کے غرق ہونے' مسجد نبوی میں آگ لگنے' تاتاریوں کے حملہ کرنے اور حضرموت میں سیلاب کے آنے کی بہت پہلے خبر دینا' جنتی اور دوزخی کو جاننا' چرواہا اور بکریوں کے بارے میں خبر دینا کہ وہ کہاں پر کس حالت میں ہیں اور یہ بتانا کہ زمین کے نیچے کیا ہے؟ سب علم غیب ہے۔ حضرت علامہ نبہانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان سارے واقعات کو اپنی کتاب میں لکھ کر ثابت کر دیا کہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اولیائے کرام کو بھی علم غیب عطا فرماتا ہے۔

اور تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ امام شمس الدین خابوری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ میں حلب کے مدرسہ سلطانیہ کے عالموں کے پاس حضرت شیخ محمد بن ابوبکر قوام علیہ الرحمتہ والرضوان کا اکثر ذکر خیر کرتا تھا۔ وہ کہنے لگے ہم آپ کے ساتھ حضرت سے ملنے چلیں گے اور ان سے فقہ و تفسیر وغیرہ کے مسائل پوچھیں گے۔ ہم سب آپ کی زیارت کا پروگرام بنا کر چلنے ہی والے تھے کہ ایک فقیر آیا اور کہا کہ حضرت شیخ آپ کو

طلب فرما رہے ہیں۔میں نے اس سے پوچھا آپ کہاں تشریف فرما ہیں؟ اس نے جواب دیا حضرت شیخ ابو الفتح کتانی کی خانقاہ میں ہیں جو آپ کے مرید ہیں۔ میں عالموں کی ایک جماعت کے ساتھ زیارت کے لئے نکلا۔ جب ہم آپ کی خدمت میں پہنچے تو شیخ محمد عقیبی نے مجھ سے کہا ان عالموں کا کیا معاملہ ہے؟ میں نے کہا حضرت شیخ کی زیارت اور سلام کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔ وہ کہنے لگے یہ عجیب واقعہ پیش آیا ہے۔ میں نے کہا کیا ہوا ہے؟ وہ کہنے لگے کہ حضرت شیخ نے ان عالموں کو لگام لگا دی ہے اور آپ کا سر (بھید) درندے کی شکل میں ہو کر ان میں سے ہر ایک کے چہرے کو گھور رہا ہے (یعنی حضرت شیخ نے ان کی زبان بند کر دی ہے اب وہ بول نہیں سکتے اور سامنے شیر کی شکل ہے لہٰذا خوف زدہ ہیں۔ دراصل وہ حضرت کا علمی امتحان لینے آئے تھے یہاں خود امتحان میں پڑ گئے۔ (شیخ محمد عقیبی نے کشف سے یہ بات ملاحظہ فرمائی مترجم)

جب محفل لگے ہوئے بہت دیر گزر گئی اور ان حضرات میں سے کسی نے بولنے کی جسارت نہیں کی تو حضرت شیخ یوں گویا ہوئے حضرات آپ لوگ کیوں نہیں بولتے اور کیوں نہیں سوال کرتے؟ پھر بھی کسی کو بولنے کی ہمت نہ ہوئی اب حضرت شیخ نے اپنی داہنی طرف والے عالم سے فرمایا آپ کا سوال یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے پھر اس سے بعد والے کو اور پھر اس سے بھی بعد والے کو یوں ہی فرمایا۔ سب کے دلوں کے سوالات کو خود ہی پیش فرماتے اور خود ہی ان کے جوابات دیتے۔ ایک ایک کر کے سب کے سوالات کے جوابات اسی طرح دے دیئے۔ اب سب عالم حضرات وہاں سے اٹھے اور سب نے توبہ واستغفار کی۔ (جامع کرامات اولیاء ص ۵۷۳)

حضرت علامہ نبہانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس واقعہ کو لکھ کر واضح کر دیا کہ اولیاء اللہ دلوں کے خیالات سے واقف ہو جاتے ہیں یہ بھی ہمارا عقیدہ ہے ورنہ اس واقعہ کو بلا تردید وہ اپنی کتاب میں درج ہی نہ فرماتے۔

اولیاء اللہ کے عقیدے

اللہ کے ولی وہ مسلمان مخصوص بندے ہوتے ہیں جو بقدر طاقتِ بشری اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے عارف ہوتے ہیں، احکامِ شرع کے پابند ہوتے ہیں اور لذت و شہوات سے انہماک نہیں رکھتے (۱) ان کے مختلف درجے ہیں مگر سب اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اور بڑی عظمت و بزرگی والے ہیں۔ اب علم غیب کے بارے میں ان کے عقیدے ملاحظہ ہوں۔

حضرت امام باقر کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ متوفی ۱۱۴ھ)

آپ نواسۂ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزندارجمند ہیں۔ آپ کے بارے میں حضرت علامہ جامی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔

ایک معتبر راوی کا بیان ہے کہ ہم حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ ہشام بن عبدالملک کے گھر کے پاس سے اس وقت گزرے جب کہ وہ اس کی بنیاد رکھ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم یہ گھر خراب وخستہ ہو جائے گا اور لوگ اس کی مٹی تک کھود کر لے جائیں گے۔ یہ پتھر جن سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے کھنڈرات میں تبدیل ہو جائیں گے۔ راوی کا بیان ہے کہ مجھے آپ کی اس بات سے تعجب ہوا کہ ہشام کے گھر کو کون تباہ و برباد کرسکتا ہے۔ مگر جب ہشام کا انتقال ہو گیا تو ولید بن ہشام کے حکم پر اس مکان کو گرا دیا گیا اور مٹی کو اس حد تک کھودا گیا کہ اس کی بنیاد کے پتھر نظر آنے لگے۔ میں نے خود اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ (شواہد النبوۃ ص ۳۱۸)

---

(۱) شرح عقائد نسفی ص ۱۰۱ میں ہے۔ الولی ھو العارف باللہ تعالیٰ و صفاتہ حسب ما یمکن المواظب علی الطاعات المجتنب عن المعاصی المعرض عن الانھماک فی اللذات والشھوات ۱۲

اور امام جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ ایک دن میرے والد ماجد حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ میری عمر صرف پانچ سال اور رہ گئی ہے۔ جب انہوں نے وفات پائی تو ہم نے ماہ و سال گنے تو وہی مدت نکلی جتنی کہ آپ نے بتائی تھی۔ (شواہد النبوۃ ص ۳۱۹)

اور بزرگوں میں سے ایک شخص کا بیان ہے کہ میں مکہ معظمہ میں تھا کہ مجھے حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کا شوق ہوا۔ میں صرف اسی غرض سے مدینہ طیبہ گیا۔ جس رات میں وہاں پہنچا سخت بارش ہوئی جس کے سبب سردی بہت بڑھ گئی۔ آدھی رات گزر گئی تب میں آپ کے گھر پہنچا میں ابھی اسی فکر میں تھا کہ آپ کا دروازہ اسی وقت کھٹ کھٹاؤں یا صبر سے کام لوں یہاں تک کہ صبح کے وقت وہ خود ہی باہر تشریف لے آئیں۔ اچانک آپ کی آواز سنائی دی۔ آپ نے فرمایا اے لونڈی! فلاں شخص کے لئے دروازہ کھول دے۔ اس لئے کہ آج کی رات اسے سخت سردی لگ گئی ہے۔ لونڈی نے آ کر دروازہ کھولا اور میں اندر چلا گیا۔ (شواہد النبوۃ ص ۳۲۰)

ایک اور بزرگ روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں گیا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ ایک لونڈی باہر آئی۔ وہ جوانی میں قدم رکھ رہی تھی۔ مجھے بہت اچھی لگی میں نے اس کے پستانوں کو چھوتے ہوئے کہا۔ اپنے آقا سے کہو فلاں شخص دروازے پر حاضر ہے۔ اندر سے آواز آئی کہ گھر میں آ جاؤ ہم تمہارے انتظار میں ہیں۔ میں اندر گیا تو عرض کیا حضور! میرا ارادہ برا نہیں تھا آپ نے فرمایا تم سچ کہتے ہو لیکن کبھی یہ خیال نہ کرنا کہ یہ در و دیوار ہماری آنکھوں کے سامنے ویسے ہی بحیثیت حجاب ہوتے ہیں جیسے تمہاری آنکھوں کے سامنے اگر ایسا ہو تو ہمارے اور تمہارے درمیان فرق کیا رہا آئندہ کبھی ایسی حرکت نہیں کرنا۔ (شواہد النبوۃ ص ۳۲۲)

اور حضرت علامہ نبہانی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں ابو بصیر سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مسجد نبوی میں موجود تھا کہ منصور اور [illegible] بن سلیمان مسجد شریف میں آئے' ابھی تک عباسی خاندان کو

حکومت نہیں ملی تھی۔ (جس کے خلیفہ بعد میں منصور بننے والے تھے) داؤد حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امام نے فرمایا منصور کو شرف حضور سے کون سی چیز مانع ہوئی؟ داؤد نے جواب دیا وہ سخت مزاج ہے۔ امام نے فرمایا لازماً یہ شخص ایک دن تخت خلافت پر متمکن ہو جائے گا' لوگوں کی گردنوں کو روند ڈالے گا اور مشرق و مغرب پر چھا جائے گا۔ اس کی لمبی حکومت ہو گی اور اتنا مال اکٹھا کرے گا کہ اس کی مثال نہ ہو گی۔

داؤد نے منصور کو حضرت کی یہ پیشین گوئی جا کر بتا دی۔ اب وہ شرف حضوری سے مشرف ہو کر معذرت کرنے لگا کہ محض آپ کے دبدبہ اور شکوہ کی وجہ سے پہلے حاضر نہیں ہو سکا۔ پھر داؤد نے جو کچھ بتایا تھا اس کے متعلق حضرت امام سے پوچھا۔ آپ نے فرمایا یہ تو ہو کر رہے گا۔ منصور نے پوچھا کیا ہماری حکومت آپ سادات کی حکومت سے پہلے ہو گی؟ آپ نے فرمایا جی ہاں ایسا ہی ہو گا۔ اس نے پوچھا کیا میرے بعد میرا کوئی لڑکا بھی حکمراں ہو گا؟ فرمایا جی ہاں پوچھنے لگا کہ اموی خاندان کی حکومت کا زمانہ زیادہ ہو گا یا ہماری حکومت کا؟ فرمایا تمہاری حکومت کا زمانہ زیادہ ہے۔ اس ملک کے ساتھ تمہارے نوعمر لڑکے اس طرح کھیلیں گے جیسے بچے گیند سے کھیلتے ہیں۔ میرے والد گرامی (حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے مجھ سے اسی طرح ارشاد فرمایا تھا۔

(جامع کرامات ص ۴۶۷)

بہت پہلے اس بات کی خبر دینا کہ ہشام کا گھر کھود کر گرا دیا جائے گا' یہ بتانا کہ میری عمر صرف پانچ سال رہ گئی ہے' مکہ شریف سے آنے والے کو گھر کے اندر سے جان لینا پھر اس کے بارے میں زیادہ سردی لگنے کی خبر دینا اور لونڈی کے ساتھ غلط حرکت پر مکان کے اندر سے آگاہ ہو جانا سب غیب کی باتیں ہیں۔

معلوم ہوا کہ حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ عقیدہ تھا کہ مجھے غیب کا علم ہے جیسا کہ انہوں نے خود فرمایا کہ یہ خیال نہ کرنا کہ در و دیوار ہماری آنکھوں کے سامنے حجاب ہوتے ہیں اور خلیفہ منصور کے واقعہ سے ظاہر ہوا کہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ان کا عقیدہ تھا کہ وہ بھی غیب جانتے تھے۔

حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

(متوفی ۱۴۸ھ)

آپ حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔ ان کے حالات میں حضرت علامہ جامی علیہ الرحمتہ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔

جناب ابو بصیر کا بیان ہے کہ میں مدینہ منورہ گیا۔ میرے ساتھ ایک لونڈی بھی تھی۔ میں نے اس سے ہم بستری کی۔ اس کے بعد حمام میں جانے کے لئے باہر آیا میں نے دیکھا کہ بہت سے لوگ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کے لئے ان کے مکان پر جا رہے ہیں۔ میں بھی ان کے ساتھ ہو لیا۔ جب ہم حضرت امام کے دولت خانہ پر حاضر ہوئے تو آپ کی نظر مجھ پر پڑی۔ آپ نے فرمایا اے ابو بصیر! تمہیں شاید معلوم نہیں کہ پیغمبر اور ان کی آل و اولاد کی قیام گاہوں پر جنابت کی حالت میں نہیں آنا چاہیے۔ میں نے کہا اے ابن رسول اللہ مین نے لوگوں کو آپ کی طرف آتے دیکھا تو مجھے اندیشہ ہوا کہ شاید آپ کی زیارت کی دولت پھر نصیب نہ ہو اس لئے میں آ گیا۔ پھر میں نے توبہ کی اور کہا آئندہ ایسا نہ کروں گا۔ اس کے بعد باہر آ گیا۔ (شواہد النبوۃ ص ۳۳۲)

ایک اور صاحب کا بیان ہے کہ میرا ایک دوست تھا جس کو خلیفہ منصور نے قید کر دیا تھا۔ میری ملاقات حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حج کے موسم میں میدان عرفات میں ہوئی۔ آپ نے میرے اسی دوست کے متعلق مجھ سے پوچھا۔ میں نے کہا حضور! وہ ویسے ہی قید میں ہے۔ آپ نے دعا کی۔ پھر ایک گھنٹہ بعد فرمایا خدا کی قسم تمہارے دوست کو بری کر دیا گیا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ جب میں حج سے فارغ ہو کر واپس آیا تو اپنے اس دوست سے پوچھا کہ تمہاری رہائی کس دن ہوئی؟ اس نے بتایا کہ عرفہ کے دن عصر کی نماز کے بعد مجھے چھوڑ دیا گیا تھا۔ (شواہد النبوۃ ص ۳۳۲)

اور ایک شخص کا بیان ہے کہ میں نے مکہ معظّمہ میں ایک چادر خریدی اور پکا ارادہ کیا کہ وہ کسی کو نہ دوں گا تا کہ موت کے بعد میرے کفن کا کام دے۔ میں عرفات سے مزدلفہ واپس آیا تو چادر گم ہوگئی۔ مجھے بہت دکھ ہوا جب میں علی الصبح مزدلفہ سے منیٰ واپس آیا تو مسجد خیف میں بیٹھ گیا۔ اچانک ایک شخص حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے آ کر کہنے لگا کہ تجھے حضرت بلا رہے ہیں۔ میں فوراً آپ کے پاس گیا اور سلام کر کے آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ تمہاری چادر تمہیں مل جائے؟ میں نے عرض کیا ہاں حضور۔ آپ نے اپنے غلام کو آواز دی جو ایک چادر لے کر آ گیا میں نے پہچان لیا وہی چادر تھی۔ آپ نے فرمایا اسے لے لو اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ (شواہد النبوۃ ص ۳۳۳)

ابو بصیر کی حالت جنابت کو جان لینا' عرفہ کے دن قیدی کے چھوڑ دیئے جانے کو اسی روز میدان عرفات میں آگاہ ہو جانا' چادر کس کی ہے؟ کس کام کے لئے ہے؟ اور چادر والا کہاں بیٹھا ہے؟ یہ سب غیب کی باتیں ہیں جن سے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو آگاہ فرما کر اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے غیب کا علم عطا فرمایا ہے۔

حضرت امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

(متوفی ۱۸۶ھ)

آپ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کے تذکرے میں حضرت علامہ جامی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں سفر حج میں قادسیہ پہنچا۔ وہاں میں نے ایک خوبصورت اور بلند قامت شخص کو دیکھا جو پشمینہ کے کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ وہ ایک جگہ اکیلا جا کر بیٹھ گیا۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ یہ نوجوان طبقۂ صوفیاء سے معلوم ہوتا ہے۔ شاید چاہتا ہے کہ اس سفر میں مسلمانوں پر بوجھ

بنے۔ضروری ہے کہ میں اس سے کہوں ایسا نہ کرے۔ جیسے ہی میں اس کے پاس پہنچا۔ اس نے کہا اے شفیق!

اِجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْم'' زیادہ گمان کرنے سے بچو۔ اس لئے کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔(پ۲۶ع۱۴)

یہ کہہ کر وہ نوجوان چلا گیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا۔ یہ عجیب بات ہے کہ اس نے میرے دل کی بات جان لی۔ یہ کوئی اللہ کا ولی ہے۔ مجھے اس سے معافی مانگنی چاہیے۔ میں نے بہت تیز چلنے کی کوشش کی لیکن اسے نہیں پا سکا۔

پھر جب میں مکہ معظّمہ پہنچا تو دیکھا کہ اس شخص کے پاس کئی غلام و خادم تھے لوگ ان کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے اور کہہ رہے تھے۔ السلام علیك یا ابن رسول الله ۔ میں نے پوچھا تو معلوم ہوا کہ یہ حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ میرے منہ سے برجستہ نکلا۔ اس قسم کا واقعہ ان سے کوئی تعجب کی بات نہیں۔

(شواہد النبوۃ ص ۳۳۹)

ایک اور راوی کا بیان ہے کہ میں مدینہ منورہ میں مجاور تھا۔ میں نے ایک مکان کرایہ پر لے رکھا تھا اور زیادہ تر میں حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ہی رہتا تھا۔ ایک دن سخت بارش ہوئی۔ میں نے خدمت میں حاضر ہونے کا لباس پہنا۔ جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو سلام عرض کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دے کر فرمایا اے فلاں! اپنے گھر واپس جاؤ۔ تمہارے گھر کی چھت تمہارے مال و اسباب پر گر گئی ہے۔ میں واپس آیا تو دیکھا واقعی میرے گھر کی چھت بہہ گئی تھی۔ میں نے چند مزدوروں کو بلایا جنہوں نے میرا سامان نیچے سے نکالا۔ (شواہد النبوۃ ص ۳۴۰)

حضرت شفیق بلخی کے دل کی بات سے واقف ہو کر ان کی بدگمانی دور کرنے کے لئے آیت کریمہ تلاوت کرنا اور مدینہ منورہ کے مجاور کی چھت گرنے کو اپنے گھر سے جان لینا علم غیب ہے۔ جنہیں آپ نے ظاہر فرمایا۔ ثابت ہوا کہ حضرت امام موسیٰ کاظم رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ عقیدہ ہے کہ میرا غیب جاننا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو غیب کا علم عطا فرماتا ہے۔

حضرت امام علی رضا رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

(متوفی ۲۰۲ھ)

آپ حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے ہیں آپ کے حالات میں حضرت علامہ جامی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

اہل کوفہ میں سے ایک شخص کا بیان ہے کہ جب میں خراسان جانے کے لئے کوفہ سے روانہ ہونے لگا تو میری لڑکی نے مجھے ایک بہت اچھا کپڑا دیا اور کہا کہ اسے بیچ کر میرے لئے فیروزہ خرید لایئے گا۔ جب میں مرد پہنچا تو حضرت امام علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلاموں نے آ کر مجھ سے کہا کہ ہمارا ایک ساتھی انتقال کر گیا ہے۔ اسکے کفن کے لئے کپڑا ہمارے ہاتھ بیچ دو۔ میں نے کہا میرے پاس کوئی کپڑا نہیں یہ سن کر وہ سب چلے گئے مگر تھوڑی دیر کے بعد پھر آئے اور کہنے لگے کہ ہمارے آقا نے تجھے سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ تمہارے پاس ایک کپڑا ہے جو تمہاری لڑکی نے دیا تھا کہ اسے بیچ کر اس کے لئے فیروزہ خرید لو۔ ہم اس کی قیمت لائے ہیں۔

میں نے کپڑا انہیں دے دیا۔ اس کے بعد دل میں کہا کہ کچھ مسئلے آپ سے پوچھوں۔ دیکھوں کیا جواب دیتے ہیں۔ چنانچہ چند مسئلے میں نے ایک کاغذ پر لکھ لئے اور صبح کے وقت آپ کے دولت خانہ پر حاضر ہو گیا۔ وہاں پر لوگوں کا بہت ہجوم تھا کسی کو مجال نہ تھی کہ وہ اس بھیڑ میں آپ سے آسانی کے ساتھ مل سکے۔ میں حیرت کے عالم میں کھڑا تھا کہ آپ کا ایک غلام باہر آیا اور میرا نام لے کر ایک تحریر شدہ کاغذ مجھے دیا اور کہا اے فلاں! یہ تیرے سوالوں کے جوابات ہیں۔ میں نے دیکھا تو واقعی میرے سوالوں کے جوابات اس میں درج تھے۔ (شواہد النبوۃ ص ۳۴۸)

اور ایک راوی کا بیان ہے کہ ریان بن صلت نے مجھ سے کہا میری خواہش ہے کہ تم میرے لئے حضرت امام علی رضا سے اجازت لوتا کہ میں آپ کی خدمت میں اس امید سے حاضری دوں کہ آپ مجھے اپنے کپڑوں میں سے کوئی کپڑا پہنائیں اور اپنے نام کے چند درہم بھی عطا فرمائیں۔ راوی کا بیان ہے کہ جب میں حضرت علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں حاضر ہوا اور ابھی میں نے کچھ نہیں کہا تھا کہ آپ فرمانے لگے ریان بن صلت چاہتا ہے کہ یہاں اس امید سے حاضر ہو کہ میں اسے کپڑے پہناؤں اور وہ دراہم جو میرے نام سے جاری ہوئے ہیں ان میں سے کچھ اسے بھی دوں۔ ریان بن صلت کو یہاں لے آؤ۔ ریان اندر گئے تو آپ نے انہیں دو کپڑے عطا فرمائے اور تیس درہم دیئے۔ (شواہد النبوۃ ص ۳۴۹)

لڑکی کا فیروزہ خریدنے کے لئے کپڑا دینے کا واقعہ جو کوفہ میں ہوا تھا شہر مرو میں واقف ہو جانا پھر سوالات پیش کئے گئے بغیر ان کو جان لینا اور ریان بن صلت کی تمنا سے واقف ہونا کہ وہ کپڑے اور درہم چاہتا ہے۔ سب غیب ہیں جن کو آپ نے ظاہر فرمایا۔ ثابت ہوا کہ حضرت امام علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہ عقیدہ تھا کہ مجھے علم غیب حاصل ہے ورنہ وہ ان باتوں کو زبان پر ہرگز نہیں لاتے اور نہ سوالوں کے جواب لکھتے۔

حضرت امام محمد تقی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

(متوفی ۲۱۰ھ)

آپ حضرت امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کے ذکر میں حضرت علامہ جامی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔

جب خلیفہ مامون رشید کا انتقال ہوا تو حضرت امام محمد تقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میری وفات آج سے تیس مہینے بعد ہوگی۔ جب خلیفہ مامون رشید کے انتقال کو تیس مہینے گزر گئے تب آپ کا وصال ہوا۔ (شواہد النبوۃ ص ۳۵۸)

اور ایک شخص کا بیان ہے کہ میں حضرت امام محمد تقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ فلاں صالح نے آپ کو سلام بھیجا ہے اور وہ آپ سے کفن کے لئے کسی کپڑے کا خواہشمند ہے۔ آپ نے فرمایا وہ ان باتوں سے بے پرواہو چکا ہے۔ یہ سن کر میں باہر آ گیا۔ لیکن آپ کا ارشاد میری سمجھ میں نہیں آیا۔ آخر پتہ چلا کہ وہ تیرہ چودہ روز پہلے ہی مر چکا تھا۔ (شواہد النبوۃ ص ۳۵۸)

یہ فرمانا کہ میری وفات آج سے تیس ماہ بعد ہوگی اور کفن کا کپڑا چاہنے والے کے بارے میں فرمانا کہ وہ اس سے بے پرواہ ہو چکا ہے۔ سب غیب کی چیزیں ہیں۔ معلوم ہوا کہ حضرت امام محمد تقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے علم غیب عطا فرمایا ہے۔

حضرت امام علی عسکری رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

(متوفی ۲۵۴ھ)

آپ سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے حضرت امام محمد تقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کے حالات میں حضرت علامہ جامی علیہ الرحمتہ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔

ایک شخص کے یہاں شادی کے موقع پر دعوت ولیمہ تھی جس میں شرکت کے لئے خلیفوں کی اولاد آئی ہوئی تھی ان کی تعظیم کے لئے بہت سے لوگ جمع تھے۔ اس مجلس میں ایک نوجوان ایسا تھا جو بے ادب تھا۔ بے کار باتیں کرتا تھا اور ہنستا تھا۔ حضرت امام علی عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا تم ٹھٹھے مار رہے ہو اور اللہ کا ذکر بھول گئے ہو اور تمہیں خبر نہیں کہ تم تین دن کے بعد قبر میں رہو گے۔ یہ بات سن کر وہ نوجوان بے ادبی سے باز آ گیا اور حضرت کے ارشاد کے مطابق وہ تیسرے دن مر گیا۔ (شواہد النبوۃ ص ۳۶۳)

اور ایک دوسرے دن کا واقعہ ہے کہ اہل سامرہ کے یہاں دعوت ولیمہ تھی، مجلس میں ایک لڑکا ایسا تھا جو بڑا بے ادب تھا۔ بیہودہ باتیں کرتا تھا اور آپ کا لحاظ نہیں کرتا تھا۔ آپ نے فرمایا یہ شخص اس کھانے سے کچھ نہ کھا سکے گا۔ کھانا سامنے آیا اور وہ شخص کھانے کی طرف ہاتھ بڑھانا ہی چاہتا تھا کہ اس کا غلام روتا ہوا آیا اور کہنے لگا۔ آپ کی ماں کوٹھے سے گر کر مرگئی۔ جلدی چلئے۔ وہ شخص کھانا کھائے بغیر اٹھ کر چلا گیا۔

(شواہد النبوۃ ص ۳۶۳)

ایک شخص کو اس بات کی خبر دینا کہ تم تین دن بعد قبر میں رہو گے اور دوسرے کے متعلق فرمانا کہ یہ اس کھانے میں سے کچھ نہ کھا سکے گا۔ دونوں غیب کی باتیں ہیں۔ جن کی خبر دے کر حضرت امام علی عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا عقیدہ ثابت کر دیا کہ میں غیب جانتا ہوں۔

حضرت امام حسین زکی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

(متوفی ۲۶۰ھ)

آپ حضرت امام حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے حضرت امام علی عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کے تذکرے میں حضرت علامہ جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں۔

ایک شخص کا بیان ہے کہ میں جیل خانہ میں تھا۔ جیل کی پریشانیوں کو لکھ کر میں نے حضرت امام زکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا۔ میں کچھ پیسوں کے متعلق بھی لکھنا چاہتا تھا مگر شرم سے نہیں لکھا۔ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ تم آج ظہر کی نماز اپنے گھر پڑھو گے۔ اللہ کے فضل وکرم سے میں جیل سے چھوٹ گیا اور ظہر کی نماز اپنے گھر پڑھی۔ پھر اچانک مجھے آپ کا خادم آتا ہوا دکھائی دیا جو میرے لئے سو دینار لا رہا تھا۔ اس کے ساتھ ایک خط بھی تھا جس میں لکھا ہوا تھا کہ جس وقت بھی تمہیں پیسوں کی ضرورت ہو شرم نہ کرو ہم سے مانگ لیا کرو (شواہد النبوۃ ص ۳۶۶)

اور ایک شخص کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام زکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کچھ مسائل پوچھنے کے لئے ایک خط لکھا۔ اور میں چاہتا تھا کہ چوتھیا بخار کے متعلق بھی آپ سے پوچھ لوں لیکن میں یہ لکھنا بھول گیا ---- آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ تمہارے سوالوں کے جوابات یہ ہیں اور تم یہ بھی چاہتے تھے کہ چوتھیا بخار کے متعلق بھی پوچھوں لیکن تم بھول گئے۔ دیکھو آیت کریمہ **یَانَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ** ۔ کاغذ پر لکھ کر چوتھیا بخار والے کے گلے میں لٹکا دو۔ میں نے ایسا ہی کیا تو چوتھیا بخار دور ہو گیا۔ (شواہد النبوۃ ص ۳۶۵)

حضرت امام زکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پہلے شخص کے بارے میں جاننا کہ آج وہ جیل خانہ سے چھوٹ کر آئے گا اور ظہر کی نماز اپنے گھر پڑھے گا اور پھر اس بات سے واقف ہونا کہ اس کو کچھ پیسوں کی ضرورت ہے —— اور دوسرے شخص کے متعلق اس بات سے آگاہ ہونا کہ وہ چوتھیا بخار کے بارے میں بھی پوچھنا چاہتا تھا سب غیب کی باتیں ہیں جنہیں آپ نے ظاہر فرمایا۔ معلوم ہوا کہ آپ کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ میں غیب جانتا ہوں ورنہ ان باتوں کے متعلق وہ ایسا ہرگز نہ فرماتے۔

حضور سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادِر جیلانی کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا۔ متوفی ۵۶۱ھ)

غوث صمدانی قطب ربانی حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات محتاج تعارف نہیں۔ علم غیب کے بارے میں اِن کا عقیدہ جاننے کے لئے مندرجہ ذیل روایتیں ملاحظہ ہوں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا **عَیْنِیْ فِیْ لَوْحِ الْمَحْفُوْظِ وَاَنَا غَائِصٌ فِیْ بِحَارِ عِلْمِ اللهِ تَعَالٰی** ۔ یعنی میری آنکھ لوح محفوظ میں رہتی ہے اور میں اللہ کے علموں کے سمندروں میں غوطے لگا تا ہوں۔ (زبدۃ الاسرار ص ۸۱)

اور حضرت علامہ محمد یحییٰ تادنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تحریر فرمایا کہ حضرت ابوالخضر حسینی بیان کرتے ہیں کہ حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک خادم کو رات بھر میں کئی مرتبہ احتلام ہوا اور اسے ہر مرتبہ خواب میں نئی صورت نظر آئی۔ جن میں سے بعض سے تو وہ واقف تھا اور بعض عورتوں کو وہ بالکل نہیں جانتا تھا۔ جب صبح کو حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنی حالت بیان کرنا چاہی تو اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی حضرت نے فرمایا رات میں تم کو کئی بار احتلام ہونا کوئی بری بات نہیں تھی۔ اس لئے کہ جب میں نے لوح محفوظ میں دیکھا تو اس میں یہ درج تھا کہ تو فلاں فلاں عورت سے زنا کرے گا۔ (یعنی حضرت نے ان عورتوں کے نام بھی بتا دیئے) تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اس نے بیداری کے واقعہ کو خواب میں بدل دیا۔ (قلائد الجواہر ص ۱۳۰)

اور ابوالخضر حسینی بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۵۶۰ھ میں فرمایا کہ تم موصل شہر کی طرف چلے جاؤ وہاں اللہ تعالیٰ تمہیں اولاد عطا فرمائے گا۔ پہلے لڑکا پیدا ہوگا اس کا نام محمد رکھنا۔ اس لڑکے کو ایک عجمی نابینا حافظ قرآن مجید پڑھائے گا۔ جس کا نام علی ہوگا اور تیرا بچہ سات سال کی عمر میں صرف سات ماہ میں قرآن مجید حفظ کر لے گا اور تیری عمر ۹۴ سال ۶ ماہ اور سات دن کی ہوگی اور تیری موت تندرستی کی حالت میں باربل کے مقام پر واقع ہوگی۔

ان کے صاحبزادے ابوعبداللہ محمد کا بیان ہے کہ ۵۶۱ھ میں میری پیدائش شہر موصل میں ہوئی۔ میرے والد نے مجھے قرآن مجید حفظ کرانے کے لئے ایک نابینا کو مقرر فرمایا اور جب ان کا نام اور وطن دریافت کیا گیا تو انہوں نے اپنا نام علی اور وطن بغداد بتایا۔ اس وقت میرے والد کو حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان یاد آیا۔ اور ان کی وفات بھی حضرت کے ارشاد کے مطابق تندرستی کی حالت میں باربل کے مقام ہی پر ہوئی۔ (قلائد الجواہر ص ۱۲۶)

اور شیخ زین العابدین بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرے ایک ساتھی حج سے واپسی

پر پہلی بار بغداد شریف پہنچے۔ لیکن وہاں ہماری کسی سے جان پہچان نہیں تھی۔ اس وقت ہم لوگوں کے پاس صرف ایک چھری باقی بچی تھی۔ جسے بیچ کر ہم لوگوں نے کھانا خریدا لیکن وہ کھانا نہایت بدمزہ تھا اس لئے ہم لوگ پیٹ بھر نہیں کھا سکے۔ اس کے بعد ہم حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں حاضر ہوئے تو آپ نے وعظ کہنا بند کر دیا اور فرمایا کہ دو غریب و مسکین حجاز سے یہاں آئے ہیں جن کے پاس ایک چھری کے سوا کچھ نہ تھا۔ انہوں نے وہ چھری بیچ کر کھانا خریدا مگر وہ کھانا ان کو اچھا نہیں معلوم ہوا۔ اس لئے ان کا پیٹ نہیں بھر سکا۔ یہ سن کر ہم لوگوں کو بہت تعجب ہوا اور ہم دونوں حیرت میں پڑ گئے۔ پھر حضرت نے وعظ ختم فرمانے کے بعد دستر خوان بچھانے کا حکم دیا۔ اس وقت میں نے اپنے ساتھی سے پوچھا تم کیا کھانا چاہتے ہو؟ اس نے کہا چوزہ کی یخنی۔ اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں شہد کھاؤں گا حضرت نے چوزہ کی یخنی اور شہد لانے کا حکم دیا۔ جب خادم دونوں چیزیں لے کر آیا تو شہد میرے ساتھی کے سامنے رکھ دی اور یخنی میرے سامنے۔ یہ دیکھ کر حضرت نے فرمایا دونوں چیزیں بدل کر رکھو۔ یہ سنتے ہی ہم لوگوں نے ایک چیخ ماری اور کود کر حضرت کے قریب پہنچ گئے اس وقت آپ نے مجھ سے فرمایا اے دیار مصر کے واعظ! مرحبا۔

میں نے عرض کیا کہ میں تو سورۂ فاتحہ بھی اچھی طرح نہیں پڑھ سکتا۔ تو آپ نے فرمایا مجھے حکم ہوا ہے کہ میں یہ بشارت تمہیں سناؤں۔ چنانچہ حضرت کے فرمانے کے مطابق میں نے بغداد شریف ہی میں وعظ کا سلسلہ شروع کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد جب میں نے حضرت سے مصر کی واپسی کی اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا۔

جس وقت تم دمشق پہنچو گے تو وہاں غازیوں کو مصر فتح کرنے کے لئے جنگ کی تیاری کرتے ہوئے پاؤ گے۔ لیکن ان سے کہہ دینا اب کی بار تم کو کامیابی نہیں حاصل ہو گی۔ البتہ دوسرے حملہ میں کامیاب ہو جاؤ گے۔

حضرت کے ارشاد کے مطابق میں نے غازیوں سے کہا کہ اس مرتبہ تم کامیاب

نہیں ہو گے مگر وہ لوگ نہیں مانے اور مصر پر حملہ کر دیا ادھر جب میں مصر پہنچا تو وہاں خلیفہ کو ان کے مقابلہ کی تیاریوں میں لگا ہوا دیکھ کر میں نے خلیفہ سے کہا کہ آپ مقابلہ کے لئے ضرور نکلیں جنگ میں یقیناً کامیابی آپ ہی کو حاصل ہو گی۔

دمشق والوں نے جب مصر پر حملہ کیا تو انہیں بری طرح شکست ہوئی اور مصر کے خلیفہ نے مجھے اپنا مصاحب بنا کر حکومت کے تمام راز بتا دیئے۔ اور جب دوسری مرتبہ دمشق والوں نے مصر پر حملہ کیا تو وہ کامیاب ہو گئے اور خلیفہ کو شکست ہوئی۔ میرے اس جملہ پر کہ ''تمہیں اس مرتبہ نہیں بلکہ دوسری مرتبہ فتح حاصل ہو گی'' دمشق والوں نے مجھے بہت ہی انعام و اکرام سے نوازا۔ اس طرح حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک بات میں مجھے دونوں طرف سے ایک لاکھ دینار حاصل ہوئے۔ (قلائد الجواہر ص ۱۳۳)

اور ابو الفرح بن حمامی کا بیان ہے کہ میں حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامتوں کو سن کر یقین نہیں کرتا تھا اور ان کے ہونے کو ناممکن سمجھتا تھا لیکن حضرت سے ملاقات کرنے کا شوق رکھتا تھا۔ اتفاقاً ایک ضرورت سے مجھے باب الازج جانا پڑا۔ واپسی پر ملاقات کی غرض سے میں حضرت کے مدرسہ میں گیا۔ اس وقت مسجد میں نماز کی اقامت ہو رہی تھی۔ میں نے سوچا کہ میں بھی عصر کی نماز ادا کر کے حضرت سے شرف ملاقات حاصل کرتا چلوں۔ لیکن جلدی میں مجھے نہیں یاد رہا کہ میں باوضو نہیں ہوں اور جماعت میں شامل ہو کر نماز میں نے پڑھ لی۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز اور دعا سے فارغ ہونے کے بعد میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا صاحبزادے! اگر میرے پاس تم کوئی حاجت لے کر آتے تو میں اسے ضرور پوری کر دیتا لیکن تمہاری غفلت کا تو یہ حال ہے کہ تم نے بغیر وضو ہی کے نماز پڑھ لی۔ (قلائد الجواہر ص ۱۰۸)

آنکھوں کا لوح محفوظ میں رہنا۔ خادم کے کئی بار احتلام ہونے کو جان لینا۔ ابوالخضر حسینی صاحب اولاد کہاں ہوں گے؟ ان کا لڑکا کس سے پڑھے گا؟ کتنے سال کی

عمر میں اور کتنے دنوں میں قرآن مجید حفظ کر لے گا؟ اور ابوالخضر کتنے سال کی عمر میں کس حالت میں کہاں مریں گے؟ ان ساری باتوں سے آگاہ ہونا۔ حج سے واپس ہونے والوں کی حالتوں کو جاننا اور وہ کیا کھانا چاہتے ہیں؟ اس سے واقف ہونا۔ دمشق والوں کا پہلے حملہ میں کامیاب نہ ہونے کو جاننا اور بے وضونماز پڑھنے کو جان لینا۔ یہ سب غیب کی باتیں ہیں۔ جن کو حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرما کر اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ مجھے علم غیب حاصل ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

(متوفی ۲۹۷ھ)

آپ حضرت سری سقطی علیہ الرحمتہ والرضوان کے بھانجے اور مرید ہیں۔ تمام بزرگوں نے آپ کو سید الطائفہ یعنی صوفیوں کا امام اور پیشوا تسلیم کیا ہے۔ ان کے حالات میں حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری ثم لاہوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت سری سقطی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی ظاہری زندگی میں لوگوں نے حضرت جنید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے خواہش ظاہر کی کہ وہ وعظ فرمائیں مگر انہوں نے قبول نہ کیا اور فرمایا کہ جب تک میرے شیخ طریقت موجود ہیں میں کلام نہیں کرسکتا۔

ایک رات خواب میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا۔ حضور نے فرمایا جنید! لوگوں کو اپنا کلام سناؤ۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے کلام کو مخلوق کے لئے ذریعۂ نجات بنایا ہے۔ بیدار ہوئے تو دل میں خیال آیا شاید اب میرا مقام شیخ طریقت سے اونچا ہو گیا ہے۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے حکم فرمایا ہے —— صبح ہوئی تو حضرت سری سقطی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک مرید کو بھیجا اور حکم دیا کہ جب نماز سے جنید فارغ ہوں تو ان سے کہنا کہ مریدوں کی خواہش پر وعظ شروع نہ کیا۔ مشائخ بغداد کی سفارش بھی ردّ کر دی۔ میں نے پیغام دیا مگر راضی نہ ہوئے۔ اب تو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم ہو گیا ہے۔ ان کا فرمان بجا لاؤ۔

حضرت جنید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی آنکھیں کھل گئیں اور انہیں معلوم ہو گیا کہ حضرت سری سقطی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ان کے ظاہر و باطن احوال سے پورے طور پر واقف ہیں۔ ان کا درجہ ہم سے اونچا ہے۔ اس لئے کہ وہ جنید کے اسرار سے واقف ہیں اور جنید ان کے حالات سے بے خبر ہے۔ (کشف المحجوب ص ۱۰۷)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت جنید کا ایک مرید آپ سے ناراض ہو گیا اور سمجھا کہ اسے بھی مقام حاصل ہو گیا ہے۔ اب اسے شیخ کی ضرورت نہیں رہی ایک دن وہ آپ کا امتحان لینے کے لئے آیا۔ حضرت جنید اس کے دل کی کیفیت سے آگاہ ہو گئے۔ اس نے کوئی بات پوچھی آپ نے فرمایا۔ لفظی جواب چاہتے ہو یا معنوی؟ مرید نے کہا دونوں جواب چاہتا ہوں۔ فرمایا لفظی جواب تو یہ ہے کہ اگر تو اپنا امتحان کر لیا ہوتا تو میرا امتحان لینے یہاں نہ آتا۔ اور معنوی جواب یہ ہے کہ میں نے تجھے ولایت سے خارج کیا۔ اس جملہ کے فرماتے ہی مرید کا چہرہ کالا ہو گیا۔ پھر آپ نے فرمایا تجھے خبر نہیں کہ اولیاء واقف اسرار ہوتے ہیں۔ (کشف المحجوب ص ۲۰۹)

اور حضرت علامہ نبہانی علیہ الرحمتہ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابو عبداللہ محمد شیرازی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے جنگل میں کنویں پر سے ایک ہرن کو پانی پیتے دیکھا۔ آپ کو بھی پیاس لگ رہی تھی۔ آپ جب کنویں کے قریب گئے تو ہرن بھاگ گیا اور پانی جو اوپر آ چکا تھا نیچے چلا گیا۔ آپ نے عرض کیا اے میرے پروردگار' کیا تیرے نزدیک میرا وہ مقام بھی نہیں جو اس ہرن کا ہے؟ آپ نے ایک بولنے والے کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا۔ ''تمہاری آزمائش کی گئی مگر تم صبر نہ کر سکے۔ ہرن تو مشکیزے اور رسی کے بغیر کنویں پر آیا تھا اور تم یہ دونوں چیزیں لے کر آئے ہو'' پھر آپ نے کنویں کی طرف دیکھا تو وہ بھرا ہوا تھا۔ آپ نے پانی پیا' طہارت کی اور اپنا مشکیزہ بھرا۔ پھر حج کو گئے اور واپس ہوئے مگر مشکیزے کا پانی ختم نہیں ہوا۔

جب آپ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو

حضرت نے آپ کو دیکھتے ہی فرمایا کہ اگر آپ تھوڑی دیر صبر کرتے تو پانی آپ کے قدموں کے نیچے سے بہہ پڑتا اور آپ کے پیچھے پیچھے چلتا رہتا۔ (جامع کرامات اولیاء ص ۴۹۴)

پہلے واقعہ سے ثابت ہوا کہ حضرت سری سقطی علیہ الرحمتہ والرضوان کے بارے میں حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ عقیدہ تھا کہ وہ غیب جانتے ہیں میرے باطنی احوال سے پورے طور پر واقف ہیں۔ اور دوسرے واقعہ میں مرید کے دل کی کیفیت سے آگاہی کو ظاہر فرما کر آپ کا یہ کہنا کہ اولیاء واقف اسرار ہوتے ہیں۔ اور حضرت محمد شیرازی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو دیکھتے ہی ان کے کنویں والے واقعہ کے متعلق فرمانا اس بات کا کھلا ہوا ثبوت ہے کہ حضرت جنید بغداوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنے بارے میں بھی یہ عقیدہ ہے کہ مجھے علم غیب حاصل ہے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

(متوفی ۲۶۱ھ)

آپ اپنے زمانہ کے امام الاولیاء اور سلطان الاصفیاء ہیں۔ علوم ظاہری و باطنی میں کامل ہیں۔ آپ کی بزرگی ساری دنیا کو مسلم ہے۔ علم غیب کے بارے میں آپ کا عقیدہ ملاحظہ ہو۔

حضرت مولانا روم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مثنوی شریف میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمتہ والرضوان کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ شہر رے کے علاقہ میں خرقان کی طرف سے انہیں خوشبو معلوم ہوئی۔ اس خوشبو سے حضرت اس قدر مست ہوئے کہ چہرے کا رنگ کبھی سرخ ہوتا تھا اور کبھی سفید۔ ایک مرید نے عرض کیا حضور کیا معاملہ ہے کہ میں آپ کے چہرے کا رنگ بدلتا ہوا پاتا ہوں؟ فرمایا کہ اس طرف سے ایک دوست کی خوشبو آ رہی ہے۔ جہاں عنقریب ایک بہت بڑا اللہ والا تشریف لانے والا ہے۔

بعد چندیں سال می زاید شہے　　　　می زند بر آسمانہا خر گہے

وہ اللہ والا اتنے سال کے بعد پیدا ہوگا جو آسمان کی بلندیوں پر اپنی آرام گاہ بنائے گا۔

چیست نامش گفت نامش بوالحسن   حلیہ اش و اگفت زابرو تاذقن

کسی نے پوچھا کہ ان کا نام کیا ہے؟ فرمایا کہ ان کا نام ابوالحسن ہے۔ پھر ان کا پورا حلیہ بیان فرمایا۔ ابرو کیسا ہوگا؟ ٹھوڑی کیسی ہوگی؟ سب بتا دیا۔

قداو وحداو و شکل او   یک بیک وا گفت از گیسو ورو

ان کے قد، حد، شکل وصورت اور بال وغیرہ کی حالتوں کو تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا—— حضرت کے بیان کے مطابق ابوالحسن خرقانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی تاریخ پیدائش کو لوگوں نے نوٹ کرلیا۔

چوں رسید آں وقت و آں تاریخ راست   زاں زمیں آں شاہ پیدا گشت خاست

جب وہ وقت اور وہی تاریخ آئی تو خرقان میں حضرت ابوالحسن خرقانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ پیدا ہوئے۔

اس واقعہ میں حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمتہ والرضوان نے حضرت ابوالحسن خرقانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی پیدائش سے بہت پہلے ان کے بارے میں خبر دی ان کا پورا حلیہ بیان فرمایا، شکل وصورت اور بال وغیرہ کے بارے میں بالتفصیل بتایا۔ یہ سب غیب کی باتیں ہیں۔ جنہیں آپ نے ظاہر فرما کر ثابت کر دیا کہ اللہ نے ہمیں علم غیب عطا فرمایا ہے۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے۔

نوٹ :- حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال ۲۶۱ھ میں ہوا اور حضرت ابوالحسن خرقانی کا ۴۳۵ھ میں۔ (نفحات الانس)

امام الاولیاء حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ والرضوان۔ متوفی ۶۳۲ھ)

حضرت علامہ تادفی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ آپ عراق کے اُن بزرگوں میں سے ہیں جن پر حکومت باطنی کا اختتام ہو جاتا ہے۔ آپ عالم و فاضل تھے

اور بہت فصیح و بلیغ کلام فرماتے تھے نہ صرف آپ کو علم لدنی حاصل تھا بلکہ غیب کے حالات بھی بتا دیا کرتے تھے۔ اکثر خارق عادات کرامات کا آپ سے ظہور ہوتا رہتا تھا۔ کتاب و سنت پر شدت کے ساتھ عمل پیرا تھے اور شریعت و طریقت میں اجتہاد کا درجہ رکھتے تھے۔ مزار مقدس بغداد شریف میں ہے آپ اُن ہستیوں میں سے تھے جن کے پاس غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بذات خود تشریف لائے اور فرمایا کہ اے شہاب الدین! تم مشاہیر کے آخری فرد ہو۔ (قلائد الجواہر ص ۳۹۱)

اور علامہ تادنی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کے مصاحب شیخ نجم الدین نقطیسی فرماتے ہیں کہ میں حضرت شیخ سہروردی کے حجرۂ عبادت میں داخل ہوا۔ وہ ان کے چلہ کا آخری دن تھا۔ اس دن میں نے دیکھا کہ شیخ ایک بہت بلند پہاڑ پر ہیں اور آپ کے سامنے جواہرات کا انبار لگا ہوا ہے اور آپ مٹھیاں بھر بھر کر لوگوں کی جانب پھینکتے جاتے ہیں اور لوگ دوڑ دوڑ کر اٹھا رہے ہیں جب موتی کم ہوتے تو وہ خود بخود بڑھ جاتے —— جب آپ چلہ سے باہر آ گئے تو میں اس واقعہ سے ذہن کو یکسر خالی کر کے سو گیا۔ دوسرے دن جب میں نے آپ سے اس واقعہ کے بارے میں تفصیل معلوم کرنی چاہی تو آپ نے میرے کچھ کہنے سے پہلے ہی فرمایا کہ صاحبزادے! تم نے جو کچھ دیکھا وہ درست ہے اور یہ سب کچھ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا فیض اور ان کی تعلیم کا نتیجہ ہے۔ (قلائد الجواہر ص ۳۹۱)

بقول حضرت تادنی علیہ الرحمتہ آپ غیب کے حالات بھی بتا دیا کرتے تھے اور بقول شیخ نقطیسی آپ نے میرے کچھ کہنے سے پہلے ہی فرما دیا۔ ظاہر ہے کہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمتہ والرضوان کا یہ عقیدہ ہے کہ میں غیب جانتا ہوں ورنہ غیب کی باتوں کو وہ زبان پر ہرگز نہ لاتے۔

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

(متوفی ۴۶۵ھ)

آپ اولیائے متقدمین میں سے ہیں' ظاہری اور باطنی علوم کے جامع ہیں۔ آپ کا مزار اقدس لاہور میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ آپ کی عظمت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے مزارِ پر انوار پر حاضر ہوئے۔ وہاں پر چلہ کیا اور رخصتی کے وقت حضرت کی شان میں یہ شعر فرمایا۔

گنج بخش فیض عالم مظہر نورِ خدا

ناقصاں راپیر کامل کاملاں را رہنما

علم غیب کے بارے میں حضرت کا عقیدہ جاننے کے لئے مندرجہ ذیل واقعات ملاحظہ ہوں۔

خود حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمتہ والرضوان تحریر فرماتے ہیں ایک بوڑھے آدمی نے بیان کیا کہ وہ ایک دن حضرت ابوعلی بن حسین دقاق رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی مجلس میں اس خیال سے گیا کہ متوکلوں کی کیفیت کے متعلق ان سے کچھ دریافت کرے۔ حضرت طبرستان کا بنا ہوا خوبصورت عمامہ (پگڑی) باندھے ہوئے تھے۔ بوڑھے نے سوال کیا۔ ''توکل علی الحق کیا چیز ہے''؟ فرمایا لوگوں کی پگڑیوں کو لالچ کی نظر سے نہ دیکھنے کو توکل کہتے ہیں۔ یہ فرمایا اور پگڑی اتار کر بوڑھے آدمی کے سامنے رکھ دی۔

(کشف المحجوب ص ۲۴۴)

اور آپ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابوسعید فضل اللہ مہینی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نیشاپور سے طوس جا رہے تھے۔ راستے میں ایک ٹھنڈی وادی تھی۔ سردی کی وجہ سے آپ کے پاؤں ٹھنڈے ہو گئے۔ ایک درویش آپ کے ساتھ تھا۔ اس نے سوچا کہ اپنے کمر بند کو پھاڑ کر آپ کے دونوں پیروں میں لپیٹ دوں۔ پھر اس خیال سے رک گیا کہ کمر بند بہت

خوبصورت ہے اسے ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ طوس پہنچ کر وہ درویش آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا۔ وسوسہ اور الہام میں کیا فرق ہے؟ فرمایا کہ کمر بند پھاڑ کر پاؤں پر لپیٹ دینے کا خیال الہام تھا۔ اور جو چیز روکنے والی تھی وہ وسوسہ تھا۔ (کشف المحجوب ص ۲۴۷)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت ابو الفضل محمد ختلی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو وُضو کروا رہا تھا میرے دل میں خیال گزرا کہ جب ہر کام تقدیر سے ہوتا ہے تو آزاد لوگ کیوں کرامت کی امید پر پیروں کے غلام بنے رہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا عزیز من! میں تیرے دل کی کیفیت سمجھ رہا ہوں۔ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ ہر چیز کے لئے سبب ہوتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کو تخت و تاج سے سرفراز کرنا چاہتا ہے تو اپنے کسی دوست کی خدمت اس کے سپرد کر دیتا ہے تا کہ وہ خدمت حصول کرامت کا سبب بن جائے۔ (کشف المحجوب ص ۲۴۸)

اور حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت ابو القاسم بن علی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے اپنے حالات و مشاہدات بیان کر رہا تھا۔ اس خیال سے کہ وہ ناقد وقت ہونے کی حیثیت سے میری کیفیت پر نظر فرمائیں۔ وہ نہایت توجہ سے سن رہے تھے۔ میں نے پندارِ طفلی اور زورِ جوانی میں بیان کو طول دیا اور دل میں سوچا کہ غالباً یہ بزرگ ان مقامات سے نہیں گزرے ہیں ورنہ اس انہماک اور نیازمندی سے نہ سنتے۔ انہوں نے میرے دل کی کیفیت کو سمجھ لیا۔ اور فرمایا جان پدر! میرا خضوع اور انہماک تیرے لئے یا تیرے احوال کے لئے نہیں ہے بلکہ اس ذات کے لئے ہے جو خالق احوال ہے۔ یہ چیزیں ہر طالب کو پیش آتی ہیں۔ تیرے لئے کوئی خصوصیت نہیں یہ سن کر میرے ہوش اڑ گئے۔ (کشف المحجوب ص ۲۵۰)

ایک بزرگ کا لالچ کی نظر سے پگڑی کے دیکھنے کو جان لینا' دوسرے کا کمر بند پھاڑنے کے ارادہ سے واقف ہونا اور تیسرے و چوتھے کا دل کی کیفیت سے آگاہ ہونا سب غیب کی باتیں ہیں جن کو حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمتہ و الرضوان نے اپنی کتاب میں تحریر فرما کر ثابت کر دیا کہ بزرگان دین کو علم غیب حاصل ہوتا ہے میرا بھی یہی عقیدہ

ہے۔

اور سفینۃ الاولیاء میں ہے کہ جب حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے لاہور میں قیام فرمایا تو مسجد کی تعمیر شروع کی جس کی محراب لاہور کی دوسری مسجدوں کی بہ نسبت دکھن کی جانب کچھ زیادہ جھکی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ وہاں کے علماء نے اعتراض کیا مگر آپ خاموش رہے پھر جب مسجد تیار ہوگئی تو آپ نے شہر کے تمام علماء اور فضلا کو دعوت دی اور خود امام ہوکر نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد سب لوگوں کا منہ قبلہ کی جانب کرکے کھڑا کیا اور فرمایا دیکھو! قبلہ کس طرف ہے۔ یہ کہنا تھا کہ فوراً سب لوگوں کی نگاہوں سے سارے حجابات اُٹھ گئے کعبہ معظّمہ سامنے ہوگیا اور اسے ہر ایک نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ (حدائق الحنفیہ ص ۱۹۸)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا خود اپنے بارے میں بھی یہ عقیدہ تھا کہ میں علم غیب رکھتا ہوں۔ درمیان میں ہزاروں حجابات ہونے کے باوجود کعبہ معظّمہ کو یہیں سے دیکھ رہا ہوں اور ضرورت پڑنے پر دوسروں کو بھی دکھا دیتا ہوں۔

زبدۃ العرفاء حضرت علامہ شطنوفی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

(متوفی ۷۱۳ھ)

آپ کو حضرت علامہ جلال الدین سیوطی نے حسن المحاضرہ میں الامــام الاوحـد یعنی بے نظیر امام تحریر فرمایا ہے اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی نے الـدولة الـمكية میں آپ کو عارف اَجَلّ، ولی اکمل اور زبدۃ العرفاء لکھا ہے۔ وہ اپنی کتاب بہجتہ الاسرار شریف میں تحریر فرماتے ہیں کہ ابو العفاف موسیٰ بن عثمان نے ۶۶۳ھ میں ہم سے شہر قاہرہ میں بیان کیا کہ میرے والد ماجد ابو المعانی عثمان نے ہمیں ۶۱۴ھ میں شہر دمشق میں خبر دی کہ ہمیں دو بزرگ حضرت ابو عمر وعثمان صریفینی اور حضرت ابو محمد عبدالحق حریمی نے ۵۵۹ھ میں بغداد شریف میں خبر دی کہ ہم ۳ صفر بروز یکشنبہ (اتوار) ۵۵۵ھ میں

حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار میں حاضر تھے تو حضرت نے وضو کر کے کھڑاؤں پہنی اور دو رکعت نماز پڑھی۔ سلام کے بعد ایک عظیم نعرہ مارا اور ایک کھڑاؤں ہوا میں پھینکی۔

پھر دوسرا نعرہ مار کر دوسری کھڑاؤں پھینکی وہ دونوں ہماری نگاہوں سے غائب ہو گئیں پھر حضرت نے تشریف رکھی مگر ہیبت کے سبب کسی کو پوچھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ ۲۳ دن کے بعد عجم سے ایک قافلہ حاضر بارگاہ ہوا اور کہا ہمارے پاس حضرت کی ایک نذر ہے ہم نے حضرت سے اس نذر کے لینے میں اجازت طلب کی۔ آپ نے فرمایا لے لو۔ انہوں نے ایک من ریشم، خز کے تھان، سونا اور حضرت کی کھڑاؤں جو اس روز ہوا میں پھینکی تھی پیش کی۔

ہم نے ان سے پوچھا یہ کھڑاؤں تمہارے پاس کہاں سے آئی؟ انہوں نے کہا ہم ۳ صفر یکشنبہ کو سفر میں تھے کہ بہت سے ڈاکو دو سرداروں کے ساتھ ہم پر ٹوٹ پڑے۔ ہمارے مال لوٹ لئے اور کچھ آدمیوں کو قتل کر دیا۔ پھر ایک نالے میں مال تقسیم کرنے کے لئے اترے۔ نالے کے کنارے ہم تھے۔ فَقُلْنَا لَوْ ذَكَرْنَا الشَّيْخَ عَبْدُ الْقَادِرِ فِيْ هٰذَا الْوَقْتِ وَنَذَرْنَا لَهٗ شَيْئًا مِنْ اَمْوَالِنَا اِنْ سَلِمْنَا۔ یعنی ہم نے کہا بہتر ہو کہ اس وقت ہم حضرت غوث اعظم کو یاد کریں اور نجات پانے پر کچھ مال حضرت کے لئے نذر پیش کریں۔ ہم نے حضرت کو یاد ہی کیا تھا کہ دو عظیم نعرے سنے گئے جن سے جنگل گونج اٹھا۔ اور ہم نے ڈاکوؤں کو دیکھا کہ ان پر خوف چھا گیا۔ ہم سمجھے کہ ان پر کوئی اور ڈاکو آ پڑے۔ وہ بھاگ کر ہمارے پاس آئے اور بولے اپنا مال لے لو اور دیکھو ہم پر کیسی مصیبت آ پڑی۔ ہمیں اپنے دونوں سرداروں کے پاس لئے گئے ہم نے دیکھا وہ مرے پڑے ہیں اور ہر ایک کے پاس ایک کھڑاؤں پانی سے بھیگی ہوئی رکھی ہے۔ ڈاکوؤں نے ہمارے سب مال ہمیں واپس کر دیئے اور کہا کہ اس واقعہ کی کوئی عظیم الشان خبر ہے۔

(بہجۃ الاسرار ص ٦٧)

اور حضرت علامہ شطنوفی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ خبر دی ہم کو شیخ ابوالفتوح داؤد بن ابوالمعالی نصر بن شیخ ابوالحسن علی بن شیخ ابوالمجد مبارک بن احمد بغدادی حریمی حنبلی نے انہوں نے کہا کہ خبر دی مجھ کو میرے والد نے کہ میں نے اپنے دادا ابو المجد سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں ایک دن حضرت شیخ مکارم علیہ الرحمتہ والرضوان کے پاس ان کے گھر نہر خالص پر تھا (جو حضرت شیخ علی بن ہیتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جلیل القدر خلفاء میں سے ہیں۔)

میرے دل میں خیال گزرا کہ کاش میں حضرت کی کچھ کرامت دیکھتا۔ تو آپ نے مسکراتے ہوئے میری طرف توجہ کی اور فرمایا۔ عنقریب پانچ آدمی ہمارے پاس آئیں گے۔ ان میں سے ایک گورا سرخ رنگ والا ہے۔ جس کے رخسار پر تل ہے۔ اس کی عمر کے صرف نو مہینے باقی ہیں۔ پھر اسے بطائح میں شیر پھاڑ ڈالے گا اور اللہ تعالیٰ اسے وہیں سے اٹھائے گا۔ اور دوسرا عراق کا رہنے والا جو سرخ و سفید اور کانا لنگڑا ہے وہ ہمارے پاس ایک مہینہ بیمار رہ کر مر جائے گا اور ایک مصر کا رہنے والا گندمی رنگ کا ہے۔ اس کے بائیں ہاتھ میں چھ انگلیاں ہیں اور اس کی بائیں ران میں نیزے کے زخم کا نشان ہے جو اسے تیس برس پہلے لگا تھا۔ وہ ہندوستان میں تجارت کرتے ہوئے تیس برس بعد مرے گا۔

اور ایک شامی گندم گوں ہے جس کی انگلیوں پر گھٹا پڑا ہوا ہے۔ وہ زمین حریم میں تیرے گھر کے دروازہ پر سات برس تین مہینے سات دن کے بعد مرے گا۔ اور ایک یمن کا رہنے والا جو گورے رنگ کا ہے وہ کافر ہے۔ اس کے لباس کے نیچے زنار (جنیو) ہے۔ تین برس ہوئے وہ اپنے ملک سے نکلا ہے اور اب تک اپنا کافر ہونا اس نے کسی سے نہیں بتایا تا کہ وہ مسلمانوں کو جانچے کہ کون اس کا حال ظاہر کرتا ہے۔

اور بیشک عجمی نے بھنا ہوا گوشت کھانا چاہا اور عراقی نے چاول کے ساتھ بطخ اور شامی نے سیب کھانا چاہا اور یمنی نے انڈا نیم برشت اور کسی نے اپنی خواہش دوسرے کو

نہیں بتائی۔ اور عنقریب ان کے کھانے ان کی خواہشات کے مطابق بہت زیادہ ہمارے پاس آئیں گے۔ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔

ابو المجد نے فرمایا خدا کی قسم ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ حضرت شیخ کے فرمانے کے مطابق پانچوں آ گئے اور ان کے حلیوں میں ذرا بھی فرق نہیں تھا۔ میں نے مصر والے سے اس کی ران کے زخم کا حال پوچھا تو اسے میرے دریافت کرنے پر بڑا تعجب ہوا اور کہا کہ یہ زخم مجھے تیس برس پہلے لگا تھا۔ پھر ایک شخص آیا اور اس کے ساتھ ان کی خواہش کے مطابق کھانے کی تمام قسمیں تھیں۔ اس نے سب کو حضرت شیخ کے سامنے رکھ دیا۔ پھر شیخ نے اسے حکم فرمایا تو اُس نے ہر ایک کے سامنے اس کی خواہش کی چیز رکھ دی۔ اور ان سے فرمایا جو تم چاہتے ہو وہ کھاؤ تو اُن لوگوں پر غشی طاری ہو گئی۔

جب افاقہ ہوا تو یمنی نے حضرت شیخ سے عرض کیا کہ اے سردار! کیا تعریف ہے اس شخص کی جو مخلوق کے بھیدوں سے آگاہ ہے؟ فرمایا یہ ہے کہ اس نے جان لیا کہ تو کافر ہے اور تیرے کپڑوں کے نیچے زُنار ہے۔ یہ سن کر وہ شخص چیخ پڑا اور شیخ کی خدمت میں کھڑے ہو کر اسلام لے آیا۔ آپ نے فرمایا بیٹا! ہر وہ شخص جس نے مشائخ میں سے تجھے دیکھا تو یقیناً تیرا حال جان لیا مگر وہ یہ بھی جانتے تھے کہ تیرا اسلام میرے ہاتھ پر ہے اس لئے وہ تیری بات سے رُک گئے۔

اور بلا شبہہ ان کی وفات ویسی ہی ہوئی جیسی کہ حضرت شیخ نے خبر دی تھی اسی وقت مذکور پر اور بعینہٖ اسی جگہ بلا تقدیم و تاخیر کے۔ اور عراقی شیخ کے اسی زاویہ میں مہینہ بھر بیمار رہنے کے بعد مرا اور میں اس کے جنازہ کے نمازیوں میں سے تھا۔ اور شامی مرا ہمارے پاس حریم میں۔ میرے گھر کے دروازہ پر پڑا تھا۔ مجھے آواز دی گئی میں باہر آیا تو ناگاہ وہ ہمارا رفیق شامی تھا اس کی موت میں اور اس وقت میں کہ شیخ نے فرمایا تھا بالکل ٹھیک سات برس تین مہینے سات دن تھے۔ (بہجۃ الاسرار ص ۲۰۰)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان اس واقعہ کے کل

غیبوں کی تفصیل یوں تحریر فرماتے ہیں عنقریب ہمارے پاس پانچ آدمی آئیں گے۔ ان میں کا ایک عجمی ہے' دوسرا عراقی' تیسرا مصری' چوتھا شامی اور پانچواں یمنی۔ یہ کل آٹھ غیب ہوئے پہ عجمی کے متعلق گیارہ غیبوں کی خبر دی کہ وہ گورا ہو گا' اس کی سفیدی میں سرخی ملی ہوئی ہوگی' اس کے تل ہوگا' تل رخسار پر ہو گا اور وہ رخسار داہنا ہو گا۔ گوشت کی خواہش کرے گا اور خواہش بھنے ہوئے گوشت کی ہو گی نہ پکے ہوئے کی ہو گی اور نہ سوکھے کی۔ وہ نو مہینہ بعد مر جائے گا اور اس کی موت شیر کے پھاڑنے سے ہو گی اور بطائح میں ہو گی اور وہیں دفن کیا جائے گا اور وہاں سے منتقل نہ ہو گا اور وہیں سے اس کا حشر ہو گا۔

اسی طرح عراقی کے متعلق گیارہ غیبوں کی خبر دی۔ وہ گورا ہے' اس میں سرخی جھلکتی ہے' اس کی آنکھ میں پھلی ہے' اس کے پاؤں میں لنگڑا پن ہے' وہ بطیخ چاہے گا اور یہ کہ اسے چاولوں کے ساتھ کھائے گا۔ اور یہ شخص بیمار ہو گا ایک مہینہ تک مرض میں مبتلا رہے گا اور اسی سے مر جائے گا' یہیں مرے گا اور ایک مہینہ بعد مرے گا۔

اور مصری کے متعلق پندرہ غیبوں کو بیان فرمایا۔ وہ گندم گوں ہو گا' چھانگر ہو گا' چھٹی انگلی بائیں ہاتھ میں ہو گی۔ اس کے نیزے کا زخم ہو گا' ران میں ہو گا' بائیں ران میں ہو گا اور یہ زخم اس کا پورا نہ ہو گا اور تیس برس پہلے کا ہو گا۔ اور وہ شہد کی خواہش کرے گا' شہد خالص نہیں بلکہ گھی سے ملا ہوا وہ تاجر ہو گا' اس کی تجارت گاہ ہندوستان میں ہو گی' اپنی آخری عمر تک تجارت ہی کرتا رہے گا' وہ ہندوستان میں مرے گا اور اس کی موت تیس برس کے بعد ہو گی۔

اور شامی کے متعلق نو غیبوں کی خبر دی۔ وہ گندمی رنگ کا ہو گا جس میں سفیدی غالب ہو گی' موٹے موٹے گھٹے پڑی ہوئی انگلیوں والا ہو گا' سیب کی خواہش کرے گا' شامی سیب چاہے گا' زمین حریم میں مرے گا' اس کی موت ابوالمجد کے گھر کے دروازے پر ہو گی۔ اس کی عمر میں سات برس مہینوں میں سے تین مہینے اور دنوں میں سے سات

دن باقی رہ گئے ہیں۔ (الدولۃ المکیہ ص ۱۷۱)

پہلے واقعہ میں دور دراز مقام سے قافلہ والوں کے یاد کرنے کو حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جان لینا' پھر ان کو کس طرح کی مدد چاہیے اس سے واقف ہونا اور ڈاکوؤں کے دو سردار ہیں اس سے آگاہ ہونا —— اور دوسرے واقعہ میں حضرت شیخ مکارم علیہ الرحمتہ والرضوان کا پانچ آدمیوں کے بارے میں گزشتہ اور آئندہ کی تمام خبریں دینا سب غیب کی باتیں ہیں----

ان واقعات کو لکھنے سے معلوم ہوا کہ بزرگان دین کو علم غیب ہوتا ہے علامہ شطنوفی کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ اگر وہ ایسا اعتقاد نہ رکھتے تو ان واقعات کو اپنی کتاب بہجتہ الاسرار شریف میں ہرگز تحریر نہ فرماتے۔

امام الاولیاء حضرت بہاء الدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

(متوفی ۷۹۱ھ)

آپ طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے مرشد اعظم ہیں اور اکابرین ائمۂ صوفیہ کے قائد ہیں۔ نقشبندی سلسلہ آپ ہی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ آپ کی ولادت ۷۱۷ھ میں ہوئی اور وفات ۷۹۱ھ میں آپ کا مزار مبارک بخارا سے چار کلو میٹر دور قصر عارفاں میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ علم غیب کے بارے میں حضرت کا عقیدہ جاننے کے لئے چند واقعات ملاحظہ ہوں۔

حضرت علامہ نبہانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ نقشبند علیہ الرحمتہ والرضوان کے ایک خادم کا بیان ہے کہ میں شہر مرو میں حضرت کی خدمت میں تھا۔ مجھے اپنے گھر والوں کی ملاقات کا شوق ہوا جو بخارا میں تھے۔ اس لئے کہ مجھے اپنے بھائی شمس الدین کی موت کی خبر ملی تھی' میں حضرت سے اجازت لینے کی جرأت نہ کر سکا۔ میں نے امیر حسین سے التماس کیا کہ مجھے حضرت والا سے بخارا جانے کی اجازت دلوا دیں۔ حضرت نماز جمعہ کے لئے نکلے اور جب مسجد سے واپس ہوئے تو امیر حسین نے میرے

بھائی کی موت کا ذکر کیا۔ حضرت نے فرمایا یہ کیسی خبر ہے وہ تو زندہ ہے اور یہ دیکھو اس کی خوشبو مہک رہی ہے۔ میں تو اس کی خوشبو کو بالکل قریب پاتا ہوں۔ ابھی حضرت کا ارشاد گرامی پورا بھی نہیں ہوا تھا کہ میرا بھائی بخارا سے آ گیا۔ اس نے آ کر حضرت کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ آپ نے فرمایا امیر حسین! یہ دیکھو شمس الدین ہیں۔ حاضرین پر اس واقعہ کا بڑا اثر ہوا۔ (جامع کرامات اولیاء ص ۶۳۲)

اور حضرت علامہ نبہانی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت خواجہ نقشبند رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بخارا میں تھے۔ مغرب کی نماز کے بعد آپ نے مولیٰ نجم الدین سے فرمایا کہ اگر میں تمہیں چوری کا حکم دوں تو چوری کرو گے؟ وہ بولے نہیں حضور! آپ نے فرمایا کیوں؟ انہوں نے عرض کیا حقوق اللہ میں کوتاہی ہو تو اس کا تدراک توبہ سے ہو جاتا ہے۔ لیکن چوری کا تعلق تو حقوق العباد سے ہے اس کی تلافی توبہ سے نہیں ہو سکتی۔ فرمایا اگر ہمارا حکم نہیں مان سکتے تو ہمارا ساتھ چھوڑ دو۔ مولیٰ نجم الدین بہت پریشان ہوئے توبہ کی اور عہد کیا کہ اب حضرت کے کسی حکم کی بھی نافرمانی نہیں ہو گی لوگوں نے ان کی سفارش کی اور معافی کی التجا کی تو حضرت نے انہیں معاف کر دیا۔

معافی کے بعد مولیٰ نجم الدین اور کچھ غلاموں کو ساتھ لے کر حضرت چل پڑے۔ جب باب سمرقند کے محلہ میں پہنچے تو ایک گھر کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ اس کی دیوار توڑ کر اندر گھس جاؤ اور فلاں جگہ ایک تھیلا سامان سے بھرا ہوا پڑا ہے اسے لے آؤ۔ سب لوگوں نے آپ کے حکم کے مطابق عمل کیا اور پھر ایک کونے میں جا کر بیٹھ گئے۔ کچھ دیر بعد کتے بھونکنے لگے۔ آپ نے مولیٰ نجم الدین اور کچھ غلاموں کو اس کی گھر کی طرف بھیجا۔ انہوں نے جا کر دیکھا تو دوسری دیوار توڑ کر چور اندر گئے ہیں مگر کوئی چیز ان کو نہیں ملی۔ یہ چور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ ہم سے پہلے دوسرے چور آئے ہیں اور سب کچھ لوٹ کر لے گئے ہیں۔ حضرت کے ساتھی یہ بات سن کر دنگ ہو گئے۔

گھر کا مالک ایک باغ میں ٹھہرا ہوا تھا۔ صبح سویرے حضرت نے سارا سامان اپنے ایک مرید کے ہاتھ اسے بھیج دیا۔ اور مرید سے فرمایا اسے بتا دینا کہ تیرے گھر چوری

ہونے والی ہے۔ فقیروں کو اس بات کا علم پہلے ہو چکا تھا اس لئے چوروں کے آنے سے پہلے انہوں نے کپڑے اور سامان وہاں سے نکال لئے ہیں۔ یہ حکم دے کر حضرت نے مولیٰ نجم الدین کی طرف معنی خیز نگاہوں سے دیکھ کر فرمایا اگر شروع ہی میں ہمارے حکم کی تعمیل کرتے تو بہت زیادہ حکمتیں پاتے۔ (جامع کرامات اولیاء ص ۶۴۰)

اور حضرت علامہ جامی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ پیر شیخ قطب الدین جو حضرت خواجہ نقشبند علیہ الرحمتہ والرضوان کے مرید ہیں انہوں نے ہم سے یہ واقعہ بیان کیا کہ میں جب کہ لڑکا تھا اس وقت حضرت خواجہ نقشبند نے مجھ سے فرمایا فلاں کبوتر خانے میں جا اور وہاں سے چند کبوتر لے آ۔ جب میں کبوتر خانے میں گیا تو میں نے ایک کبوتر کا بچہ اپنے پاس رکھ لیا اور باقی کبوتر ذبح کر کے حضرت خواجہ کے پاس لے آیا۔ کبوتر پکائے گئے اور حاضرین پر پکا ہوا گوشت تقسیم ہوا تو مجھے نہیں دیا گیا اور فرمایا کہ تم نے اپنا حصہ زندہ لے لیا ہے۔ (نفحات الانس ص ۶۲۵)

شمس الدین کی موت کی خبر کو رد فرما کر یہ کہنا کہ وہ زندہ ہے، باب سمرقند محلہ کے ایک گھر میں چوری ہونے والی ہے اور قیمتی سامان کہاں رکھے ہوئے ہیں۔ ان باتوں کو جاننا اور کبوتر کا بچہ لینے سے واقف ہونا۔ یہ ساری باتیں غیب کی ہیں جنہیں ظاہر فرما کر حضرت خواجہ نقشبند رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے علم غیب عطا کیا ہے بلکہ آپ نے واضح لفظوں میں اپنا یہ عقیدہ بیان فرمایا ہے کہ زمین گروہ اولیاء کے نزدیک ایک ناخن کے برابر ہے ان کی نظر سے کوئی چیز غائب نہیں۔

(نفحات الانس ص ۶۲۴)

علامہ جلال الدین محمد رومی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

(متوفی ۶۷۲ھ)

آپ واقف اسرار شریعت اور دانائے رموز طریقت ہیں۔ نام آپ کا جلال الدین محمد ہے لیکن عام طور پر مولانا روم کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ پیدائشی ولی تھے۔ کمسنی

ہی میں تین چار روز کے بعد صرف ایک مرتبہ کچھ کھاتے تھے اور کراماً کاتبین وغیرہ کو پانچ ہی سال کی عمر میں دیکھ لیا کرتے تھے۔ آپ کی تصنیف مثنوی معنوی ساری دنیا میں مشہور ہے۔ آپ کی پیدائش ۶۱۳ھ اور وفات ۶۷۲ھ میں ہوئی۔ قونیہ (ترکی) میں آپ کا مزار مبارک زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ علم غیب کے بارے میں آپ کا عقیدہ ملاحظہ ہو۔

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وضو فرمایا اور جب موزہ کی طرف ہاتھ بڑھایا کہ اس کو پہنیں تو ایک چیل موزہ کو لے کر ہوا میں اڑ گئی۔ اور اوپر جانے کے بعد اس کا منہ نیچے کر دیا تو اس میں سے ایک سانپ گرا۔

پس عقاب آں موزہ را آورد باز   گفت ہیں بستاں وروسوئے نماز

اس کے بعد چیل نے اس موزہ کو واپس لا کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اور عرض کر دیا کہ اب آپ اسے پہن کر نماز کے لئے تشریف لے جایئے۔

یہاں پر ایک شبہہ پیدا ہوا کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب داں ہیں اور ہر ظاہر و پوشیدہ چیز کو جانتے ہیں تو انہوں نے موزہ میں سانپ کے ہونے کو کیوں نہیں جان لیا؟ اس شبہ کا جواب اللہ کے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو دیا اسے مولانا روم علیہ الرحمتہ والرضوان اپنے الفاظ میں یوں بیان فرماتے ہیں۔

گرچہ ہر غیبے خدا مارا نمود   دل دراں لحظہ بحق مشغول بود

یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے ہر غیب کو مجھ پر ظاہر فرمایا ہے لیکن میرا دل اس وقت اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول تھا۔ اس لئے میں سانپ کو نہیں دیکھ سکا۔

رہی یہ بات کہ چیل کو کیسے معلوم ہو گیا کہ موزہ میں سانپ ہے؟ تو اس شبہ کا جواب دیتے ہوئے چیل نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا۔

ماردر موزہ بہ بینم از ہوا   نیست از من عکس تست اے مصطفیٰ

سانپ کو موزہ کے اندر ہوا میں اڑتے ہوئے دیکھنا۔ یہ خوبی میری ذات میں نہیں

ہے بلکہ اے پیارے مصطفیٰ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ آپ کے عکس اور پرتو کی برکت ہے کہ میرے لئے ہر چیز روشن ہوگئی۔ (مثنوی شریف جلد سوم)

اور حضرت مولانا روم علیہ الرحمتہ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا کہ اے میرے پیارے صحابی تم نے کس حال میں صبح کی؟ عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے اس حال میں صبح کی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور مومن ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے ایمان کی کچھ نشانیاں بیان کرو۔

گفت خلقاں چوں بہ بیند آسماں — من بہ بینم عرش را با عرشیاں

عرض کیا یا رسول اللہ! جس طرح مخلوق آسمان کو دیکھتی ہے اسی طرح میں عرش کو عرشیوں یعنی فرشتوں کے ساتھ دیکھتا ہوں۔

ہشت جنت ہفت دوزخ پیش من — ہست پیدا ہمچوبت پیش شمن

آٹھوں جنتیں اور ساتوں دوزخیں میرے سامنے اس طرح ہیں جیسے کہ پجاری کے سامنے بت ہوتا ہے۔

کہ بہشتی کہ و بیگانہ کسی ست — پیش من پیدا چو مور و ماہی ست

جنتی اور دوزخی مجھ پر ایسے ہیں جیسے آنکھ والے کے سامنے چیونٹی اور مچھلی۔

ہیں بگویم یا فروبندم نفس — لب گزیدش مصطفیٰ یعنی کہ بس

حضور مجھے اجازت دیں تو میں بیان کروں یا حکم ہو تو خاموش ہو جاؤں پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بس کرو۔ (مثنوی شریف جلد اول)

ان واقعات کو مولانا روم علیہ الرحمتہ والرضوان نے اپنی مثنوی شریف میں لکھ کر اپنا یہ عقیدہ واضح کر دیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل ہے۔ اور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی غیب کی باتیں جانتے تھے --- اور پہلے واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اگر کبھی کسی چیز کو نہیں جانا تو اس لئے

کہ اس طرف حضور کی توجہ نہیں تھی جیسے کہ آپ کا قلب مبارک یاد الٰہی میں مشغول تھا تو موزہ میں چھپے ہوئے سانپ کو آپ نے نہیں جانا۔

اس کی مثال یوں ہے کہ استاد شاگردوں کے سامنے تقریر کرتا ہے لیکن ان میں جس طالب علم کا دل کسی دوسرے خیال میں لگا ہوا ہے وہ بہرا نہ ہونے کے باوجود کچھ نہیں سنتا ہے۔ اس لئے کہ استاد کی تقریر کی جانب اس کی توجہ نہیں ہے۔ یہاں تک کہ جلسہ میں لاوَڈ اسپیکر کے ذریعہ تقریر کرنے والا خوب بلند آواز سے بیان کرتا ہے مگر جلسہ گاہ میں اسٹیج کے قریب بیٹھ کر سننے والوں میں بھی جو شخص کسی دوسرے خیال میں ڈوبا ہوا ہے تقریر کی طرف توجہ نہ ہونے کے سبب وہ کچھ نہیں سنتا ہے۔

اسی طرح کبھی کوئی چیز نگاہ کے سامنے ہوتی ہے مگر توجہ نہ ہونے کے سبب نظر نہیں آتی۔ مثلاً اسٹیشن پر ٹرین کی آمدورفت کا چارٹ نگاہوں کے سامنے ہوتا ہے مگر جس ٹرین کا وقت آپ جاننا چاہتے ہیں جب تک اس پر توجہ نہیں ہوگی آپ اسے نہیں دیکھ پائیں گے۔ اور جیسے الماری میں کتابیں لگی ہوئی ہیں جن کی پیٹھ پر ان کے نام لکھے ہوئے ہیں۔ یا دواؤں کی شیشیاں رکھی ہوئی ہیں جن پر ان کے نام درج ہیں۔ آپ کسی کتاب یا دوا کی شیشی کو الماری سے نکالنے کے لئے اس کے سامنے کھڑے ہوئے۔ ساری کتابیں اور دواؤں کی شیشیاں آپ کی نظر کے سامنے ہیں یہاں تک کہ آپ کی آنکھ میں سب کا عکس بھی آ گیا مگر اوپر سے نیچے تک بار بار آپ دیکھتے ہیں تو جس کتاب یا شیشی کی آپ کو تلاش ہے جب تک آپ کی اس پر توجہ نہیں ہوگی نگاہ کے سامنے ہونے کے باوجود نظر نہیں آئے گی۔

اسی طرح غیب کی ساری چیزیں اللہ کے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہوں کے سامنے ہیں۔ لیکن جب کبھی کسی چیز پر آپ کی توجہ نہیں ہوتی تو وہ آپ کو نظر نہیں آتی۔

علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ

السلام نے شق صدر یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سینۂ اقدس کو چاک کرنے کے بعد جب آپ کے دل کو آبِ زم زم سے دھویا تو اس کے بعد فرمایا قَلْبٌ سَدِيْدٌ فِيْهِ عَيْنَانِ تُبْصِرَانِ وَاُذُنَانِ تَسْمَعَانِ یعنی قلب ہر قسم کی کجی سے پاک ہے اور بے عیب ہے اس میں دو آنکھیں ہیں جو دیکھتی ہیں اور دو کان ہیں جو سنتے ہیں۔

(فتح الباری جلد ۱۳ ص ۴۱۰)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دل کی آنکھیں اور کان غیب کی باتیں دیکھنے اور سننے کے لئے ہیں جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود فرمایا اِنِّیْ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ۔ یعنی میں وہ چیزیں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ باتیں سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ ص ۴۵۷)

لہٰذا جس طرح ظاہری آنکھ اور کان ہمیشہ دیکھتے اور سنتے ہیں مگر جب کبھی توجہ نہیں ہوتی تو کان نہیں سن پاتے اور نہ آنکھیں دیکھ پاتی ہیں اسی طرح اللہ کے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دل کی آنکھیں اور کان ہمیشہ غیب کی باتیں دیکھتے اور سنتے ہیں لیکن جب وہ یادِ الٰہی میں غرق ہو جاتا ہے یا توجہ دوسری طرف ہوتی ہے تو اس وقت غیب کی باتیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہیں معلوم ہو پاتی ہیں۔

اور حضرت مولانا روم علیہ الرحمتہ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔

لوح محفوظ ست پیش اولیاء　　از چہ محفوظ ست محفوظ از خطا

لوح محفوظ اولیاء اللہ کی نگاہوں کے سامنے ہے اور وہ لوح محفوظ ایسا ہے جو ہر قسم کی غلطی سے محفوظ ہے۔

اور تحریر فرماتے ہیں۔

کاملاں از دور نامت بشنوند　　تابقعر تار و پودت دررووند

اے مخاطب! اولیائے کرام دور سے تیرا نام سنتے ہیں یہاں تک کہ تیرے تانا بانا کی گہرائی میں چلتے ہیں یعنی تیرے رگ و ریشہ تک سے آگاہ ہیں۔

بلکہ پیش از زادن تو سالہا دیدہ باشندت ترابا حالہا

بلکہ پیدا ہونے سے سالوں پہلے تمہارے حالات کو ملاحظہ فرماتے رہتے ہیں۔

حالِ تو دانند یک یک موبمو زانکہ پر ہستند از اسرارِ ہو

تمہارے ہر حال سے ذرہ ذرہ آگاہ ہیں۔ اس لئے کہ ان کے اندر اسرارِ ربانی بھرے ہوئے ہیں۔

اِن اشعار سے حضرت مولانا روم علیہ الرحمتہ والرضوان کا یہ عقیدہ معلوم ہوا کہ اولیائے کرام کو بھی علم غیب حاصل ہے اس لئے کہ ان کی نظروں کے سامنے لوحِ محفوظ ہے جس میں ہر چیز کا بیان ہے۔ اور اولیائے کاملین لوگوں کے ایک ایک حال سے آگاہ ہیں بلکہ لوگوں کے پیدا ہونے سے بہت پہلے ان کے حالات کو جانتے ہیں۔

حجۃ الاسلام حضرت علامہ امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

(متوفی ۵۰۵ھ)

آپ خصوصیاتِ نبوت کے بیان میں تحریر فرماتے ہیں۔

اِنَّ لَهٗ صِفَةً بِهَا يُدْرِكُ مَا سَيَكُوْنُ فِي الْغَيْبِ اِمَّا فِي الْيَقْظَةِ اَوْ فِي الْمَنَامِ اِذْبِهَا يُطَالِعُ اللَّوْحَ الْمَحْفُوْظَ فَيَرىٰ مَا فِيْهِ مِنَ الْغَيْبِ۔

بے شک نبی کے لئے ایک ایسی صفت ہوتی ہے جس سے وہ آئندہ غیب کی باتیں جان لیا کرتے ہیں بیداری کی حالت میں یا خواب میں اس لئے کہ اسی صفت سے وہ لوح محفوظ کو ملاحظہ فرماتے ہیں۔ تو اس میں غیب کی جتنی باتیں ہیں ان کو دیکھتے ہیں۔

(احیاء العلوم ج ۴ ص ۱۹۴)

اور تحریر فرماتے ہیں:

مَهْمَا صَفَا الْبَاطِنُ اِنْكَشَفَ فِي حَدَقَةِ الْقَلْبِ مَا سَيَكُوْنُ فِي الْمُسْتَقْبِلِ

جب باطن صاف ہو جاتا ہے تو آئندہ زمانہ میں جو چیز ہونے والی ہے وہ دل کی آنکھ میں ظاہر ہو جاتی ہے۔

(احیاء العلوم ج ۴ ص ۵۰۴)

ان تحریروں سے حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ثابت کر دیا کہ ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے کہ نبی غیب داں ہوتے ہیں اس لئے کہ ان کی ذات میں غیب جاننے کی ایک خوبی ہوتی ہے بلکہ اللہ کے دوسرے محبوب بندوں کے دلوں میں بھی غیب کی باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔

سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین اجمیری کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۶۳۳ھ)

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ جب مسلمانوں کے دعا گو فقیر حقیرا ضعف العباد معین الدین حسن سنجری[1] کو خاص شہر بغداد خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مسجد میں حضرت خواجہ عثمان ہرونی نور اللہ مرقدہ (متوفی ۶۱۷ھ) کی پابوسی حاصل ہوئی تو اور مشائخ کبار بھی خدمت میں حاضر تھے تو جیسے ہی اس فقیر نے پابوسی کے لئے سر جھکایا تو ارشاد ہوا کہ جا دو رکعت نفل شکرانہ ادا کر۔ حضور کے ارشاد کے مطابق میں دو رکعت پڑھ کر حاضر ہوا تو پھر فرمایا قبلہ رو بیٹھ۔ میں قبلہ رو بیٹھا۔ پھر فرمایا سورۂ بقرہ پڑھ۔ جب میں پڑھ چکا تو حکم ہوا کہ اکیس بار درود شریف اور اکیس بار سبحان اللہ پڑھ۔ میں اس سے فارغ ہوا تو اس وقت حضور نے کھڑے ہوکر منہ آسمان کی طرف کیا اور اس فقیر کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ آ تجھ کو خدا تک پہنچا دوں اور خدا رسیدہ کردوں اس کے بعد ہی حضور نے دست مبارک میں مقراض (قینچی) لے کر اس دعا گو کے سر پر چلائی اور اپنی غلامی میں لے لیا۔ پھر کلاہ چہار گوشہ اس عقیدت کیش کے سر پر رکھی اور اعزاز بخشا اور گلیم خاص عطا فرمائی اور فرمایا بیٹھ جا۔ میں بیٹھ گیا۔ ارشاد ہوا کہ ہمارے خانوادہ میں ایک رات دن کا مجاہدہ آیا ہے۔ جا آج کے دن اور آج کی رات ذکر میں مشغول ہو۔

چنانچہ یہ درویش حضور کے حکم و ارشاد کے مطابق کامل ایک شبانہ روز طاعت اور

---

[1] سجزی سیستان کی طرف منسوب ہے۔ جو لوگ سنجری کہتے ہیں بر خود غلط ہیں۔ (حاشیہ سبع سنابل شریف ص ۳۰۸)

(حاشیہ سیر الاولیاء اردو ص ۱۰۷ بحوالہ بزم صوفیہ ص ۳۵)

عبادت میں مشغول رہا۔ دوسرے روز جب خواجہ نور اللہ مرقدہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا تو فرمایا کہ بیٹھ جا اور ہزار مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ۔ جب میں پڑھ چکا تو فرمایا کہ اوپر آسمان کی طرف دیکھ۔ میں نے دیکھا فرمایا اب تو کہاں تک دیکھتا ہے؟ میں نے عرض کیا عرش اعظم تک پھر فرمایا کہ زمین کی طرف دیکھ۔ جب میں نے زمین کی طرف دیکھا تو پوچھا کہ اب تو کہاں تک دیکھتا ہے؟ میں نے عرض کیا تحت الثریٰ تک پھر فرمایا ایک ہزار بار سورۂ اخلاص اور پڑھ جب میں پڑھ چکا فرمایا کہ اب پھر آسمان کی طرف دیکھ۔ جب میں نے دیکھا۔ فرمایا کہ اب کہاں تک دیکھتا ہے؟ میں نے کہا حجاب عظمت تک پھر فرمایا کہ آنکھ بند کر۔ میں نے آنکھ بند کر لی۔ پھر فرمایا آنکھ کھول دے۔ میں نے آنکھ کھول دی تو مجھ کو دو انگلیاں دست مبارک کی دکھلائی دیں۔ فرمایا کہ اس میں کیا دکھلائی دیتا ہے؟ میں نے کہا اٹھارہ ہزار عالم معلوم ہوتے ہیں۔ جب میں نے یہ عرض کیا تو ارشاد فرمایا کہ اب تیرا کام پورا ہو گیا۔ (انیس الارواح ص ۵)

حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ[1] کی اس تحریر سے ثابت ہوا کہ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو علم غیب عطا فرمایا ہے کہ پیر و مرشد کے پوچھنے پر انہوں نے کہا کہ میں اوپر عرشِ اعظم تک اور نیچے تحت الثریٰ تک دیکھتا ہوں اور پھر کہا حجاب عظمت تک دیکھتا ہوں اور دو انگلیوں میں اٹھارہ ہزار عالم معلوم ہوتے ہیں۔

قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

(متوفی ۶۳۴ھ)

آپ سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید و خلیفہ اور حضرت فرید الدین گنج شکر علیہ الرحمۃ والرضوان کے پیر و مرشد ہیں آپ اکابر

---

[1] غیر صحابہ کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے کا مفصل فتویٰ اس کتاب کے آخر میں ملاحظہ ہو۔

اولیاء اور جلیل القدر اصفیاء میں سے ہیں۔ آپ کا مزار مبارک دہلی میں مہرولی شریف زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

حضرت خواجہ امیر خورد کرمانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ جب شیخ شیوخ العالم فرید الدین گنج شکر علیہ الرحمتہ والرضوان نے چاہا کہ مجاہدہ اختیار کریں تو آپ نے اس کے متعلق حضرت شیخ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں عرض کیا۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ ''طے'' کرو چنانچہ آپ نے تین روز تک کچھ نہ کھایا۔ تیسرے دن افطار کے وقت ایک شخص چند روٹیاں لایا۔ آپ نے یہ سمجھ کر کہ یہ غیب سے آئی ہیں انہیں تناول فرمالیا۔ کھانے کے بعد آپ نے دیکھا کہ ایک کوا درخت پر بیٹھا ہوا مردار کی آنتوں کے ٹکڑے کھا رہا ہے۔ جیسے ہی آپ کی نظر اس کوے پر پڑی اس منظر کو دیکھ کر آپ کا جی متلایا اور جو کچھ کھایا تھا وہ قے کے راستے باہر نکل گیا اور آپ کا پاک معدہ اس کھانے سے خالی ہو گیا۔

جب آپ نے یہ بات اپنے پیر سے بیان کی تو انہوں نے فرمایا مسعود تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تم نے تین روز کے بعد جو افطار کیا تھا وہ ایک شرابی کے کھانے سے افطار کیا تھا۔ یہ تم پر اللہ تعالیٰ کی عنایت ہوئی کہ تمہارے معدے نے وہ کھانا قبول نہیں کیا۔ اب جاؤ اور پھر ''طے'' کرو۔ تین روز کے بعد جو چیز تمہیں غیب سے ملے اس سے افطار کرنا۔ چنانچہ پھر آپ نے تین روز کا ''طے'' کیا۔ لیکن چھ روز گزر گئے اور کوئی کھانا آپ کو نہ پہنچا۔ انتہا درجہ کا ضعف پیدا ہوا۔ یہاں تک کہ ایک پہر رات گزر گئی ضعف اور بڑھ گیا۔ اور بھوک کی حرارت سے نفس جلنے لگا۔ آپ نے مبارک ہاتھ زمین کی طرف بڑھایا اور زمین سے چند سنگریزے (پتھر کے ٹکڑے) اٹھا کر اپنے منہ میں ڈال لئے۔ آپ کے دہن مبارک کی برکت سے وہ سنگریزے شکر ہو گئے۔ حکیم سنائی نے کیا اچھا کہا ہے۔

سنگ در دست تو گہر گردد   زہر در کام تو شکر گردد

(سیر الاولیاء ص ۱۴۱)

اور حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ماہ

رمضان المبارک ۵۸۴ھ کو جب اس دعا گو نے دولت پابوسی حاصل کی تو حضور قطب الاسلام بختیار کاکی نے اسی وقت کلاہ چہارتر کی میرے سر پر رکھی اور بہت سی شفقت فرمائی۔ اس دن میں قاضی حمید الدین ناگوری' مولانا علاء الدین کرمانی' سید نور الدین غزنوی' شیخ نظام الدین ابو المویدٗ مولانا شمس الدین ترک خواجہ محمود موزہ دوز اور دیگر عزیز بھی حاضر خدمت تھے کہ اولیاء اللہ کی کشف و کرامات کا ذکر چھڑ گیا۔ حضرت خواجہ قطب الاسلام ادام اللہ تعالیٰ بقائہ یہ لفظ مبارک زبان پر لائے کہ—— مجھ کو اس قدر روشنی حاصل ہے کہ اگر آسمان پر نظر بھر کر دیکھتا ہوں تو عرش تک صاف نظر آتا ہے اور کوئی حجاب حائل نہیں ہوتا۔ اور جب زمین پر نظر ڈالتا ہوں تو تحت الثریٰ تک سب معلوم ہو جاتا ہے۔ مخلصاً (ملفوظات خواجگان چشت حصہ اول۔ فوائد السالکین ص ۱۱۳)

اور حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فوائد السالکین کی مجلس دوم میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت قطب الاقطاب بختیار کاکی نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں اور قاضی حمید الدین ناگوری دونوں کعبہ شریف کا طواف کر رہے تھے کہ ہم نے ایک بزرگ کو دیکھا کہ اس کو بھی شیخ عثمان کہتے تھے اور وہ خواجہ ابوبکر شبلی کے مریدوں میں سے تھا۔ اس کا کمال و بزرگی دریافت کرنے ہم اس کے پیچھے ہو لئے۔ جس جگہ وہ بزرگ جاتا اور جس طرف کو قدم اٹھاتا میں اور قاضی حمید الدین ناگوری اس کے قدم پر قدم رکھتے۔ چوں کہ وہ پیر روشن ضمیر تھا ہماری مطابعت سے مطلع ہوا اور پلٹ کر ہم سے کہا کہ اس ظاہری متابعت سے کیا ہوتا ہے جو کچھ میں کرتا ہوں تم بھی کرو۔ ہم دونوں نے پوچھا کہ حضرت آپ کیا کرتے ہیں؟ فرمایا میں ہر روز ہزار قرآن ختم کرتا ہوں۔ ہم یہ بات سن کر حیران رہ گئے اور اپنے دل میں یہ سوچنے لگے کہ شاید ہر سورت کا شروع پڑھ پڑھ کر ہزار پورے کر لیتے ہوں گے۔ یہ خیال ہمارے دل میں گزرا ہی تھا کہ اس بزرگ نے سر اونچا کر کے فرمایا حرفاً بعد حرف می خوانیم۔ یعنی ایک ایک حرف کر کے پڑھتے ہیں (مطلب یہ ہے کہ ایک حرف نہیں چھوڑتے پورا قرآن مجید پڑھتے ہیں۔ (ملفوظات خواجگان چشت حصہ اول ص ۱۲۰)

حضرت قطب الاقطاب بختیار کاکی علیہ الرحمتہ والرضوان کے اس فرمان سے کہ تم نے تین روز کے بعد جو افطار کیا تھا وہ ایک شرابی کے کھانے سے افطار کیا تھا۔ اور اس فرمان سے کہ اوپر عرش تک اور نیچے تحت الثریٰ تک میرے لئے کوئی حجاب نہیں۔ ان کا یہ عقیدہ صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے علم غیب حاصل ہے۔ اور خواجہ ابوبکر شبلی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید والے واقعہ سے ان کا یہ عقیدہ ثابت ہوا کہ اللہ والے دلوں کے خیالات سے بھی واقف ہو جاتے ہیں۔

شیخ شیوخ العالم حضرت فرید الدین گنج شکر کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ والرضوان۔ متوفی ۶۷۰ھ)

آپ حضرت قطب الاقطاب بختیار کاکی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید و خلیفہ اور سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء قدس سرہ العزیز کے پیر و مرشد ہیں۔ آپ ہی کی نگاہ فیض نے حضرت نظام الدین اولیاء کو سلطان المشائخ اور محبوب الٰہی بنا دیا۔ آپ کا مزار مبارک اجودھن شریف (پاکپتن) میں ہے۔ علم غیب کے بارے میں آپ کا عقیدہ ملاحظہ ہو۔

حضرت خواجہ امیر خورد کرمانی تحریر فرماتے ہیں کہ سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس سرہ العزیز فجر کی نماز ادا کر کے ذکر حق میں مشغول تھے اور سر زمین پر رکھے ہوئے مستغرق تھے۔ اسی حالت میں بہت دیر گزر گئی۔ سردی کا موسم تھا۔ سرد ہوائیں چل رہی تھیں۔ اس لئے آپ کی پوستین لائی گئی اور آپ کے جسم مبارک پر ڈالی گئی کوئی خادم اس جگہ نہ تھا صرف میں تھا۔ اسی درمیان میں ایک شخص آیا اور بلند آواز سے سلام کیا۔ شیخ اس وقت بھی سر زمین پر رکھے ہوئے تھے اور پوستین اوڑھے ہوئے تھے۔ اس وقت شیخ نے پوچھا یہاں کوئی ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں ہوں اس کے بعد آپ نے فرمایا اس وقت جو شخص آیا ہے وہ بڑ پیٹو، کوتاہ گردن، تنگ دہن اور زرد گوں ہے۔ میں نے دیکھا تو ایسا ہی تھا میں نے

عرض کیا۔ جی ہاں وہ ایسا ہی ہے فرمایا زنجیر لپیٹے ہوئے ہے۔ میں نے دیکھا کہ وہ زنجیر لپیٹے ہوئے تھے۔ پھر فرمایا کہ کان میں کوئی چیز ڈالے ہوئے ہے میں نے دیکھا تو واقعی اس کے کان میں کوئی چیز پڑی ہوئی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اس کے کان میں ایک بالا ہے۔ فرمایا جاؤ اس سے کہو کہ یہاں سے چلا جائے قبل اس کے کہ رسوائی ہو۔ اب جب میں نے مڑکر اس کی جانب دیکھا تو وہ خود جا چکا تھا۔ (سیر الاولیاء ص ۱۵۹)

اور خواجہ امیر خرد کرمانی نظامی تحریر فرماتے ہیں کہ سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ ہم اجودھن جا رہے تھے کہ سرسی کے جنگل میں مجھے سانپ نے کاٹ لیا۔ وہ آدمی جو ہمارے ساتھ جا رہا تھا اس نے سانپ کاٹنے کی جگہ کو باندھ دیا۔ زہر کا اثر جاتا رہا اور میں اچھا ہو گیا۔ جب ہم اجودھن (پاکپتن) پہنچے تو بے وقت ہو چکا تھا اور شہر کے تمام دروازے بند ہو چکے تھے۔ ساتھیوں نے مشورہ کیا کہ ہم حصار کی دیوار کود کر داخل ہو جائیں۔ ہم نے دیکھا کہ حصار (چہاردیواری) میں ہر طرف سوراخ پیدا ہو گئے۔ الغرض تمام ساتھی اوپر چڑھ گئے اور میں ڈر رہا تھا۔ ساتھیوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور اوپر چڑھا لیا۔ جب صبح ہوئی تو ہم شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے سب کی خیریت دریافت کی اور مجھ سے کچھ نہیں پوچھا۔ کچھ دیر کے بعد فرمایا سانپ کا کاٹنا ایک بات ہے لیکن دیوار کا چڑھنا کہاں آیا ہے۔ (سیر الاولیاء ص ۱۶۰)

اور حضرت خواجہ امیر خرد کرمانی تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے چچا بزرگوار سید السادات سید حسین سے سنا ہے کہ ایک دفعہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز نے شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو خط لکھنا چاہا۔ کاغذ لے کر سوچنے لگے کہ خط میں ان کو القاب کیا لکھوں؟ پھر آپ کے دل میں آیا کہ خطاب ان کا لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے وہی لکھو چنانچہ اس مقصد کے لئے آپ نے آسمان کی طرف سر اٹھایا تو لوح محفوظ میں ان کا لقب شیخ الاسلام لکھا ہوا دیکھا۔ تو آپ نے بھی خط میں یہی القاب لکھا کسی اللہ کے ولی نے کہا ہے ۔

قُلُوْبُ الْعَارِفِیْنَ لَهَا عُیُوْنٌ
تَرٰی مَالَا یَرَاهُ النَّاظِرُوْنَا

(یعنی عارفوں کے دلوں کو وہ آنکھیں نصیب ہیں جن سے وہ ایسی چیزیں دیکھتے ہیں کہ جنہیں عام دیکھنے والے نہیں دیکھتے۔ (سیر الاولیاء ص ۱۶۱)

اور خواجہ امیر خرد کرمانی تحریر فرماتے ہیں کہ سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ ایک شخص دہلی سے اس لئے روانہ ہوا کہ اجودھن (پاک پٹن) پہنچ کر شیخ شیوخ العالم کے ہاتھ پر توبہ کرے۔ راستہ میں ایک گانے والی اس کے ساتھ ہو گئی۔ اس مطربہ نے بہت چاہا کہ وہ مرد اس کی محبت میں گرفتار ہو اور اس سے تعلق پیدا کرے لیکن چونکہ وہ مرد سچی نیت رکھتا تھا اس لئے اس فاحشہ کی طرف ذرا بھی متوجہ نہ ہوا۔ یہاں تک کہ ایک جگہ وہ دونوں ایک بہلی میں سوار ہوئے۔ وہ عورت اس کے نزدیک آکر بیٹھ گئی چونکہ اب ان دونوں کے درمیان کوئی چیز حائل نہ تھی اس حالت میں مرد کے دل میں کچھ معمولی سی اس کی خواہش ہوئی کہ وہ اس سے کچھ باتیں کرے یا دست درازی کرے لیکن عین اسی وقت میں ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ آیا اور ایک طمانچہ اس شخص کے منہ پر مار کر کہا کہ افسوس ہے کہ تم فلاں بزرگ کے پاس توبہ کی نیت سے جا رہے ہو اور تمہاری یہ حرکتیں ہیں۔ وہ شخص فوراً متنبہ ہوا الغرض جب وہ شخص شیخ شیوخ العالم حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے سب سے پہلے اس سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس روز تمہاری بڑی حفاظت کی۔ (سیر الاولیاء ص ۱۶۵)

اور لکھتے ہیں کہ حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ فرماتے تھے کہ حضرت شیخ فرید الحق والدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مریدوں میں سے ایک مرید محمد شاہ غوری تھا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ آپ کا نہایت راسخ العقیدہ معتقد اور سچا مرید تھا۔ ایک روز وہ نہایت پریشان و مضطرب آپ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے اس کو پریشان دیکھ کر پوچھا۔ بتاؤ کیا بات ہے؟ اس نے کہا میرا ایک بھائی نہایت سخت بیمار ہے۔ میں نے اسے اس حالت میں چھوڑا ہے کہ اس میں کچھ رمق

جان باقی تھی۔ شاید کہ اب اس کا انتقال بھی ہو چکا ہو۔ اس وجہ سے میں سخت مضطرب اور پریشان ہوں۔ آپ نے فرمایا جیسا تم اس گھڑی پریشان ہو میں تمام عمر اسی طرح پریشان رہا ہوں۔ لیکن میں کسی سے کچھ نہیں کہتا۔ پھر اس سے فرمایا جاؤ۔ تمہارا بھائی صحت یاب (ٹھیک) ہو چکا ہے۔ محمد شاہ صاحب گھر واپس آیا تو اس نے دیکھا کہ اس کا بھائی تندرست ہو چکا تھا اور بیٹھا ہوا کھانا کھا رہا تھا۔ (سیر الاولیا ص ۱۶۵)

اور خواجہ امیر خرد کرمانی نظامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت فرید الدین گنج شکر علیہ الرحمۃ والرضوان کے تمام صاحبزادوں کا اس بات پر اتفاق تھا کہ آپ کو اجودھن کی فصیل کے باہر اس مقام پر دفن کیا جائے کہ جہاں شہداء مدفون ہیں۔ اسی نیت سے آپ کے جنازے کو فصیل سے باہر لے کر آئے۔ عین اس موقع پر میاں خواجہ نظام الدین جو آپ کے محبوب ترین صاحبزادے تھے اور وہ سلطان غیاث الدین بلبن کے ملازم تھے اور قصبہ پٹیالی میں متعین تھے، پہنچے۔ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ شیخ شیوخ العالم انہیں بلا رہے ہیں۔ خواجہ نظام الدین فوراً ہی اجازت لے کر اجودھن (پاک پٹن) کے لئے روانہ ہو گئے وہ اس رات میں اجودھن پہنچے۔ جس رات میں شیخ شیوخ العالم نے وفات پائی لیکن شہر میں داخل نہ ہو سکے کہ شہر کی فصیل کے تمام دروازے بند ہو چکے تھے اس لئے انہوں نے مجبوراً فصیل کے باہر رات گزار دی۔ وفات کی رات میں آپ بار بار فرماتے تھے کہ نظام الدین تو آ گیا ہے لیکن کیا فائدہ جب اس سے ملاقات نہ ہو سکی۔ جب صبح ہوئی اور خواجہ نظام الدین شہر میں داخل ہونے کے ارادے سے روانہ ہو کر فصیل کے دروازے تک پہنچے ہی تھے کہ سامنے سے آپ کا جنازہ آتا ہوا نظر آیا۔ (سیر الاولیا ص ۱۷۱)

اور لکھتے ہیں کہ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ شیخ عارف کو شیخ شیوخ العالم نے سیوستان کی طرف بھیجا تھا اور ان کو بیعت کی اجازت دی تھی۔ ان کا واقعہ یوں ہوا کہ اچ اور ملتان کا ایک بادشاہ تھا اور یہ بزرگ اس کے امام تھے یا کوئی اور تعلق تھا اس بادشاہ نے سو روپے دے کر انہیں شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں بھیجا۔ انہوں نے پچاس روپے خود رکھ لئے اور پچاس روپے حضرت کی خدمت میں پیش کئے۔ جب انہوں نے صرف پچاس روپے آپ کی خدمت

میں پیش کیے تو شیخ نے مسکرا کر فرمایا کہ عارف! تم نے خوب برادرانہ حصہ تقسیم کیا ہے۔ یہ سن کر شیخ عارف نہایت شرمندہ ہوئے اور فوراً دوسرے پچاس روپے بھی آپ کی خدمت میں پیش کیے بلکہ کچھ اپنے پاس سے مزید اضافہ کر کے دیئے اور نہایت معذرت کی اور بیعت کے لئے التجا کی۔ شیخ شیوخ العالم نے انہیں بیعت کر لیا۔ (سیر الاولیاء ص ۳۰۱)

سر سجدہ میں رکھے ہوئے آنے والے کا پورا حلیہ جاننا' سانپ کاٹنے اور دیوار پر چڑھنے کا علم ہونا' حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لقب کو لوح محفوظ میں دیکھنا' فاحشہ عورت کے متعلق مرد کی نیت کو جاننا' محمد شاہ غوری کے بھائی کی تندرستی سے آگاہ ہونا' اپنے صاحبزادے خواجہ نظام الدین کی آمد کو جان لینا اور نذر میں بھیجے ہوئے روپوں کی تعداد سے واقف ہونا۔ یہ ساری باتیں غیب کی ہیں۔ شیخ شیوخ العالم حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان تمام باتوں کو بیان فرما کر اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ اللہ نے ہمیں علم غیب عطا فرمایا ہے۔ اگر حضرت کا یہ عقیدہ نہ ہوتا تو ان باتوں کو وہ زبان پر ہرگز نہ لاتے۔

سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

(متوفی ۷۲۵ھ)

حضرت خواجہ امیر خرد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک شخص سلطان المشائخ کی خدمت میں کھانا لایا۔ کھانا لاتے وقت راستے میں اُس کے دل میں خیال آیا کہ اگر سلطان المشائخ اپنے دستِ مبارک سے میرے منہ میں نوالہ رکھیں تو یہ میری کتنی خوش نصیبی ہو گی۔ جب وہ شخص سلطان المشائخ کی خدمت میں پہنچا تو دسترخوان بڑھایا جا چکا تھا اور سلطان لمشائخ اس وقت پان کھا رہے تھے سلطان المشائخ نے تھوڑا پان اپنے منہ سے نکال کر اس کے ہ میں رکھا اور فرمایا لو یہ اُس نوالے سے بہتر ہے۔ (سیر الاولیاء ص ۲۴۲)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز دو مرید سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان میں سے وضو میں ایک نے احتیاط نہیں کی تھی۔ جب وہ سلطان المشائخ کی خدمت میں پہنچے تو سب سے پہلے جو بات آپ نے

ان سے کی وہ یہ تھی کہ وضو میں احتیاط کرنی چاہیے کہ وضو خدا کے رازوں میں سے ایک راز ہے۔

(سیر الاولیاء ص ۲۴۳)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مولانا وجیہ الدین حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہو رہے تھے۔ جب وہ کرہ کے باغات میں پہنچے تو انہوں نے ایک بوڑھے آدمی کو دیکھا جو زاہدوں کی صورت بنائے ہوئے عبا پہنے اور مصلیٰ کاندھے پر ڈالے ہوئے سامنے آیا اور مولانا کو سلام کیا۔ پھر اس طرح گفتگو شروع کی کہ میں بہت دور سے آیا ہوں۔ مختلف علوم میں میری کچھ علمی مشکلات ہیں جنہیں میں آپ سے حل کرانا چاہتا ہوں۔ مولانا نے فرمایا اچھا۔ اس شخص نے نہایت دانشمندانہ طریقے پر اپنے سوالات شروع کئے۔ مولانا نے اس کے سوالات کے نہایت معقول جوابات دیئے لیکن مولانا اس کی تقریر سن کر حیران تھے کہ وہ آدمی اس شہر کا رہنے والا نہیں۔ پھر اس نے اتنے علوم کہاں سے حاصل کئے۔ جب وہ ان علمی مباحث سے فارغ ہو چکا تو اس نے مولانا سے پوچھا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ مولانا نے فرمایا کہ میں سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء کی خدمت میں جا رہا ہوں۔ اس شخص نے کہا میں سلطان المشائخ سے بارہا ملا ہوں۔ وہ اتنے بڑے عالم نہیں جتنے بڑے عالم آپ ہیں۔ پھر اس کے باوجود آپ اُن کے پاس جا رہے ہیں۔ مولانا وجیہ الدین نے فرمایا ہرگز نہیں۔ یہ تم کیا کہتے ہو۔ سلطان المشائخ علم کے سمندر ہیں اور اُن کا باطن علم لدنی سے آراستہ ہے۔ پھر اس آدمی نے کہا میں نے متعدد مرتبہ شیخ نظام الدین سے ملاقات کی ہے وہ اتنا علم نہیں رکھتے۔ آپ ان کے پاس کہاں جا رہے ہیں؟ مولانا وجیہ الدین نے فرمایا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ۔ یہ تم کیا فضول باتیں کرتے ہو۔ وہ شخص جو قریب ہو کر مولانا سے باتیں کر رہا تھا اچانک مولانا سے ذرا دور ہو کر کھڑا ہو گیا۔ مولانا وجیہ الدین نے دوسری مرتبہ لاحول پڑھی۔ وہ مردود لاحول سنتے ہی اور بھی دور جا کھڑا ہوا۔ اب مولانا نے بار بار لاحول پڑھنا شروع کیا یہاں تک کہ وہ شخص غائب ہو گیا۔

جب مولانا وجیہ الدین حضرت سلطان المشائخ کی خدمت پہنچے تو قبل اس کے کہ وہ سلطان المشائخ سے ماجرا بیان کرتے سلطان المشائخ نے نورِ باطن سے معلوم کر کے فرمایا کہ

مولانا تم نے اُس شخص کو خوب پہچانا۔ اگر اس کے پہچاننے میں ذرا بھی غلطی ہوتی تو وہ تمہاری راہ زنی کر ہی چکا تھا۔ (سیر الاولیاء ص ۲۴۷)

کھانا لانے والے کی دلی تمنا سے واقف ہو جانا وُضو کرنے والے کی بے احتیاطی سے آگاہ ہو جانا اور مولانا وجیہ الدین کو راستہ میں پیش آنے والے واقعہ کا جان لینا سب غیب کی باتیں ہیں جن کو سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ظاہر فرما کر واضح کر دیا کہ اللہ کے فضل و کرم سے ہم غیب کی باتیں جان لیتے ہیں۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے۔

اور خواجہ امیر خرد کرمانی لکھتے ہیں کہ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ غیاث پور کے قیام سے پہلے میں کیلوکھری کی مسجد میں جمعہ پڑھنے کے لئے جایا کرتا تھا۔ گرم ہوائیں چلتی تھیں اور مسجد کا فاصلہ ایک کوس (تین کلومیٹر) تھا اور میں روزے سے تھا۔ مجھے چکر آنے لگے اور میں ایک دوکان پر بیٹھ گیا۔ میرے دل میں خیال گزرا کہ اگر میرے پاس سواری ہوتی تو میں اُس پر سوار ہو کر جاتا۔ بعد میں شیخ سعدی کا یہ شعر میری زبان پر آیا

ما قدم از سر کنیم در طلب دوستاں

راہ بجائے بردہر کہ باقدام رفت

میں نے اس خیال سے توبہ کی---- اس واقعہ کو تین روز گزرے تھے کہ خلیہ ملک یار پراں میرے لئے ایک گھوڑی لے کر آیا اور مجھ سے کہا اِسے قبول کیجئے۔ میں نے اس سے کہا کہ تم خود ایک درویش ہو میں تم سے یہ کیسے قبول کر سکتا ہوں۔ انہوں نے کہا تین راتوں سے میں برابر خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے شیخ مجھ سے برابر فرما رہے ہیں کہ فلاں شخص کے پاس گھوڑی لے کر جاؤ۔ میں نے کہا بے شک تمہارے شیخ نے تم سے کہا ہے لیکن اگر میرے شیخ بھی مجھ سے کہیں گے تو میں یہ گھوڑی تم سے لے لوں گا۔ اسی رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ شیخ شیوخ العالم حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مجھ سے فرماتے ہیں کہ ملک یار پراں کی دل جوئی کے لئے وہ گھوڑی قبول کر لو۔ دوسرے روز وہ گھوڑی لے کر آیا تو میں نے اُسے فرستادۂ حق سمجھ کر قبول کر لیا۔ (سیر الاولیاء ص ۲۴۶)

حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ نے اس واقعہ کو بیان کر کے اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ ملک یار پراں کے شیخ اور ہمارے شیخ حضرت فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ بھی غیب کی باتیں جان لیتے ہیں کہ یہ دونوں بزرگ ہماری ضرورت اور گفتگو سے آگاہ ہو گئے اور خواب میں گھوڑی کے لینے دینے کا حکم فرما گئے۔

اور حضرت خواجہ امیر خرد رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ لکھتے ہیں کہ سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے تھے کہ ناگور میں ایک ہندو تھا۔ جب بھی اس پر حضرت شیخ حمید الدین کی نظر پڑتی تو آپ فرماتے کہ یہ ولی خدا پرست ہو گا مرنے کے وقت با ایمان جائے گا اور اس کا خاتمہ بالخیر ہو گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ آپ فرماتے تھے۔

(سیر الاولیاء ص ۲۶۵)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ جمال الدین ہانسوی رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ شیخ شیوخ العالم حضرت فرید الدین گنج شکر علیہ الرحمتہ والرضوان کے خلیفہ تھے اور آپ کی مریدی کی بدولت اکابر شیوخ کے مرتبہ پر پہنچے۔ سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے تھے کہ جس زمانے میں شیخ شیوخ العالم نے مجھے خلافت عطا فرمائی تو ارشاد فرمایا کہ یہ خلافت نامہ ہانسی میں مولانا جمال الدین ہانسوی کو دکھلا لینا۔ میں خلافت سے پہلے جب شیخ جمال الدین کی خدمت میں جاتا تھا تو وہ میری تعظیم فرماتے اور کھڑے ہو کر ملاقات کرتے۔ جب میں خلافت کے بعد ایک روز ان سے ملنے گیا تو وہ خلاف عادت بیٹھے رہے۔ میرے دل میں یہ خیال گزرا کہ یہ بات ان کے خلاف عادت ہے۔ ابھی یہ خیال دل میں گزرا ہی تھا کہ انہوں نے بغیر میرے کچھ کہے فوراً فرمایا۔ مولانا نظام الدین! تمہارے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میں تمہارے لئے کھڑا نہیں ہوا لیکن اس کی وجہ دوسری ہی ہے۔ وہ یہ ہے کہ جب میرے اور تمہارے درمیان (شیخ کے خلافت عطا فرمانے کے بعد) محبت کا رشتہ قائم ہو چکا ہے تو میں اور تم ایک ہو گئے۔ اب میرا خود اپنے لئے کھڑا ہونا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ (سیر الاولیاء ص ۲۹۴)

ان دونوں واقعات کے بیان سے حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ کا یہ عقیدہ ثابت ہوا کہ حضرت شیخ حمید الدین ناگوری اور حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی

رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہما بھی غیب کے جاننے والے ہیں کہ ہندو خدا پرست ولی ہو جائے گا۔ حضرت شیخ ناگوری واقف تھے اور حضرت ہانسوی دل کے خیال سے آگاہ ہو گئے۔

حضرت شیخ حسن افغان کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ والرضوان۔ متوفی ۶۸۹ھ)

حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جن کا مرتبہ یہ ہے کہ ایک بار جب وہ حضرت قطب الاقطاب بختیار کا کی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملاقات کے لئے آئے تو واپسی کے وقت حضرت بختیار کا کی نے اپنے مبارک ہاتھوں سے ان کے جوتے درست کئے۔ (سیر الاولیاء ص ۱۳۲)

حضرت حسن افغان انہیں بزرگ حضرت زکریا ملتانی کے مرید وخلیفہ ہیں' سلسلہ سہروردیہ کے مشہور شیخ اور بزرگی کے بلند مرتبہ پر فائز ہیں۔ یہاں تک بقول حضرت محبوب الٰہی حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی نے فرمایا اگر کل قیامت میں مجھ سے پوچھیں گے کہ ہماری درگاہ میں کیا لائے ہو تو میں کہوں گا کہ حسن افغان کو لایا ہوں۔ (فوائد الفواد ملفوظ حضرت محبوب الٰہی ص ۱۷)

اب علم غیب کے بارے میں ایسے بلند مرتبہ بزرگ کا عقیدہ ملاحظہ ہو۔ حضرت حسن علی سجزی قدس سرہ جو فوائد الفواد کے مرتب ہیں وہ لکھتے ہیں کہ سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ایک دفعہ ایک گاؤں میں لوگ مسجد بنا رہے تھے۔ خواجہ حسن افغان وہاں پہنچے اور مسجد بنانے والے سے کہا کہ محراب اس طرح سیدھی کرو قبلہ اس طرف ہے۔ یہ کہتے ہوئے آپ نے ایک طرف اشارہ کیا۔ ایک عقلمند وہاں حاضر تھا وہ آپ سے جھگڑنے لگا۔ اور کہا کہ نہیں قبلہ دوسری طرف ہے۔ الغرض ان دونوں کے درمیان کافی گفتگو ہوئی۔ آخر میں خواجہ حسن افغان نے عقلمند سے کہا کہ اپنا رُخ اُسی طرف کرو جدھر کہ میرا رُخ ہے اور اچھی طرح دیکھو کہ قبلہ کدھر ہے؟ عقلمند نے اُسی طرف منہ کیا تو کعبہ کو اُسی طرف دیکھا جس طرف کہ حضرت حسن افغان نے کہا تھا۔ (فوائد الفواد ص ۱۷)

اور حضرت حسن علی سجزی لکھتے ہیں کہ سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت حسن افغان ایک گلی سے گزر رہے تھے۔

مسجد میں اذان کی آواز سن کر مسجد میں آئے۔ موذن نے تکبیر کہی امام نے مصلّٰی پر آ کر نماز شروع کی۔ کافی آدمی جماعت میں شامل ہوئے۔ خواجہ حسن افغان بھی جماعت میں شریک ہوئے۔ جب نماز ختم ہوگئی اور لوگ واپس ہونے لگے تو خواجہ حسن افغان آہستہ سے امام کے پاس آئے اور کہا۔ امام صاحب! جب آپ نے نماز شروع کی تو میں آپ کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ آپ نے یہاں سے دہلی جا کر غلام خریدے اور واپس ہوئے پھر ان غلاموں کو خراسان لے گئے پھر وہاں سے ملتان واپس آئے اور پھر مسجد میں آئے۔ میں آپ کے پیچھے پیچھے پریشان پھرتا رہا امام صاحب! آخر یہ کیسی نماز ہے؟ (فوائد الفواد ص ۱۷)

علاقہ ملتان سے کعبہ شریف کو دیکھنا اور امام صاحب کے دل میں نماز کے اندر پیدا ہونے والے خیالات سے آگاہ ہونا۔ دونوں باتیں غیب کی ہیں۔ حضرت خواجہ حسن افغان رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کو بیان فرما کر اپنا یہ عقیدہ واضح کر دیا کہ اللہ کے فضل سے ہمیں علم غیب حاصل ہے۔ اور شخص مذکور کو یہاں سے کعبہ شریف دکھا کر آپ نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ ہم تو غیب کی باتیں دیکھتے ہی ہیں۔ ضرورت پڑنے پر دوسروں کو بھی ایسی باتیں دکھا دیا کرتے تھے۔

مخدوم الملک حضرت شرف الدین یحیٰ منیری رحمتہ اللہ علیہ کا عقیدہ

(متوفی ۷۸۲ھ)

محبوب یزدانی حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ گلبرگہ شریف سے پنڈوہ شریف جاتے ہوئے جس روز خطۂ بہار میں منیر شریف کے قریب پہنچے اسی دن حضرت مخدوم الملک شرف الدین یحیٰ منیری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال ہوا۔ حضرت مخدوم کچھوچھوی کو حضرت شیخ منیری کی ملاقات کا شوق تھا مگر حکم قضا و قدر نہ تھا کہ عالم اسباب میں دونوں بزرگ ایک دوسرے سے ملیں لیکن شیخ منیری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے وصیت فرما دی تھی کہ ایک سید صحیح النسب تارک سلطنت ساتوں قرأت کے حافظ آنے ہی والے ہیں۔ میرے جنازہ کی نماز وہی آ کر پڑھائیں گے۔ مخدوم الملک کا وصال ہوگیا۔ جنازہ تیار کر کے لوگ حسب وصیت حضرت مخدوم صاحب کا انتظار کر رہے تھے۔ جب کچھ دیر ہوئی تو شیخ جلائی نامی

ایک شخص آپ کی تلاش میں باہر نکلے۔ جب آبادی کے باہر پہنچے تو دور سے ایک قافلہ آتا نظر آیا۔ قافلہ کے قریب آنے پر شیخ جلائی بڑی بے تابی سے آپ کو ڈھونڈنے لگے۔ جب آپ کے قریب پہنچے اور آپ کی پیشانی پر نورِ ولایت کو تاباں دیکھ کر پوچھا کہ حضور سید ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں پھر حفظ قرآن اور ترک سلطنت کے متعلق پوچھا۔ جب انہیں اطمینان ہو گیا کہ مخدوم الملک نے آپ ہی کی امامت کی وصیت فرمائی ہے تو بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ آپ کو آبادی میں لائے اور لوگوں سے ملایا۔ پھر سب نے آپ سے امامت کے لئے کہا۔ پہلے تو بطریق انکسار فرمایا کہ میں مسافر غریب الدیار ہوں کسی دوسرے لائق امامت شخص سے نماز پڑھوایئے۔ لیکن کچھ تو لوگوں کے اصرار اور زیادہ مخدوم الملک کی وصیت کے لحاظ سے آپ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ (محبوب یزدانی ص ۹۷)

سید صحیح النسب تارک سلطنت' ساتوں قرأت کے حافظ اور پھر وہ آنے ہی والے ہیں۔ ایسے بزرگ کے بارے میں بغیر کسی اطلاع کے نماز جنازہ کی وصیت فرما کر حضرت شرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنا یہ عقیدہ واضح کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں غیب کا علم عطا فرمایا ہے۔

محبوبِ یزدانی حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۸۰۸ھ)

جب آپ جائس پہنچے اور سواد قصبہ کے جنوب مشرق میں ایک بزرگ حضرت معروف شہید کا مزار ہے۔ اسی کے قریب اقامت گزیں ہوئے تو رات میں حسب معمول آپ کے اصحاب ذکر جہر کر رہے تھے اور جلال اسم ذات کی گونج سے آس پاس کی آبادی متاثر ہو گئی۔ قریب ہی ایک مولانا اعلام الدین رہتے تھے۔ انہوں نے جو یہ آواز سنی تو فرمایا یہ غوغائی کہاں سے آئے ہیں۔ مولانا کا دستور تھا کہ ہر صبح معروف شہید کے مزار پر فاتحہ خوانی کے لئے آتے تھے۔ حسب عادت اس دن بھی تشریف لائے۔ یہاں آ کر دیکھا کہ حضرت اصحاب و خدام اور

ہمراہیان کے ساتھ قیام فرما ہیں اور خود حضور بھی برائے فاتحہ مزار کے قریب ہی تھے۔ مولانا نے کسی سے پوچھا کہ کون بزرگ ہیں؟ حضرت نے فرمایا کہ ہم سب غوغائی ہیں۔ مولانا کو اپنا رات کا جملہ یاد آ گیا' بے حد شرمندہ ہوئے اور بہت بہت معذرت چاہی۔ حضرت نے فرمایا یہ تو کوئی بات نہ تھی ہم نے اس سے بھی زیادہ ملامتیں برداشت کی ہیں۔ مولانا نے کچھ ایسی عاجزی سے حضرت کی دلجوئی کی کہ آپ کا دل خوش ہو گیا۔ (محبوب یزدانی ص ۵۳)

حضرت کی خدمت میں ایک فلسفی آیا اور آ کر آپ کی محفل میں بیٹھ گیا۔ اس کی شکل و صورت اور لباس سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بڑا پکا مسلمان ہے۔ جب آپ کی نگاہ اس پر پڑی تو فرمایا کیوں بہروپیا بنے ہو؟ تم صوفیاء کی نگاہ سے اپنی حقیقت نہیں چھپا سکتے۔ فلسفی اپنے دل میں بڑا شرمندہ ہوا اور دل ہی دل میں تائب ہو گیا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد آپ نے فرمایا الحمد للہ خدا نے تمہیں توبہ نصیب فرمائی۔ حضرت کے اس کشف پر اس کو بے حد حیرت ہوئی۔ اٹھ کر قدموں پر گر پڑا اور مرید ہوا۔ (محبوب یزدانی ص ۱۷)

حضرت شیخ نظام غریب یمنی مرتب لطائف اشرفی لکھتے ہیں کہ جب دریا میں جہاز روانہ ہوا تو میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اس زمانے میں بھی کوئی ایسا عارف ہے جو دریا کے رہنے والے عارفوں اور عابدوں کی خبر دے۔ لکھتے ہیں کہ جیسے ہی میرے دل میں یہ خیال آیا فوراً حضرت نے اس خادم کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ فرزند نظام! فقراء کے لئے اس کا جان لینا ایک تنکا کے توڑنے سے زیادہ آسان ہے۔ (محبوب یزدانی ص ۸۰)

ہرات کا واقعہ ہے کہ وہاں کا ایک امیر حضرت سے بدعقیدہ ہو گیا۔ اس نے امتحاناً آپ کی دعوت کی۔ دسترخوان پر انواع واقسام کے کھانے چنے گئے۔ ایک قاب میں دو مرغ مسلم بھی تھے۔ حضرت نے کھانے کے وقت ان مرغوں کی طرف توجہ نہ فرمائی۔ میزبان امیر نے بہت اصرار کے ساتھ اسی قاب کو آپ کی طرف بڑھایا کہ حضور اس کو ضرور ملاحظہ فرمائیں خاص اہتمام سے پکوائے گئے ہیں۔ آپ نے قاب میں سے ایک مرغ اپنے اور دیگر درویشوں کے لئے لے لیا اور دوسرا مرغ امیر اور اس کے ساتھیوں کی طرف یہ کہہ کر بڑھا دیا کہ پہلا فقراء کے لائق تھا اور یہ تمہارے لئے موزوں ہے۔ امیر خاموش ہو گیا لیکن مہمانوں کو اس کے چہرے پر

شرمندگی کی سرخی دیکھ کر حیرت ہوئی بعد میں لوگوں کو معلوم ہوا کہ ایک مرغ جس کا گوشت حضرت نے ملاحظہ فرمایا تھا مناسب قیمت دے کر خریدا گیا تھا اور دوسرا مرغ ظلم سے حاصل ہوا تھا۔ (محبوب یزدانی ص ۸۸)

ہرات سے یاغستان جاتے ہوئے اثنائے سفر میں حضرت کا گزر ایک ایسے راستے سے ہوا جہاں کئی دن تک آبادی کا نام و نشان نہ ملا۔ تین روز تک بغیر کھائے پیئے قافلہ چلتا رہا۔ رفقائے سفر بے قرار ہو گئے اور جب برداشت سے باہر ہو گیا تو حضرت تک یہ بات پہنچائی گئی کہ قافلہ والے بھوک کی شدت سے نڈھال ہیں اور اب آگے سفر ان کے لئے ناممکن ہو رہا ہے۔ حضرت نے قافلہ والوں سے کمر کھول دینے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اگر کسی کے پاس لوہے کی زنجیر ہو تو میرے پاس لاؤ۔ تلاش کرنے پر ایک قلندر نے دی۔ زنجیر آپ کی خدمت میں حاضر کی گئی۔ آپ نے اس پر توجہ ڈالی کیمیا اثر نگاہ سے وہ لوہے کی زنجیر سونے کی ہو گئی۔ بابا حسین جو آپ کے خادمِ خاص تھے۔ آپ نے ان کو حکم دیا کہ اسے لے جاؤ یہاں سے کچھ فاصلے پر فلاں سمت ایک بازار ہے اِسے فروخت کر کے تین دن کے کھانے پینے کا سامان خرید لینا جو رقم بچ جائے اسے واپسی پر میرے پاس مت لانا بلکہ پانی میں ڈال دینا۔ چنانچہ بابا حسین نشان زدہ مقام پر پہنچے تو ان کے حیرت کی انتہا نہ رہی کہ ایک ایسی ویران جگہ میں کہ جہاں تین دن تک کوئی آبادی نہ مل سکی راستے میں کھانے پینے کا کوئی انتظام نہ ہو سکا یہاں اتنا عظیم الشان بازار کہاں سے آ گیا۔ بہر حال وہ بازار میں پھرتے پھراتے سونے چاندی کی دکان پر پہنچے۔ اپنی زنجیر فروخت کی اور تین دن کا راشن خرید کر جانوروں پر لادا اور واپس ہوئے۔ راستے میں باقی رقم پانی میں پھینک دی اور قافلہ میں پہنچ کر حضرت کو اس کی اطلاع دے دی۔

آپ کے ایک مرید تنگر قلی محفل میں بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے جب یہ سنا کہ بابا حسین نے باقی روپے واپسی پر پانی میں پھینک دیئے تو انہیں یہ خیال پیدا ہوا کہ رقم پانی میں پھینک کرنا حق ضائع کی گئی اس سے اچھا تو یہ ہوتا کہ کسی فقیر اور اہل حاجت کو دے دی جاتی۔ وہ یہ سوچ ہی رہے تھے کہ حضرت نے ان کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ تنگر قلی! تم خدا کے کاموں میں دخل دیتے ہو اور اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ کو پرورش کا سبق سکھاتے ہو۔ تمہیں کیا خبر کہ ضائع ہوا کہ ٹھیک

ہوا۔ تنگر قلی سخت نادم ہوئے اور حضرت سے بہت معافی چاہی۔ (محبوب یزدانی ص ۸۹)

مولانا اعلام الدین کی کہی ہوئی بات کو جان لینا، فلسفی کی حالت سے آگاہ ہو جانا، شیخ نظام کے خیالات پر مطلع ہونا، ظلم سے حاصل کئے گئے مرغ سے واقف ہو جانا اور تنگر قلی کے خطرات قلب کو جان لینا۔ سب غیب کی باتیں ہیں حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی علیہ الرحمتہ والرضوان نے ان ساری باتوں کو ظاہر فرما کر اپنا یہ عقیدہ واضح کر دیا کہ ہم غیب کی باتیں جان لیا کرتے ہیں۔ اور لوہے کی زنجیر کو سونا بنا کر آپ نے یہ عقیدہ بھی ثابت فرما دیا کہ اللہ کے محبوب بندوں کو چیزوں کی حقیقتیں بدل دینے کا اختیار بھی دیا گیا ہے۔

انتباہ:- غیب کی باتوں کو کشف وکرامت سے جان لینا یا الہام سے۔ اور نور باطن سے معلوم کر لینا یا روشن ضمیری سے بہر حال وہ علم غیب ہے۔

حاضرو ناظر

حاضر کے لغوی معنی ہیں موجود' جاننے والا اور شہر کا رہنے والا۔ ناظر کے معنی ہیں دیکھنے والا' غور و فکر کرنے والا اور کھیتی کی حفاظت کرنے والا۔ اور علامہ شامی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ اَلْحُضُوْرُ بِمَعْنَی الْعِلْمِ شَائِعٌ وَالنَّظْرُ بِمَعْنَی الرُّوْیَةِ اھ ملخصاً یعنی حاضر ہونا جاننے کے معنی میں مشہور ہے اور ناظر ہونا دیکھنے کے معنی میں ہے۔ (ردالمحتار جلد سوم ص ۳۰۷)

اور عرف شرع میں حاضر و ناظر کے معنی ہیں ساری دنیا کو دیکھنا اور دور و نزدیک کی آوازوں کو سننا۔ یا تھوڑے سے وقت میں دنیا بھر کی سیر کر لینا اور آن واحد میں روحانی یا جسم مثالی کے ساتھ سینکڑوں کلومیٹر کی دوری پر مدد کے لئے پہنچ جانا۔

اللہ کے محبوب بندوں کا حاضر و ناظر ہونا حق ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور بڑے بڑے علمائے کرام و بزرگان دین کا یہی عقیدہ ہے۔ ثبوت ملاحظہ ہو۔

حضور سید عالم کا عقیدہ

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم - وصال اقدس ۱۱ھ مطابق ۶۳۲ء)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا۔

نَعَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زَیْدًا وَجَعْفَرًا وَابْنَ رَوَاحَۃَ لِلنَّاسِ قَبْلَ اَنْ یَّاتِیَھُمْ خَبَرُھُمْ فَقَالَ اَخَذَ الرَّایَۃَ زَیْدٌ فَاُصِیْبَ ثُمَّ اَخَذَ

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت زید حضرت جعفر اور حضرت ابن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شہادت کی خبر آنے سے پہلے ان لوگوں کے شہید ہو جانے کی اطلاع دیتے

جَعْفَرُ فَاُصِيْبُ ثُمَّ اَخَذَ ابْنُ رَوَاحَةَ فَاُصِيْبَ وَعَيْنَاهُ تَذْرِ فَانِ حَتّٰى اَخَذَ الرَّايَةَ سَيْفٌ مِّنْ سُيُوْفِ اللهِ يَعْنِيْ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ حَتّٰى فَتَحَ اللهُ عَلَيْهِمْ۔

ہوئے فرمایا کہ زید نے جھنڈا ہاتھ میں لیا اور شہید کیئے گئے پھر جعفر نے جھنڈے کو سنبھالا اور وہ بھی شہید ہوئے پھر ابن رواحہ نے جھنڈے کو لیا اور وہ بھی شہید کیئے گئے آپ یہ واقعہ بیان فرما رہے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے آپ نے فرمایا اب جھنڈے کو اس شخص نے لیا جو اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔ یعنی خالد بن ولید نے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔

(بخاری شریف ج ۲ ص ۶۱۱)

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ اللهَ قَدْ رَفَعَ لِیَ الدُّنْيَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَيْهَا وَاِلٰى مَاهُوَ كَائِنٌ فِيْهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ كَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰى كَفِّيْ هٰذِهٖ

(زرقانی علی المواہب ج ۷ ص ۲۰۴)

اللہ نے میرے لئے دنیا کے پردے اٹھا دیئے ہیں تو میں دنیا کو اور جو کچھ بھی اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسے دیکھتا ہوں جیسے کہ اپنی اس ہتھیلی کو۔

ان احادیث کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ میں حاضر و ناظر ہوں۔ اسی لئے مدینہ منورہ ہی سے جنگ موتہ جو ملکِ شام میں ہو رہی ہے کے سارے واقعات کو جانتا ہوں اور دیکھتا بھی ہوں بلکہ دنیا میں جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے اُس کو میں اِس طرح جانتا اور دیکھتا ہوں جیسے اپنی ہتھیلی کو اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنے بارے میں حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ نہ ہوتا تو آپ ایسا نہ فرماتے۔

محدثین کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

جو حدیثیں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عقیدہ میں بخاری شریف اور زرقانی شریف کی لکھی گئی ہے ان حدیثوں سے حضور کا عقیدہ معلوم ہونے کے ساتھ حضرت امام بخاری اور حضرت علامہ زرقانی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بھی عقیدہ ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام حاضر و ناظر ہیں ورنہ ان حدیثوں کو یہ حضرات اپنی کتابوں میں ہرگز نہ لکھتے۔ اور دیگر محدثین کے عقیدے ملاحظہ ہوں۔

حضرت امام ترمذی اور صاحب مشکوٰۃ کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

حضرت سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی ہیں انہوں نے فرمایا۔

دَخَلْتُ عَلٰى اُمِّ سَلَمَةَ وَهِيَ تَبْكِيْ فَقُلْتُ مَا يُبْكِيْكِ قَالَتْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَنَامِ وَعَلٰى رَأْسِهٖ وَلِحْيَتِهِ التُّرَابُ فَقُلْتُ مَالَكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ شَهِدْتُّ قَتْلَ الْحُسَيْنِ اٰنِفًا۔ رواہ الترمذی

(ترمذی، مشکوٰۃ ص ۵۷۰)

میں اُمُ المومنین حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو دیکھا وہ رو رہی ہیں میں نے عرض کیا آپ روتی کیوں ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ ان کے سر مبارک اور ریشِ اقدس (داڑھی) پر گرد و غبار ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کا یہ کیا حال ہے؟ فرمایا میں ابھی حسین کی شہادت گاہ پر حاضر ہوا تھا۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مدینہ منورہ سے کربلا شریف کے میدان جنگ میں

جانا اور وہاں کے حالات کو ملاحظہ فرمانا حاضر و ناظر کے معنی ہیں۔ حضرت امام ترمذی اور صاحب مشکوٰۃ علامہ خطیب تبریزی علیہما الرحمتہ والرضوان نے اپنی اپنی کتابوں میں اس حدیث شریف کولکھ کر اپنا یہ عقیدہ ثابت کردیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں۔

شارح بخاری علامہ عسقلانی کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ متوفی ۸۵۲ھ)

آپ تحریر فرماتے ہیں۔

وَقَدْ قَالَ عُلَمَائُنَا لَافَرْقَ بَيْنَ مَوْتِهٖ وَحَيَاتِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ مُشَاهَدَتِهٖ لِاُمَّتِهٖ وَمَعْرِفَتِهٖ بِاَحْوَالِهِمْ وَنِيَّاتِهِمْ وَعَزَائِمِهِمْ وَخَوَاطِرِهِمْ وَذٰلِكَ جَلِيٌّ عِنْدَهٗ لَا خِفَاءَ بِهٖ۔

(مواہب لدنیہ جلد دوم ص ۳۸۷)

ہمارے علمائے کرام نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی اور وفات میں کوئی فرق نہیں وہ اپنی امت کو دیکھتے ہیں اور ان کی حالتوں، نیتوں ارادوں اور دل کی باتوں کو جانتے ہیں۔ اور یہ آپ پر بالکل ظاہر ہیں اس میں کوئی پوشیدگی نہیں۔

حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمتہ والرضوان کی اس تحریر سے ظاہر ہوا کہ ان کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں۔ اس لئے کہ اپنی امت کو دیکھتے ہیں اور ان کی حالتوں کو جانتے ہیں۔

حضرت قاضی عیاض اور ملا علی قاری کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

حضرت علامہ قاضی عیاض علیہ الرحمتہ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔

اِنْ لَّمْ یَکُنْ فِی الْبَیْتِ اَحَدٌ فَقُلِ السَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ

جب گھر میں کوئی نہ ہو تو تم کہو اے نبی! آپ پر سلام اور اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں

اس عبارت کی شرح میں حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں۔

لِاَنَّ رُوْحَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَاضِرَةٌ فِيْ بُيُوْتِ اَهْلِ الْاِسْلَامِ۔ (شرح شفا ملا علی قاری مع نسیم الریاض جلد سوم ص ۴۶۴)

اس لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح مبارک مسلمانوں کے گھروں میں موجود ہے۔

ان عبارتوں سے حضرت علامہ قاضی عیاض اور حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما نے اپنا عقیدہ واضح کر دیا کہ رسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم حاضر و ناظر ہیں سب مسلمانوں کے گھروں میں ان کی روح مبارک موجود ہے ان پر سلام عرض کیا جائے گا۔

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ متوفی ۹۱۱ھ)

آپ تحریر فرماتے ہیں۔

اَلنَّظْرُ فِيْ اَعْمَالِ اُمَّتِهٖ وَالْاِسْتِغْفَارُ لَهُمْ مِنَ السَّيِّاٰتِ وَالدُّعَاءُ بِكَشْفِ الْبَلَاءِ عَنْهُمْ وَالتَّرَدُّدُ فِيْ اَقْطَارِ الْاَرْضِ وَالْبَرَكَةُ فِيْهَا وَحُضُوْرُ جَنَازَةٍ مِنْ صَالِحِيْ اُمَّتِهٖ فَاِنَّ هٰذِهٖ الْاُمُوْرَ مِنْ اَشْغَالِهٖ كَمَا وَرَدَتْ بِذٰلِكَ الْحَدِيْثُ وَ الْاٰثَارُ ۔ (انبیاء الاذکیا ص ۷)

اپنی امت کے اعمال پر نگاہ رکھنا' ان کے گناہوں کیلئے استغفار کرنا' ان سے بلا دور ہونے کی دعا کرنا زمین میں ادھر ادھر آنا جانا' اس میں برکت دینا اور اپنی امت میں کسی نیک آدمی کا انتقال ہو جائے تو اس کے جنازے میں شریک ہونا یہ چیزیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مشغلہ ہیں۔ جیسے کہ اس کے متعلق حدیثیں اور آثار آئے ہیں۔

اس عبارت سے حضرت علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ والرضوان کا عقیدہ ظاہر ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں کہ ساری دنیا میں پھیلی ہوئی اپنی امت کے اعمال پر نظر رکھتے ہیں اور زمین میں جہاں چاہتے ہیں' آتے جاتے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۱۰۵۲ھ)

آپ تحریر فرماتے ہیں۔

باچندیں اختلاف و کثرت مذاہب کہ در علمائے امت ست یک کس را دریں مسئلہ خلافے نیست کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بحقیقتِ حیات بے شائبہ مجاز و تو ہم تاویل دائم و باقی ست و بر اعمال امت حاضر و ناظر و مرطالبانِ حقیقت راو متو جہانِ آں حضرت رامفیض و مربی۔ (سلوک اقرب السبل بالتوجہ الی سید الرسل مع اخبار الاخیار مطبوعہ رحیمیہ دیوبند ص ۱۶۱)

امت کے علماء میں اتنے اختلافات اور بہت سے مذہب کے باوجود کسی شخص کو اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حقیقی زندگی کے ساتھ قائم اور باقی ہیں۔ حضور کی زندگی میں مجاز کی آمیزش و تاویل کا وہم نہیں ہے۔ اور امت کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں اور حقیقت کے طلب کرنے والے اور جو لوگ کہ آں حضرت کی جانب توجہ رکھتے ہیں حضور ان سب کو فیض پہنچانے والے اور ان کی تربیت کرنے والے ہیں۔

اور حضرت شیخ محقق لکھتے ہیں۔

ذکر کن اور او درود بفرست بروے علیہ السلام و باش در حال ذکر گویا حاضر ست پیش تو در حالت حیات و می بینی تو اور امتادب با جلال و تعظیم و ہیبت و حیا و بدانکہ وے علیہ الصلاۃ والسلام می بیند و می شنود کلام ترا۔ زیرا کہ وے علیہ الصلاۃ والسلام متصف ست بصفات الٰہیہ و یکے از صفات الٰہی آنست اَنَا جَلِیْسُ مَنْ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کرو اور ان پر درود پڑھو اور ذکر کی حالت میں ایسے رہو کہ حضور زندگی کی حالت میں تمہارے سامنے ہیں اور تم ان کو دیکھتے ہو ادب، اجلال، تعظیم، ہیبت اور حیا سے رہو اور جانو کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام تمہیں دیکھتے اور تمہارے کلام کو سنتے ہیں اس لئے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی صفتوں کے ساتھ موصوف ہیں اور اللہ کی ایک

ذَکَرَنِی۔ صفت یہ ہے کہ میں اپنے ذکر کرنے والے کا ہمنشین ہوں۔

(مدارج النبوۃ)

اور شیخ محقق علی الاطلاق تحریر فرماتے ہیں۔

اگر بعد ازاں گویند کہ حق تعالیٰ جسد شریف را حالتے وقدرتے بخشیدہ است کہ در ہر مکانے کہ خواہد تشریف بخشد خواہ بعینہ خواہ بمثال خواہ برآسماں خواہ برزمین خواہ در قبر یا غیرو ے سورتے دارد باوجود ثبوت نسبت خاص بقبر در ہمہ حال

(مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۴۵۰)

اگر اس کے بعد کہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کے جسم مبارک کو ایسی حالت وقدرت بخشی ہے کہ جس جگہ چاہیں تشریف لے جائیں چاہے بالکل اسی جسم سے، چاہے جسم مثالی سے چاہے آسمان پر، چاہے زمین پر چاہے قبر میں یا کہیں اور۔ تو درست ہے قبر سے ہر حال میں تعلق رہتا ہے۔

اور حضرت شیخ محقق تحریر فرماتے ہیں۔

بعضے عرفا گفتہ اند کہ ایں خطاب بجہت سریان حقیقت محمدیہ است در ذرائر موجودات و افراد ممکنات پس آں حضرت در ذات مصلیان موجود و حاضر ست پس مصلی را باید کہ ازیں معنی آگاہ باشد وازیں شہود غافل نبودتا انوار قرب واسرار معرفت منور دفائز گردد

(اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۴۰۱)

بعض عارفوں نے فرمایا ہے کہ یہ خطاب یعنی اَلتَّحِیَّاتُ میں حضور کو اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ کہہ کر سلام عرض کرنا اس وجہ سے ہے کہ حقیقت محمدیہ موجودات کے ذرہ ذرہ اور ممکنات کے ہر ہر فرد میں سرایت کئے ہوئے ہے اسلئے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نمازیوں کی ذات میں موجود اور حاضر ہیں۔ نمازی کو چاہئے کہ اس بات سے آگاہ رہے اور اس شہود سے غافل نہ ہوتا کہ قرب کے انوار اور معرفت کے بھیدوں سے روشن اور کامیاب ہو جائے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی ان تحریروں سے ان کے

عقیدے بالکل کھلم کھلا ظاہر ہیں کہ اللہ کے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں۔ اپنے ذکر کرنے والے کے ہم نشین ہیں زمین و آسمان میں جہاں چاہتے ہیں تشریف لے جاتے ہیں اور آپ کی حقیقت موجودات کے ہر ہر ذرے اور ممکنات کے ہر ہر فرد میں سرایت کئے ہوئے ہے۔

صاحب نسیم الریاض علامہ خفاجی کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ والرضوان۔ متوفی ۱۰۷۰ھ)

آپ تحریر فرماتے ہیں۔

اَلْاَنْبِیَاءُ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ مِنْ جِھَۃِ الْاَجْسَامِ وَالظَّوَاھِرِ مَعَ الْبَشَرِ وَبَوَاطِنُھُمْ وَقُوَاھُمُ الرُّوْحَانِیَّۃُ مَلَکِیَّۃٌ وَلِذَا تَرٰی مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَھَا تَسْمَعُ اَطِیْۃَ السَّمَاءِ وَتَشُمُّ رَائِحَۃَ جِبْرِیْلَ اِذَا اَرَادَ النُّزُوْلَ اِلَیْھِمْ۔

(نسیم الریاض جلد سوم ص ۵۴۵)

انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام جسمانی اور ظاہری طور پر بشر کے ساتھ ہیں۔ اور ان کے باطن اور روحانی قوتیں فرشتوں والی ہیں اسی لئے وہ زمین کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھتے ہیں آسمانوں کی چڑچڑاہٹ سنتے ہیں اور حضرت جبریل علیہ السلام کی خوشبو پا لیتے ہیں جب وہ ان کی جانب اترتے ہیں۔

اس تحریر سے حضرت علامہ شہاب الدین خفاجی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا بھی یہ عقیدہ ثابت ہے کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام حاضر و ناظر ہین کہ وہ مشرقوں و مغربوں کو دیکھتے ہیں اور ان کو جانتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ والرضوان۔ متوفی ۱۱۷۶ھ)

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ والد ماجد قبلہ فرمایا کرتے تھے کہ ماہِ رمضان میں ایک دن میری نکسیر پھوٹ پڑی تو مجھ پر ضعف طاری ہو گیا۔ قریب تھا کہ میں کمزوری کی بنا پر روزہ توڑ دوں۔

مگر رمضان کے روزے کی فضیلت کے ضائع ہونے کا غم لاحق ہوا۔ اسی غم میں قدرے غنودگی طاری ہوئی تو حضرت پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے مجھے لذیذ اور خوشبودار زردہ عطا فرمایا ہے پھر انتہائی خوشگوار ٹھنڈا پانی بھی مرحمت فرمایا جسے میں نے سیر ہو کر پیا۔ میں اس غنودگی کے عالم سے نکلا تو بھوک اور پیاس بالکل ختم ہو چکی تھی اور میرے ہاتھوں میں ابھی تک زردہ کے زعفران کی خوشبو موجود تھی۔ عقیدت مندوں نے احتیاطاً میرے ہاتھوں کو دھو کر پانی کو محفوظ کر لیا اور تبرکاً اس سے روزہ افطار کیا۔ (انفاس العارفین ص ۱۰۰)

اور حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ والد ماجد قبلہ نے فرمایا۔ محمد فاضل نے چاہا کہ اپنے بیٹے کو اجمیر بھیج دے اور راستے کی بدامنی کے پیش نظر خود بھی اس کے ساتھ جانا چاہا۔ جب مجھ سے رخصت ہونے آیا تو میں نے کہا کہ تمہارے جانے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ بحفاظت واپس آ جائے گا ہاں البتہ واپسی پر اجمیر سے دو منزل ادھر ڈاکو قافلہ پر حملہ کریں گے مگر اس کی حفاظت ہمارے ذمہ ہے۔ ہاں البتہ اسے سمجھا دیجئے کہ اس وقت اپنی بہلی الگ ایک طرف کھڑی کر دے۔

جب وہ وقت آیا تو حضرت والا اس طرف متوجہ ہوئے اور توجہ کے دوران آپ کے بدن پر ملال ظاہر ہوا۔ حاضرین نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ کچھ دنوں کے سخت سفر نے تھکا دیا۔ جب وہ لڑکا واپس آیا تو بیان کیا کہ وہاں ڈاکو آئے ہوئے تھے۔ میں نے اپنی بہلی کو ایک طرف کر دیا۔ وہاں حضرت والا مثالی صورت میں موجود تھے ڈاکوؤں نے پورے قافلہ کو لوٹا مگر میری بہلی محفوظ رہی۔ (انفاس العارفین ص ۱۳۴)

سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مدینہ شریف سے جان لینا کہ دہلی میں حضرت شاہ عبدالرحیم کو انتہائی بھوک و پیاس کے سبب بہت کمزوری پیدا ہو گئی ہے اور پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ان کو کھانے پینے کے لئے خوشبودار زردہ اور خوشگوار ٹھنڈا پانی مرحمت فرمانا اور خود حضرت شاہ عبدالرحیم کا اجمیر شریف سے دو منزل ادھر ڈاکہ پڑنے کو دہلی میں بیٹھے ہوئے دیکھنا اور عین وقت پر محمد فاضل کے بیٹے کی حفاظت کیلئے مثالی صورت میں وہاں پہنچ جانا یہ سب حاضر و ناظر کا کام ہے۔ لہٰذا حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان واقعات کو لکھ کر

اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں بلکہ اولیاء اللہ بھی حاضر و ناظر ہوتے ہیں جن میں سے ایک ہمارے باپ حضرت شاہ عبدالرحیم بھی ہیں۔

حضرت علامہ نبہانی کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ والرضوان۔ متوفی ۱۳۵۰ھ)

امام المحدثین عاشق رسول حضرت علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی علیہ الرحمتہ والرضوان علاقہ فلسطین میں ۱۲۶۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۳۵۰ھ میں بمقام بیروت وصال فرمایا۔ آپ کی لکھی ہوئی چھوٹی بڑی کتابیں پچاس سے زیادہ ہیں۔

آپ تحریر فرماتے ہیں حضرت شیخ عدوی اپنی کتاب مشارق الانوار میں لکھتے ہیں کہ شہر بلخ کے ایک علوی کا انتقال ہو گیا تو ان کی بیوی سمرقند چلی گئیں ساتھ میں چند بیٹیاں بھی تھیں جن کو انہوں نے مسجد میں بٹھا دیا اور خود جا کر انہوں نے رئیس شہر سے ملاقات کی اور اس سے اپنا حال زار بیان کیا مگر مسلمان ہونے کے باوجود اس نے کوئی توجہ نہیں کی اور کہا اَقِیْمِیْ عِنْدِی الْبَیِّنَۃَ اَنَّکِ عَلَوِیَّۃٌ یعنی اپنے علوی ہونے پر گواہ پیش کرو۔

وہاں سے مایوس ہو کر وہ محافظ شہر کے پاس گئیں جو مجوسی کافر آتش پرست تھا۔ اس نے آپ کا اور آپ کی بیٹیوں کا بڑا احترام کیا۔ اپنے گھر میں ان کے لئے الگ رہائش گاہ مقرر کیا' غسل کا انتظام کیا اور بہترین کپڑے پہنائے ان تعظیم و تکریم کی برکت سے مجوسی کا پورا گھر مسلمان ہو گیا۔

رات کے وقت رئیس شہر نے خواب دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور لواء الحمد حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سر انور پر لہرا رہا ہے۔ حضور نے رئیس شہر سے منہ پھیر لیا۔ اس نے عرض کیا حضور! آپ مجھ سے منہ پھیر رہے ہیں حالانکہ میں مسلمان ہوں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اَقِمِ الْبَیِّنَۃَ عِنْدِیْ اَنَّکَ مُسْلِمٌ اپنے مسلمان ہونے پر گواہ پیش کرو۔ وہ شخص یہ سن کر حیرت زدہ ہو گیا۔ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا تو نے اُس علوی عورت سے جو کچھ کہا تھا اُسے بھول گیا۔ اور جنت کے ایک عالیشان محل کی طرف اشارہ کرتے

ہوئے محافظ شہر سے فرمایا هٰـذَا الْـقَصْرُ لَكَ وَلِاَهْلِكَ بِمَا فَعَلْتَ مَعَ الْعَلَوِيَّةِ وَاَنْتُمْ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ ۔ یہ محل تمہارے اور تمہارے گھر والوں کے لئے ہے اور تم لوگ جنتی ہو۔

(الشرف المؤبد لآل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۹۷)

اور علامہ نبہانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ علامہ مقریزی فرماتے ہیں مجھ سے رئیس شمس الدین محمد بن عبداللہ عمری نے بیان کیا کہ میں ایک دن قاضی جمال الدین محمود عجمی کی خدمت میں حاضر ہوا جو قاہرہ کے گورنر تھے وہ اپنے نائبوں اور خادموں کے ہمراہ سید عبدالرحمان طباطبی موذن کے گھر تشریف لے گئے۔ان سے اجازت طلب کی وہ اپنے گھر سے باہر آئے تو انہیں گورنر کے اپنے یہاں آنے پر سخت حیرت ہوئی۔وہ انہیں اندر لے گئے ہم بھی ان کے ساتھ اندر چلے گئے اور سید عبدالرحمان کے سامنے اپنے اپنے مرتبے کے مطابق بیٹھے۔

سب لوگ جب اطمینان سے بیٹھ گئے تو گورنر نے سید صاحب سے کہا کہ حضرت مجھے معاف فرما دیجئے انہوں نے کہا جناب کیا چیز معاف کر دوں؟ گورنر صاحب نے کہا کل رات میں قلعہ پر گیا اور بادشاہ ظاہر برقوق کے سامنے بیٹھا تو آپ تشریف لائے اور مجھ سے بلند جگہ پر بیٹھ گئے میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ بادشاہ کی مجلس میں مجھ سے اونچے کیوں بیٹھے ہیں؟ رات کو میں سویا تو مجھے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔آپ نے مجھ سے فرمایا يَـا مَـحْمُوْدُ تَانِفُ اَنْ تَجْلِسَ تَحْتَ وَلَدِيْ محمود! تو اس بات سے عار محسوس کرتا ہے کہ میری اولاد سے نیچے بیٹھے۔

یہ سن کر سید عبدالرحمان رو پڑے اور کہا جناب میں ایسا کہاں ہوں کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے یاد فرمائیں یہ سننا تھا کہ تمام حاضرین بھی رو پڑے اور سب کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں۔سب نے سید صاحب سے دعا کی درخواست کی اور واپس آ گئے۔

(الشرف المؤبد ص ۹۸)

سمرقند کے رئیس شہر سے علوی خاتون کا اپنا حال زار بیان کرنا' جواب میں رئیس شہر کا یہ کہنا کہ تم اپنے علوی ہونے پر گواہ پیش کرو اور محافظ شہر مجوسی کا علوی خاتون کی خاطر و مدارت کرنا اور ان کے ساتھ تعظیم و تکریم سے پیش آنا اور محمود گورنر کا نیچے بیٹھنا سید صاحب کا بلند مقام

پر تشریف رکھنا اور پھر گورنر کا اپنے دل میں یہ خیال لانا کہ یہ مجھ سے اونچے کیوں بیٹھے۔

ان ساری باتوں کو اللہ کے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیکھنے اور جاننے والے ہیں اور اسی قسم کی باتوں کے دیکھنے اور جاننے والے کو حاضر و ناظر کہتے ہیں۔ علامہ نبہانی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ان واقعات کو لکھ کر اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں۔ اگر وہ حاضر و ناظر نہ ہوتے تو ان واقعات و حالات کو وہ ہرگز نہ دیکھ پاتے اور نہ جان پاتے۔

اور تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت علی بن سعید المعروف بہ زیزیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے جوانی کے زمانہ میں حضرت شیخ محمد بن ابوبکر بن قوام علیہ الرحمۃ والرضوان (متوفی ۶۵۸ھ) کے ساتھ عہد کر لیا۔ ایک بار مجھے بیت المقدس کی زیارت کا خیال ہوا تو میں نے حضرت سے حاضری کی اجازت چاہی۔ فرمانے لگے بیٹا! جوان ہو اور مجھے خوف ہے کوئی خرابی نہ ہو' میں نے بڑی زاری اور الحاح سے کام لیا تو مجھے یہ کہتے ہوئے اجازت مرحمت فرمائی کہ میرا سر (بھید) تیری حفاظت یوں کرے گا جس طرح لوہے کا پنجرہ حفاظت کرتا ہے اور فرمایا جب دمشق کے دروازے پر محل کے سامنے آؤ تو شہر میں داخل ہو کر شیخ علی بن جمل کو پوچھنا اور ان کی زیارت کرنا وہ اللہ کے ولی ہیں۔

جب میں وہاں پہنچا تو ان کے متعلق پوچھا۔ لوگوں نے مجھے ان کا پتہ بتایا میں نے ان کے گھر پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹایا تو ان کے گھر کا ایک آدمی نکلا اور مجھے کہا علی! تشریف لائیں۔ حضرت نے آپ کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ علی نام کا ایک فقیر تمہارے پاس آئے گا وہ حضرت شیخ ابوبکر بن قوام کا غلام ہے۔ اسے میرے آنے تک اندر آنے کی اجازت دے دینا۔ ان کے کہنے پر میں اندر جا کر بیٹھ گیا یہاں تک کہ حضرت شیخ علی بن جمل تشریف لے آئے۔ میں نے اٹھ کر انہیں سلام عرض کیا انہوں نے مجھے خوش آمدید کہہ کر فرمایا علی! گزشتہ رات حضرت شیخ محمد ابوبکر آئے تھے اور تمہاری خبر گیری کے لئے کہا تھا۔ اب تمہیں کوئی تکلیف نہ ہو گی اس لئے کہ آپ سر شیخ میں یوں محفوظ ہیں جیسے کوئی پنجرے میں محفوظ رہتا ہے۔

میں ان کے پاس ٹھہرا رہا پھر بیت المقدس چلا۔ جب وہاں پہنچا تو شدید گرمی میں شہر سے باہر ایک شخص کو دیکھا۔ میں نے اُسے سلام کیا تو اُس نے مجھے جواب دے کر فرمایا بیٹا! بہت دیر کر دی ہے میں صبح سے تمہارا یہاں انتظار کر رہا ہوں۔ مجھے اس سے خوف آنے لگا۔ میں ڈرا یہ کوئی مشکوک آدمی نہ ہو۔ مجھے فرمایا علی! ڈرو نہیں حضرت شیخ نے آکر مجھے تمہارے متعلق حکم فرمایا تھا۔ میں ان کے ساتھ ان کے گھر چلا گیا۔ انہوں نے کھانا منگوایا اور اسے تناول کرنے کا حکم دیا میں نے کھانا کھایا۔ جب نماز کا وقت آیا تو کہا اب اٹھئے! نماز حرم اقدس میں پڑھیں گے ہم دونوں آدمی نکل کر حرم اقدس میں پہنچے وہاں نمازیں پڑھیں اور گھر واپس آ گئے۔ رات ہوئی تو وہ پوری رات نماز پڑھتے رہے۔ جب انہیں محسوس ہوتا کہ میں جاگ رہا ہوں تو وہ بیٹھ جاتے اور جب میرے سو جانے کا یقین ہو جاتا تو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگتے۔ (یہ سب اس کے لئے کہ ریاکاری نہ ہو)

میں کئی دن ان کے یہاں ٹھہرا رہا۔ پھر میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی زیارت کے لئے نکلا۔ انہوں نے میرے ساتھ چل کر الوداع کہا۔ میں حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے مزار کے قریب پہنچا تو چار ڈاکو میری طرف بڑھے۔ جب میرے قریب آئے تو مبہوت ہو کر میرے پیچھے دیکھنے لگے۔ میں نے پیچھے دیکھا تو سفید کپڑوں میں ملبوس منہ لپیٹے ایک شخص کو کھڑا ہوا پایا۔ اس نے مجھے کہا اپنا راستہ چلتے جائیں۔ میں چلتا گیا وہ اس وقت تک میرے ساتھ رہا جب تک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر اور شہر سامنے نہیں آ گیا۔ اب وہ کھڑے ہو کر دعا کرنے لگا اور میں شہر میں داخل ہو کر زیارت کرنے لگا۔ جب میں اپنے شہر واپس پہنچا تو سب سے پہلے حضرت کی سلامی کے لئے حاضر ہوا۔ جب میں نے خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا تو آپ نے میرے سفر کے سب واقعات بیان فرما دیئے۔ اور فرمانے لگے کہ اگر وہ منہ لپیٹ کر آنے والا نہ ہوتا تو ڈاکو تیرے کپڑے تک اتار لیتے۔ یہ سن کر مجھے یقین ہو گیا کہ وہ خود حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ (جامع کرامات اولیاء ص ۵۷۷)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ ایک نصرانی خاتون ملک فرنگ میں رہتی تھی اور حضرت محمد بن احمد فرغل صعیدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۸۶۰ھ) کی معتقد تھی۔ اس نے نذر مانی کہ اگر اللہ نے اس

کے لڑکے کو شفا دے دی تو وہ حضرت فرغل کے لئے دری بنائے گی۔ ایک دن آپ فرمانے لگے اب ان لوگوں نے دری کے لئے پشمیں کاٹنا شروع کر دیا اب انہوں نے سوت کونلوں پر چڑھایا۔ اب وہ بننے لگ گئے ہیں۔ اب انہوں نے دری بھیج دی ہے۔ اب مقام مرکب پر وہ اتر گئے ہیں اور فلاں جگہ پر وہ ہیں۔ اب فلاں مقام پر وہ پہنچ گئے ہیں۔ ایک دن فرمایا ابھی ایک سامنے آتا ہے اس نے دری پکڑ رکھی ہے اور دروازے پر پہنچ گیا ہے لوگوں نے دیکھا تو واقعی ایسا ہی ہوا۔ (جامع کرامات اولیاء ص ۶۸۶)

حضرت شیخ ابن قوام رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا خادم کے سارے واقعات سفر کو بغیر کسی آلہ کے دیکھنا اور جاننا۔ اسی طرح حضرت فرغل علیہ الرحمتہ کا دری کے متعلق سارے حالات کو ملاحظہ فرمانا حاضر و ناظر کا معنی ہے۔ حضرت علامہ نبہانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان واقعات کو کتاب میں لکھ کر اپنا یہ عقیدہ واضح کر دیا کہ اللہ کے بعض ولی بھی حاضر و ناظر ہوتے ہیں۔

تعظیم

تعظیم کے معنی ہیں قول یا فعل سے کسی کی بڑائی ظاہر کرنا۔ تو سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر انبیائے کرام و مشائخ عظام وغیرہ کی تعظیم جائز ہے یا نہیں؟ اس کے بارے میں بزرگوں کا عقیدہ ملاحظہ ہو۔

حضور سید عالم کا عقیدہ

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ وصال ۱۱ھ مطابق ۶۳۲ء)

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا۔ — جو ہمارے چھوٹوں پر مہربانی نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی تعظیم و توقیر نہ کرے وہ ہمارے راستہ پر نہیں۔

(ترمذی۔ مشکوٰۃ ص ۴۲۳)

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نزدیک اپنے بڑے کی تعظیم کرنا شرک نہیں بلکہ ایسا نہ کرنے والا حضور کے راستہ پر ہی نہیں۔

(۲) حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ عروہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کہ وہ مسلمان نہ ہوئے تھے۔ حدیبیہ کے مقام پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صلح کی گفتگو کرنے کے لئے آئے۔ اس موقع پر صحابہ کو حضور کی تعظیم کرتے ہوئے جو انہوں نے دیکھا تھا واپسی کے بعد مکہ شریف کے کافروں سے ان لفظوں میں انہوں نے بیان کیا۔

وَاللهِ لَقَدْ وَفَدْتُ عَلَى الْمُلُوْكِ وَوَفَدْتُ عَلٰى قَيْصَرَ وَ كِسْرٰى وَالنَّجَاشِيِّ وَاللهِ اِنْ رَاَيْتُ مَلِكاً قَطُّ يُعَظِّمُهٗ اَصْحَابُهٗ مَا يُعَظِّمُ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ مُحَمَّداً وَاللهِ اِنْ تَنَخَّمَ نُخَامَةً اِلَّا وَقَعَتْ فِيْ كَفِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهٗ وَجِلْدَهٗ وَاِذَا اَمَرَهُمْ اِبْتَدَرُوْا اَمْرَهٗ وَاِذَا تَوَضَّاَ كَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ عَلٰى وَضُوْئِهٖ وَاِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوْا اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهٗ وَمَا يُحِدُّوْنَ اِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيْمًا لَهٗ۔

(بخاری شریف جلد اول ص ۳۷۹)

قسم خدا کی میں بادشاہوں کے درباروں میں وفد لے کر گیا ہوں۔ میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے درباروں میں حاضر ہوا ہوں لیکن خدا کی قسم میں نے کوئی بادشاہ ایسا نہیں دیکھا کہ اسکے ساتھی اسطرح تعظیم کرتے ہوں جیسے محمد (ﷺ) کے ساتھی انکی تعظیم کرتے ہیں۔ خدا کی قسم جب وہ تھوکتے ہیں تو ان کا تھوک کسی نہ کسی آدمی کی ہتھیلی پر ہی گرتا ہے جسے وہ اپنے چہرے اور بدن پر مل لیتا ہے اور جب وہ کوئی حکم دیتے ہیں تو فوراً انکے حکم کی تعمیل ہوتی ہے اور جب وہ وضو فرماتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لوگ وضو کا مستعمل پانی حاصل کرنے کیلئے ایک دوسرے کیساتھ لڑنے مرنے پر آمادہ ہو جائینگے اور جب انکی بارگاہ میں بات کرتے ہیں تو اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں اور تعظیماً انکی طرف آنکھ بھر کر نہیں دیکھتے۔

(۳) حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا۔

اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ قُبَّةٍ حَمْرَاءَ مِنْ اَدَمٍ وَرَاَيْتُ بِلَالًا اَخَذَ وَضُوْءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ يَبْتَدِرُوْنَ الْوَضُوْءَ فَمَنْ

میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ چمڑے کے سرخ قبے میں تشریف فرما تھے میں نے حضرت بلال کو دیکھا کہ انہوں نے حضور کے وضو کا مستعمل پانی (ایک لگن) میں لیا اور لوگ اس پانی کی طرف دو

اَصَابَ مِنْهُ شَیْئًا تَمَسَّحَ بِهٖ وَمَنْ لَّمْ یُصِبْ مِنْهُ اَخَذَ مِنْ بَلَلِ یَدِ صَاحِبِهٖ

(بخاری شریف جلد دوم ص ۸۷۱)

رہے ہیں تو جس کو اس میں سے کچھ حاصل ہو گیا اُس نے (اپنے چہرے وغیرہ پر) اس کو مل لیا اور جو نہیں پایا تو اس نے اپنے ساتھی کے ہاتھ سے تری لے لی۔

ان احادیث کریمہ سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کرتے تھے مگر آپ انہیں منع نہیں فرماتے تھے جس سے واضح طور پر حضور کا یہ عقیدہ ثابت ہوا کہ مسلمان ان کی تعظیم کریں تو یہ شرک نہیں اگر یہ بات شرک ہوتی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کو اس سے ضرور منع فرماتے۔

(۴) حضرت سائب بن خلاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

اِنَّ رَجُلًا اَمَّ قَوْمًا فَبَصَقَ فِی الْقِبْلَةِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَنْظُرُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِقَوْمِهٖ حِیْنَ فَرَغَ لَایُصَلِّی لَكُمْ فَاَرَادَ بَعْدَ ذٰلِكَ اَنْ یُّصَلِّیَ لَهُمْ فَمَنَعُوْهُ فَاَخْبَرُوْهُ بِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ نَعَمْ۔ وَحَسِبْتُ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّكَ قَدْ اٰذَیْتَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔

(ابوداؤد، مشکوۃ ص ۷۱)

ایک شخص اپنی قوم کو نماز پڑھا رہا تھا تو اس نے قبلہ کی طرف تھوک دیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیکھ رہے تھے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہو گیا تو حضور نے اس کی قوم سے فرمایا کہ آئندہ یہ شخص تم لوگوں کو نماز نہ پڑھائے۔ حضور کی ممانعت کے بعد اس نے نماز پڑھانی چاہی تو لوگوں نے روک دیا اور رسول اللہ ﷺ کے حکم سے اُس کو آگاہ کیا۔ شخص مذکور نے یہ بات حضور سے دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ ہاں میں نے منع کیا ہے راوی حدیث حضرت سائب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میرے خیال میں حضور نے یہ بھی فرمایا کہ تو نے اللہ و رسول کو اذیت دی۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ کعبہ شریف کی جانب اُس کی تعظیم کے لئے تھوکنے سے منع کیا گیا ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد اول ص ۴۵۵) تو امام پر چونکہ

جانب کعبہ شریف کی تعظیم لازم تھی مگر اُس نے نہیں کی اِس لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھانے سے اُس شخص کو منع فرما دیا۔ حالانکہ یہ واقعہ مدینہ طیبہ کا ہے جہاں سے وہ کعبہ شریف کو دیکھ نہیں رہا تھا۔ معلوم ہوا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ عقیدہ ہے کہ تعظیم کے لئے معظم یعنی جس کی تعظیم کرنی ہے اس کا سامنے ہونا اور دیکھنا ضروری نہیں بلکہ وہ نگاہوں سے اوجھل ہو تب بھی اس کی تعظیم کی جائے گی۔

حضرت امام بخاری کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان ۔ متوفی ۲۵۶ھ)

حضرت محمد بن یوسف فربری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت امام بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان نے فرمایا۔

مَا وَضَعْتُ فِیْ كِتَابِ الصَّحِیْحِ حَدِیْثًا اِلَّا اغْتَسَلْتُ قَبْلَ ذٰلِكَ وَصَلَّیْتُ رَكْعَتَیْنِ۔

بخاری شریف میں ہر حدیث لکھنے سے پہلے میں نے غسل کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔

(مقدمہ فتح الباری شرح بخاری ص ۵)

حدیث شریف کی تعظیم حقیقت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہے۔ تو حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حدیثِ رسول کی اس طرح تعظیم فرما کر اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم حق ہے۔

اور بعض صحابہ حدیث شریف لکھتے تھے۔ (دیکھئے بخاری شریف جلد اول ص ۲۲ سطر ۸) مگر وہ ہر حدیث شریف لکھنے سے پہلے نہ غسل کرتے تھے اور نہ دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔ حضرت امام بخاری نے ہر حدیث کے پہلے غسل و نماز سے اپنا یہ عقیدہ بھی ثابت کر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کا ہر طریقہ صحابہ سے ثابت ہونا ضروری نہیں بلکہ ہر وہ طریقہ کہ جن سے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بڑائی ظاہر ہو ان تمام طریقوں سے حضور کی تعظیم جائز و مستحسن ہے۔

اور نبی کریم علیہ الصلوٰات والتسلیم نے اس طرح حدیث کی تعظیم سے اپنی تعظیم کا حکم نہیں فرمایا لیکن امام بخاری نے حدیث کی تعظیم سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم فرما کر اپنا یہ

عقیدہ بھی ثابت کردیا کہ ہر طرح کی تعظیم کے لئے قرآن وحدیث کا بالتصریح حکم دینا ضروری نہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد عام وَ تُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ یعنی رسول کی تعظیم وتوقیر کرو۔ (پ ۲۶ ع ۹) تعظیم کی تمام قسموں کو شامل ہے۔

حضرت امام مالک کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۱۷۹ھ)

(۱) حضرت ابو مصعب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

كَانَ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ لَا يُحَدِّثُ بِحَدِيْثِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا وَهُوَ عَلٰى وَضُوْءٍ۔ (شفاء شریف ج ۲ ص ۳۵)

حضرت مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث شریف تعظیم وتکریم کی خاطر بغیر وضو کے بیان نہیں فرماتے تھے۔

(۲) حضرت مطرف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جب لوگ کچھ پوچھنے کے لئے آتے تو خادمہ آپ کے دولت خانہ سے نکل کر دریافت کیا کرتی کہ حدیث شریف پوچھنے کے لئے آئے ہو یا فقہی مسئلہ؟ اگر وہ کہتے کہ مسئلہ دریافت کرنے کے لئے آئے ہیں تو امام موصوف فوراً باہر تشریف لے آتے اور اگر وہ کہتے کہ حدیث شریف کے لئے آئے ہیں تو حضرت امام مالک غسل فرما کر خوشبو لگاتے پھر لباس بدل کر نکلتے۔ آپ کے لئے تخت بچھایا جاتا جس پر آپ وقار کے ساتھ بیٹھ کر حدیث شریف بیان فرماتے۔ اور شروع مجلس سے آخر تک خوشبو سلگائی جاتی اور وہ تخت صرف حدیث شریف روایت کرنے کے لئے مخصوص کیا گیا تھا۔ جب امام موصوف سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا۔

اُحِبُّ اَنْ اُعَظِّمَ حَدِيْثَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

میں چاہتا ہوں کہ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث شریف کی تعظیم کروں۔ (شفا شریف ج ۲ ص ۳۶)

(۳) حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں حضرت امام

مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا آپ حدیثیں بیان فرمارہے تھے کہ اسی اثنا میں ایک بچھو نے آپ کو سولہ (۱۶) مرتبہ ڈنک مارا جس سے ان کا رنگ بدل کر پیلا ہو رہا تھا مگر انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث شریف کو بیان کرنا بند نہ کیا۔ جب آپ روایت حدیث سے فارغ ہو گئے اور لوگ چلے گئے تو میں نے عرض کیا کہ آج آپ کے اندر میں نے ایک عجیب بات دیکھی ہے۔ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

اِنَّمَا صَبَرْتُ اِجْلَالاً لِحَدِیْثِ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

میں نے رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث شریف کی تعظیم میں صبر کیا۔ (شفا شریف ج ۲ ص ۳۶)

حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی حدیث کی تعظیم سے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم فرما کر اپنا یہ عقیدہ واضح کر دیا کہ نبی کریم افضل الصلوات والتسلیم کی تعظیم حق ہے۔ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین چلتے پھرتے اور اٹھتے بیٹھتے ہر حال میں ایک دوسرے سے حدیثیں بیان کیا کرتے تھے اس کے لئے غسل کرنے، عطر لگانے، خوشبو سلگانے اور تخت بچھانے کا اہتمام نہیں کرتے تھے۔ مگر حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کرنے کے لئے ان باتوں کا اہتمام فرما کر اپنا یہ عقیدہ بھی ثابت کر دیا کہ ہر قسم کی تعظیم کا صحابہ سے ثابت ہونا ضروری نہیں بلکہ مسلمانوں کا جذبۂ دل جس طرح بھی رہبری کرے ہر طریقے سے سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بڑائی ظاہر کرنا جائز ہے۔

علامہ قاضی عیاض کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۵۴۴ھ)

(۱) اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا

وَتُعَزِّرُوْہُ وَتُوَقِّرُوْہُ رسول کی تعظیم وتوقیر کرو۔ (پ ۲۶ ع ۹)

اس آیت مبارکہ کو نقل فرمانے کے بعد حضرت علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

فَاَوْجَبَ اللّٰہُ تَعَالٰی تَعْزِیْرَہٗ وَتَوْقِیْرَہٗ وَاَلْزَمَ اِکْرَامَہٗ وَتَعْظِیْمَہٗ۔

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حرمت وتوقیر کو واجب قرار دیا اور ان کی تکریم و تعظیم کو لازم فرمایا۔

(شفا شریف ج ۲ ص ۲۸)

اس تحریر میں حضرت علامہ عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنا عقیدہ واضح طور پر لکھ دیا کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی تعظیم واجب ہے۔

(۲) ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَاتَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوْا انْظُرْنَا

اے ایمان والو! رَاعِنَا مت کہو اُنْظُرْنَا کہو۔ (پ ۱ ع ۱۳)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کچھ کلام فرماتے اور صحابہ کی سمجھ میں نہ آتا تو عرض کرتے۔ رَاعِنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ یعنی یارسول اللہ! ہماری رعایت فرمایئے اور اس بات کو دوبارہ فرمادیجئے۔ مگر یہودیوں کی بولی میں یہ گالی تھی۔ وہ لوگ حضور سے یہ کلمہ گالی کے معنی میں کہنے لگے۔ تو مسلمانوں کی نیت اگرچہ صحیح تھی مگر ان کو رَاعِنَا کہنے سے روک دیا گیا اور اس کی جگہ لفظ اُنْظُرْنَا یعنی ہم پر نظر رکھیں۔ کہنے کا حکم دیا گیا۔۔۔ حضرت علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیت کریمہ کو لکھنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔

نُھُوْا عَنْ قَوْلِھَا تَعْظِیْمًا لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

صحابۂ کرام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کیلئے لفظ رَاعِنَا کہنے سے روکے گئے۔

(شفا شریف ج ۲ ص ۲۹)

حضرت علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنا یہ عقیدہ ثابت فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم صرف کھڑے ہونے کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ بلکہ راعنا کی جگہ اُنْظُرْنَا کہنا یہ بھی حضور کی تعظیم ہے۔

(۳) آپ اور تحریر فرماتے ہیں۔

مِنْ تَعْظِیْمِ الصَّحَابَۃِ لَہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا اَذِنَتْ

صحابہ کرام نے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کی ہے ان میں سے ایک یہ بھی

قُرَيْش "لِعُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فِي الطَّوَافِ بِالْبَيْتِ حِيْنَ وَجَّهَهُ اِلَيْهِمْ فِي الْقَضِيَّةِ اَبٰى وَقَالَ مَا كُنْتُ لِاَفْعَلَ حَتّٰى يَطُوْفَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (شفا شریف ج ۲ ص ۳۱)

ہے کہ جب کفارِ قریش نے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کعبہ شریف کے طواف کے لئے کہا۔ اس موقع پر کہ آپ کو حدیبیہ سے حضور نے صلح کے معاملہ میں مکہ شریف بھیجا تھا تو آپ نے طواف کعبہ سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کا طواف نہیں کریں گے۔ میں طواف نہیں کر سکتا۔

معلوم ہوا کہ حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمانا کہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طواف کئے بغیر طواف نہیں کرسکتا۔ یہ بھی حضور کی تعظیم ہے۔

مِنْ اِعْظَامِهٖ وَاِكْبَارِهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمِ اِعْظَامُ جَمِيْعِ اَسْبَابِهٖ وَاِكْرَامُ مَشَاهِدِهٖ وَاَمْكِنَتِهٖ مِنْ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ وَمَعَاهِدِهٖ وَمَا لَمَسَهُ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ عُرِفَ بِهٖ۔

(شفا شریف ج ۲ ص ۴۴)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر میں سے یہ بھی ہے کہ وہ تمام چیزیں جو حضور سے نسبت رکھتی ہیں اُن کی تعظیم کی جائے۔ اور مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ کے جن مقامات کو آپ نے مشرف فرمایا ان کا بھی ادب و احترام کیا جائے اور جن جگہوں میں آپ نے قیام فرمایا اور وہ ساری چیزیں کہ جن کو آپ کے دست مبارک نے چھوایا وہ آپ کے کسی عضو سے مس ہوئیں یا آپ کے نام سے پکاری جاتی ہیں ان سب کی تعظیم و تکریم کی جائے۔

یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات تو بہت ارفع و اعلیٰ اور بلند و بالا ہے۔

حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک جو چیزیں حضور سے نسبت رکھتی ہیں ان کی بھی تعظیم کی جائے گی۔

صاحب ہدایہ علامہ مرغینانی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۵۹۳ھ)

آپ کا نام نامی علی' کنیت ابوالحسن اور لقب برہان الدین ہے۔ والد گرامی کا نام ابوبکر ہے۔ مرغینان کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں جو فرغانہ کے شہروں میں سے ماوراء النہر میں ایک شہر ہے۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ ۸ رجب المرجب ۵۱۱ھ پیر کے دن عصر کے بعد پیدا ہوئے۔ اور ۵۴۴ھ میں حج بیت اللہ و زیارت روضہ منورہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے۔

آپ نے مفتی الثقلین نجم الدین ابوحفص عمر نسفی' ابوالفتح محمد بن عبدالرحمٰن مروزی' شیخ الاسلام ضیاء الدین ابومحمد صاعد مرغینانی' ابوشجاع ضیاء الاسلام عمر بن محمد بلخی بسطامی اور ابوعمرو عثمان بیکندی تلمیذ شمس الائمہ سرخسی وغیرہ اساطین امت سے علم حاصل کیا جو اپنے زمانے کے ہر فن میں مرجع خلائق تھے۔

ان مقدس ہستیوں کے فیضان صحبت نے آپ کو کشور علم وفضل کا تاجدار بنا دیا جس کی مکمل تصویر صاحب جواہر مضیہ نے اس طرح کھینچی ہے کہ صاحب ہدایہ امام وقت' فقیہ بے بدل' حافظ دوراں' مفسر قرآن' محدث زمانہ' جامع علوم' ضابط فنون' پختہ علم والے محقق' وسیع النظر' باریک بیں' عابد وزاہد' پرہیزگار' فائق الاقران' فاضل الاعوان' ماہر فنون' اصولی' بے مثل ادیب اور بے نظیر شاعر تھے۔ علم وادب میں آپ کا ثانی دیکھا نہیں گیا۔

آپ کے ہم عصر علماء فقیہ النفس امام فخر الدین قاضی خاں' محمود بن احمد صاحب محیط وذخیرہ' شیخ زین الدین ابونصر احمد بن محمد عتابی اور محمد بن احمد بخاری مولف فتاویٰ ظہیریہ وغیرہ نے آپ کے فضل وکمال کا اقرار کیا ہے۔ بلکہ قاضی خاں اور زین الدین عتابی سے منقول ہے کہ صاحب ہدایہ فقہ میں اپنے ہم عصروں پر فوقیت رکھتے تھے بلکہ اپنے اساتذہ سے بھی سبقت لے گئے تھے۔

بہت سے اکابر علماء نے آپ سے فقہ حاصل کیا جن میں سے آپ کے دو صاحبزادے شیخ الاسلام جلال الدین محمد، نظام الدین عمر اور ابن الابن شیخ الاسلام عماد الدین، شمس الائمہ کردری، برہان الاسلام زرنوجی اور قاضی القضاۃ محمد بن علی سمرقندی جیسے آفتاب و ماہتاب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

آپ کی جملہ تصنیفات بداية المبتدی، كفاية المنتهى، المنتقى، التجنيس والمزيد، مناسك الحج، نشر المذهب، مختار النوازل اور فرائض العثمانی وغیرہ نہایت گرانقدر اور مفید ہیں۔ خاص کر ہدایہ تو آپ کا وہ بلند پایہ علمی شاہکار ہے جس کی دنیائے علم وفن میں کوئی نظیر نہیں۔ اس مایہ ناز کتاب کے متعلق کسی نے مندرجہ ذیل قطعہ کہا جس میں مبالغہ نہیں ہے۔

اِنَّ الْهِدَايَةَ كَالْقُرْآنِ لَسَخَتْ   مَاصَنَّفُوْا قَبْلَهَا فِي الشَّرْعِ مِنْ كُتُبٍ
فَاحْفَظْ قِرَاءَتَهَا وَالْزَمْ تِلَاوَتَهَا   يَسْلَمْ مَقَالُكَ مِنْ زَيْغٍ وَّمِنْ كِذْبٍ

یعنی قرآن کریم نے گزشتہ شریعتوں کی کتابوں کو منسوخ کر دیا تو ہدایہ اس معاملہ میں گویا قرآن کے مثل ہے کہ اس نے فقہ میں لکھی گئی ماقبل کی ساری کتابوں کو منسوخ کر دیا۔ لہٰذا اس کو پڑھتے رہو اور اس کی خواندگی لازم پکڑو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو تمہاری گفتگو کجی اور غلطی سے پاک رہے گی۔

ہدایہ کی تصنیف کی وجہ یہ ہوئی کہ آپ نے چاہا فقہ میں ایک مختصر کتاب لکھی جائے جس میں ہر طرح کے مسائل ہوں۔ تو قدوری و جامع صغیر سے انتخاب فرما کر ''بداية المبتدی'' لکھا اور اس میں وعدہ فرمایا کہ بشرط فرصت اس کی شرح كفاية المنتهى تصنیف کروں گا تو وعدہ کے مطابق اس کی ۱۰ جلدیں تحریر فرمائیں۔ پھر اندیشہ ہوا کہ شاید اتنی بڑی شرح سے لوگ پورا فائدہ نہ اٹھا سکیں تو اس کا اختصار بنام ہدایہ تحریر فرمایا جو ایسی مقبول ہوئی کہ اب تک اس کے ۳۶ شروح و حواشی لکھے گئے اور بعض لوگوں نے اسے مکمل زبانی یاد کیا۔

ماہ ذوالقعدہ ۵۷۳ھ میں بروز چہار شنبہ (بدھ کے دن) آپ نے ہدایہ کی تصنیف شروع کی اور نہایت عرق ریزی کے ساتھ مسلسل تیرہ سال تک اس طرح مصروف رہے کہ ایام منہیہ کے علاوہ ہمیشہ روزہ رکھتے اور کسی کو اپنے روزہ سے مطلع نہ کرتے۔ جب خادم کھانا لاتا تو آپ

اس سے فرماتے کہ رکھ کر چلے جاؤ۔ جب وہ چلا جاتا تو آپ کسی طالب علم کو بلا کر کھلا دیتے۔

۱۴ ذوالحجہ ۵۹۳ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ سمرقند میں آپ کا مزار اقدس زیارت گاہ خلائق ہے۔ (ماخوذ از حدائق الحنفیہ واحوال المصنفین)

رہتا ہے نام علم سے زندہ ہمیشہ داغ
اولاد سے تو بس یہی دو پشت چار پشت

آپ مردہ نہلانے کے تخت کو دھونی دینے کی علت بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

لِمَا فِيْهِ مِنْ تَعْظِيْمِ الْمَيِّتِ۔ دھونی دینے میں میت کی تعظیم ہے۔

(ہدایہ ج ۱ ص ۱۵۸)

معلوم ہوا کہ صاحب ہدایہ کے نزدیک نہلانے کے تخت کو دھونی دے کر میت کی تعظیم جائز ہے اور یہ معاملہ تو مسلمان میت کے ساتھ ہے۔ مسلمان کی تعظیم کا جائز ہونا اور پھر سب سے بڑھ کر مسلمانوں کے آقا و مولا اللہ کے محبوب جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم تو بدرجہ اولیٰ جائز ہے۔

حضرت ملا علی قاری کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۱۰۱۴ھ)

(۱) حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ افضل الصلوات والتسلیم نے ارشاد فرمایا۔

اِذَا اَتَيْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوْا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوْهَا۔ جب تم پاخانہ (سنڈاس) جاؤ تو قبلہ کی طرف نہ منہ کرو نہ پیٹھ۔ (مشکوۃ شریف ص ۴۲)

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث شریف کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں۔

اَیْ جِهَةَ الْكَعْبَةِ تَعْظِيْمًا لَهَا۔ یعنی کعبہ شریف کی جانب منہ اور پیٹھ نہ کرنے کا حکم اسکی تعظیم کیلئے ہے۔

(مرقاۃ ج ۱ ص ۲۸۳)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا قَامَ اَحَدُکُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَلَا یَبْصُقْ اَمَامَہٗ۔ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھنے کیلئے کھڑا ہو تو اپنے سامنے نہ تھوکے (مشکوٰۃ ص ۶۹)

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس حکم کی علت بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

تَخْصِیْصُ الْقِبْلَۃِ لِتَعْظِیْمِھَا۔ قبلہ کی جانب تھوکنے سے اس کی تعظیم کے لئے منع کیا گیا ہے۔ (مرقاۃ ج۱ ص ۴۵۵)

معلوم ہوا کہ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک تعظیم کے لئے معظم یعنی جس کی تعظیم کرنی ہے اس کا سامنے ہونا اور دیکھنا ضروری نہیں۔ اسی لئے پاخانہ کرنے والے اور نماز پڑھنے والے سے کعبہ شریف چاہے ہزاروں کلومیٹر دور نگاہوں سے اوجھل ہو پھر بھی اس کو کعبہ شریف کی تعظیم کرنا ضروری ہے۔

(۳) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث شریف مروی ہے۔

کَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْرَعُوْنَ بَابَہٗ بِالْاَظَافِرِ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ انکے دروازۂ مبارک پر ناخنوں سے دستک دیتے تھے۔ (شفا شریف ج ۲ ص ۳۲)

حضرت ملا علی قاری اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

اَیْ ضَرْبًا خَفِیْفًا وَدَقًّا لَطِیْفًا تَعْظِیْمًا وَتَکْرِیْمًا وَتَشْرِیْفًا۔ یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم اور انکی توقیر کیلئے ضرب خفیف سے بہت ہلکی تک دیتے تھے۔

معلوم ہوا کہ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک ناخنوں سے ہلکی دستک دینا بھی صاحب خانہ کی تعظیم ہے۔

حضرت امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

(متوفی ۷۵۶ھ)

آپ دین کے امام و پیشوا اور بہت بڑے مجتہد ہیں اور تقریباً ایک سو پچاس کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان کا واقعہ حضرت علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت کی خدمت میں علماء کا مجمع تھا تو ایک نعت خواں نے نعت شریف کے دو شعر پڑھے۔

فَعِنْدَ ذٰلِكَ قَامَ الْإِمَامُ السُّبْكِيُّ وَجَمِيْعُ مَنْ بِالْمَجْلِسِ فَحَصَلَ اُنْس" عَظِيْمٌ بِذٰلِكَ الْمَجْلِسِ وَيَكْفِيْ ذٰلِكَ فِي الْاِقْتِدَاءِ۔

تو فوراً امام سبکی اور تمام حاضرین مجلس کھڑے ہو گئے اور اس مجلس میں بہت لطف آیا۔ اور پیروی کیلئے اسی قدر کافی ہے۔

(تفسیر روح البیان ج۹ ص ۵۶)

معلوم ہوا کہ حضرت امام تقی الدین سبکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاص ذکر کے وقت تعظیم کے لئے کھڑا ہونا جائز ہے۔ اور حضرت اسماعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا عقیدہ بھی اس عبارت سے واضح ہے کہ پیروی کے لئے اسی قدر کافی ہے۔

قطب الاقطاب حضرت قطب الدین بختیار کاکی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۶۳۴ھ)

سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ رئیس نامی ایک شخص نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک قبہ ہے اور لوگوں کا ایک ہجوم اس قبہ کے گرد جمع ہے۔ ان میں سے ایک چھوٹے قد کا آدمی بار بار اس قبے کے اندر آتا جاتا ہے اور لوگوں کے سوالوں کے جوابات لا کر انہیں بتاتا ہے۔ رئیس نے پوچھا کہ اس قبے میں کون ہے اور یہ چھوٹے سے قد کا آدمی کون ہے جو قبے کے باہر آتا جاتا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ اس قبے میں حضرت رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور وہ مرد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو قبے کے اندر آتے جاتے ہیں! رئیس کہتا ہے کہ میں حضرت

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا اور میں نے ان سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیجئے کہ میری تمنا ہے کہ میں آپ کی زیارت سے مشرف ہوں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اندر گئے اور باہر آ کر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ابھی تجھ میں اس کی اہلیت نہیں کہ تو مجھے دیکھ سکے لیکن جا اور میرا اسلام بختیار کا کی کو پہنچا اور ان سے کہہ کہ ہر رات جو تحفہ تم مجھ کو بھیجتے ہو وہ پہنچتا ہے لیکن تین راتیں ایسی گزریں کہ وہ تحفہ نہیں پہنچا۔ اس رکاوٹ کا باعث خدا کرے کہ خیر ہو---- رئیس کہتا ہے کہ جب میں بیدار ہوا تو فوراً حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے ان سے عرض کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کو سلام بھیجا ہے۔ حضرت نے جب سلام سنا تو تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے۔

(سیر الاولیاء ص ۱۱٦ ٗ فوائد الفواد مجلس نہم ص ۱۹۷)

معلوم ہوا کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق کسی خاص خبر کے موقع پر تعظیم کے لئے کھڑا ہونا جائز ہے۔

سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ والرضوان۔ متوفی ۷۲۵ھ)

حضرت میر عبدالواحد بلگرامی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۱۰۱۷ھ) تحریر فرماتے ہیں۔

وقتے سلطان المشائخ با جمع از یاراں خود نشستہ بودند ناگہاں برخاستند و باز بنشستند حاضرین مجلس از حضرت ایشاں پرسیدند کہبر خاستن چہ بود۔ گفتند در خانقاہ پیر دستگیر ماسگے بود۔ امروز بصورت آں سگ سگے دیگر در نظر من آمد کہ در کوچہ می گزشت من تعظیم آں سگ استادہ شدم۔

ایک مرتبہ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء قدس سرہ اپنے احباب کے ساتھ تشریف فرماتے کہ ناگاہ کھڑے ہو گئے پھر بیٹھ گئے۔ حاضرین مجلس نے آپ سے دریافت کیا حضور کس بنا پر کھڑے ہوئے؟ فرمایا کہ ہمارے پیر دستگیر کی خانقاہ میں ایک کتا رہتا تھا۔ آج اسی صورت کا ایک کتا مجھے نظر آیا۔

کہ اس گلی میں گزر رہا ہے میں اس کتے کی تعظیم

کی خاطر اٹھا تھا۔ (سبع سنابل شریف مترجم ص ۱۴۳)

جس بزرگ کے نزدیک ایسے کتے کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا جائز ہے۔ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کے بارے میں اس کا عقیدہ بالکل واضح ہے۔

حضور کا جسم بے سایہ

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تمام خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ کے جسم اقدس کا سایہ نہیں پڑتا تھا۔ نہ سورج کی روشنی اور نہ چاند کی چاندنی میں۔ یہی عقیدہ صحابہ تابعین اور تمام بزرگان دین کا ہے۔ جس کی تفصیل کتابوں میں مذکور ہے اس مقام پر بطور اختصار چند اہم شخصیتوں کے عقیدے ملاحظہ ہوں۔

امیر المومنین حضرت عثمان غنی کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ وصال ۳۵ھ)

رئیس المفسرین حضرت علامہ امام نسفی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۷۰۱ھ) تحریر فرماتے ہیں۔

قَالَ عُثْمَانُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اِنَّ اللّٰہَ مَا اَوْقَعَ ظِلَّكَ عَلَی الْاَرْضِ لِئَلَّا یَضَعَ اِنْسَانٌ قَدَمَہٗ عَلٰی ذٰلِكَ الظِّلِّ۔ (تفسیر مدارک ج۲ ص۱۰۳)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور کی بارگاہ میں عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا سایہ زمین پر نہیں ڈالا تاکہ کوئی انسان اس پر اپنا قدم نہ رکھ دے۔

اس حدیث شریف سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم اقدس کا سایہ نہ ہونے کے بارے میں امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ واضح طور پر معلوم ہوا۔ جس کی تائید خود حضور سے بھی ثابت ہوئی کہ آپ کے سامنے حضرت عثمان غنی نے اس بات کو پیش کیا اور آپ نے اس کا انکار نہیں فرمایا اور یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت علامہ امام نسفی کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ حضور کے جسم اقدس کا سایہ نہیں پڑتا تھا ورنہ اس حدیث شریف کو بلا تردید وہ اپنی

تفسیر میں ہرگز نہ تحریر کرتے۔

حضرت ذکوان تابعی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

حضرت حکیم ترمذی نے آپ سے روایت کیا۔

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ یَکُنْ یُرٰی لَہٗ ظِلٌّ فِیْ شَمْسٍ وَّلَا قَمَرٍ۔

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جسم کا سایہ نہ سورج کی دھوپ میں نظر آتا تھا نہ چاند کی چاندنی میں۔ (خصائص کبریٰ ج ا ص ۶۸)

حضرت ذکوان رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جب اس حدیث شریف کو روایت کیا تو ثابت ہو گیا کہ ان کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ حضور کے جسم کا سایہ کسی چیز کی روشنی میں نظر نہیں آتا تھا۔ اور اسی بنیاد پر حکیم ترمذی کا بھی یہی عقیدہ ثابت ہوا۔

امام الزماں حضرت علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

(متوفی ۵۴۴ھ)

آپ تحریر فرماتے ہیں۔

مَا ذُکِرَ مِنْ اَنَّہٗ لَا ظِلَّ لَشَخْصِہٖ فِیْ شَمْسٍ وَّلَا قَمَرٍ لِاَنَّہٗ کَانَ نُوْرًا۔ (شفا شریف ج ا ص ۲۴۲)

یہ جو بیان کیا گیا ہے کہ سورج اور چاند کی روشنی میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ نہیں پڑتا تھا تو اس لئے کہ حضور نور تھے۔

حضرت قاضی عیاض رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ کا عقیدہ اس تحریر سے بالکل واضح ہے کہ نور ہونے کے سبب حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ نہیں پڑتا تھا۔

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

(متوفی ۹۱۱ھ)

آپ خصائص کبریٰ میں مستقل ایک باب مرتب کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

بَابُ الْاٰیَةِ فِیْ اَنَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمْ یَکُنْ یُرٰی لَهٗ ظِلٌّ

اس معجزہ کا بیان کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم کا سایہ نہیں دیکھا گیا۔

(خصائص کبریٰ ج ا ص ۶۸)

پھر علامہ سیوطی حکیم ترمذی سے حضرت ذکوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث نقل کرنے کے بعد حضرت امام ابن سبع سے اس پر شہادت اس طرح پیش فرماتے ہیں۔

قَالَ ابْنُ سَبُعٍ مِنْ خَصَائِصِهٖ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ ظِلَّهٗ کَانَ لَایَقَعُ عَلَی الْاَرْضِ وَاَنَّهٗ کَانَ نُوْرًا فَکَانَ اِذَا مَشٰی فِی الشَّمْسِ اَوِالْقَمَرِ لَایُنْظَرُ لَهٗ ظِلٌّ قَالَ بَعْضُهُمْ وَیَشْهَدُ لَهٗ حَدِیْثُ قَوْلِهٖ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ دُعَائِهٖ وَاجْعَلْنِیْ نُوْرًا۔ (خصائص کبریٰ ج ا ص ۶۸)

ابن سبع نے کہا یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا اس لئے کہ وہ نور تھے۔ تو جب چاند و سورج کی روشنی میں وہ چلتے تھے تو سایہ نظر نہیں آتا تھا۔ یعنی ائمہ نے کہا کہ اس خصوصیت پر حضور کی وہ حدیث شاہد ہے کہ جس میں آپ کی یہ دعا منقول ہے کہ اے اللہ! مجھے نور بنا دے۔

ان تحریروں سے حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا عقیدہ بھی ظاہر ہو گیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم اقدس کا سایہ نہیں پڑتا تھا۔ ساتھ ہی حضرت امام ابن سبع کا بھی یہی عقیدہ ثابت ہو گیا۔

امام ربانی حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۱۰۳۵ھ)

آپ تحریر فرماتے ہیں۔

ناچار او را سایہ نبود ——— در عالم شہادت سایہ ہر شخص از شخص لطیف تر ست۔ و چوں لطیف تر از وے در عالم نہ باشد او ر

بیشک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سایہ نہیں تھا۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ عالم شہادت میں ہر چیز سے اس کا سایہ لطیف ہوتا ہے اور حضور سے

اسایہ چہ صورت دارد
(مکتوبات شریف ج ۳ ص ۱۸۷)

لطیف کائنات میں کوئی چیز نہیں تو پھر آپ کا سایہ کس صورت سے ہوسکتا ہے۔

اور تحریر فرماتے ہیں۔

ہر گاہ محمد رسول اللہ از لطافت ظل نہ بود خدائے محمد چگونہ ظل باشد
(مکتوبات ج ۳ ص ۲۳۷)

جب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے لطیف ہونے کے سبب سایہ نہیں ہے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خدا کے لئے کیسے سایہ ہوسکتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان تحریروں سے اپنا عقیدہ بالکل واضح کر دیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ لطیف چونکہ کائنات میں کوئی چیز نہیں ہے اس لئے آپ کا سایہ نہیں ہوسکتا۔

شیخ محقق حضرت عبدالحق محدث دہلوی بخاری کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ والرضوان۔متوفی ۱۰۵۲ھ)

آپ تحریر فرماتے ہیں۔

نبود مر آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را سایہ نہ در آفتاب و نہ در قمر۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سایہ نہ سورج کی دھوپ میں پڑتا تھا نہ چاند کی چاندنی میں۔
(مدارج النبوۃ ج ۱ ص ۲۱)

اور تحریر فرماتے ہیں۔

چوں آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عین نور باشد نور را سایہ نباشد

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سراپا نور ہیں اور نور کیلئے سایہ نہیں ہوتا۔ (مدارج النبوۃ ج ۱ ص ۱۱۸)

شیخ محقق رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا عقیدہ ان تحریروں سے بالکل ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم اقدس کا سایہ نہیں پڑتا تھا۔

سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان- متوفی ۱۲۳۹ھ)

آپ حضور سید عالم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم اقدس کی خصوصیات لکھتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

وسایۂ ایشاں برزمیں نمی افتاد — آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا۔

(تفسیر عزیزی پارۂ عم ص ۲۱۹)

آپ کا عقیدہ اس تحریر سے بالکل واضح ہے۔

وسیلہ

جس کے ذریعہ کسی سے قرب اور نزدیکی حاصل کی جائے اس کو وسیلہ کہتے ہیں (التعریفات ص ۲۲۵) صحابہء کرام اور تمام بزرگان دین بلکہ خود حضور سید المرسلین علیہ الصلاۃ والتسلیم کا یہی عقیدہ ہے کہ بزرگوں کو وسیلہ بنانا جائز ہے۔ زندگی میں بھی اور ان کی وفات کے بعد بھی۔ تفصیل ملاحظہ ہو۔

حضور سید عالم کا عقیدہ

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ وصال اقدس ۱۱ھ مطابق ۶۳۲ء)

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

اِنَّ رَجُلًا ضَرِيْرَ الْبَصَرِ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يُّعَافِيَنِيْ فَقَالَ اِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ وَاِنْ شِئْتَ صَبَرْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ قَالَ فَادْعُهُ قَالَ فَاَمَرَهٗ اَنْ يَّتَوَضَّاءَ فَيُحْسِنَ وُضُوْءَهٗ وَيُصَلِّىَ رَكْعَتَيْنِ وَيَدْعُوْ بِهٰذَا الدُّعَاءِ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْاَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ اِنِّىْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰى

ایک اندھا آدمی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ مجھے آنکھ والا کر دے۔ حضور نے فرمایا اگر تو چاہے تو میں تیرے لئے دعا کروں۔ اور اگر تو چاہے تو صبر کرے کہ وہ تیرے لئے بہتر ہے عرض کیا کہ دعا فرمائیں۔ حضور نے اُسے حکم دیا کہ اچھا وضو کرو دو رکعت نماز پڑھو اور یہ دعا کرو۔ اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وسیلہ سے توجہ کرتا ہوں جو نبی ء رحمت

رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ فَیَقْضِیْهَا اَللّٰهُمَّ شَفِّعْهُ فِیَّ فَفَعَلَ الرَّجُلُ فَقَامَ وَقَدْ اَبْصَرَ۔

(ترمذی شریف ج ۲ص ۱۹۷ خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۰۱)

ہیں۔ یا رسول اللہ! میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف اپنی اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں تو اسے پوری فرما دے۔ اے اللہ! میرے بارے میں حضور کی شفاعت قبول فرما تو وہ شخص جب آپ کے فرمانے کے مطابق کر کے کھڑا ہوا تو آنکھ والا ہو گیا۔

امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اور علامہ سیوطی نے تحریر فرمایا کہ اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی تاریخ میں روایت کیا۔ اور بیہقی نے الدلائل والدعوات میں اس حدیث شریف کو روایت کر کے فرمایا صحیح ہے اور ابونعیم نے اسے معرفہ میں روایت کیا۔

اس حدیث شریف سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ عقیدہ ہے کہ مجھے اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ بنانا جائز ہے۔ اگر شرک ہوتا تو حضور اپنے وسیلہ سے دعا کرنے کے لئے اس نابینا کو ہرگز حکم نہ فرماتے۔

حضرت عمر فاروق اعظم کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ وصال اقدس ۲۳ھ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

اِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ كَانَ اِذَا قَحَطُوْا اِسْتَسْقٰی بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْكَ بِنَبِیِّنَا صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَتَسْقِینَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْكَ بِعَمِّ نَبِیِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ

جب لوگ قحط میں مبتلا ہوتے تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلہ سے دعا کرتے اور کہتے اے اللہ! ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی کو وسیلہ بنایا کرتے تھے تو ہمیں تو سیراب فرماتا تھا اور اب ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں حضرت

فَيُسْقَوْنَ۔ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہر مرتبہ پانی برس پڑتا۔ (بخاری شریف ج ۱ص ۱۳۷)

حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ (متوفی ۸۵۲ھ) اس حدیث شریف کی شرح میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔

فَخَطَبَ النَّاسَ عُمَرُ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَرٰی لِلْعَبَّاسِ مَا یَرَی الْوَلَدُ لِلْوَالِدِ فَاقْتَدُوْا اَیُّھَا النَّاسُ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ عَمِّہِ الْعَبَّاسِ وَاتَّخِذُوْہُ وَسِیْلَۃً اِلَی اللّٰہِ۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عباس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرتے تھے جیسا کہ بیٹا اپنے باپ کے ساتھ کرتا ہے۔ لہٰذا اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس کے ساتھ حضور کا طریقہ اپناؤ اور انہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ بناؤ۔ (فتح الباری شرح بخاری ج ۱ص ۴۱۳)

ان احادیث کریمہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ بالکل واضح ہے کہ وہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وسیلہ بنایا کرتے تھے۔ پھر انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خود وسیلہ بنایا اور دوسروں کو انہیں وسیلہ بنانے کا حکم دیا تاکہ یہ ثابت ہو جائے کہ غیر نبی کو بھی وسیلہ بنانا جائز ہے۔ اور پھر کسی صحابی نے ان کے اس قول وعمل پر اعتراض نہیں کیا جس سے غیر نبی کو وسیلہ بنانے پر صحابہ کا اجماع بھی ثابت ہو گیا۔

حضرت امیر معاویہ کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ متوفی ۶۰ھ)

علامہ ابن سعد (متوفی ۲۴۵ھ) اسناد کے ساتھ حضرت سلیم بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

اِنَّ السَّمَاءَ قَحَطَتْ فَخَرَجَ مُعٰوِیَۃُ بارش نہیں ہوئی قحط پڑ گیا تو حضرت امیر معاویہ

بْنُ اَبِیْ سُفْیَانَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَاَھْلُ دِمَشْقَ یَسْتَسْقُوْنَ فَلَمَّا قَعَدَ مُعَاوِیَۃُ عَلَی الْمِنْبَرِ قَالَ اَیْنَ یَزِیْدُ بْنُ الْاَسْوَدِ الْجَرْشِیُّ قَالَ فَنَادَاہُ النَّاسُ فَاَقْبَلَ یَتَخَطّٰی فَاَمَرَہٗ مُعَاوِیَۃُ فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ فَقَعَدَ عِنْدَ رِجْلَیْہِ فَقَالَ مُعَاوِیَۃُ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَشْفِعُ اِلَیْکَ الْیَوْمَ بِخَیْرِنَا وَاَفْضَلِنَا اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَشْفِعُ اِلَیْکَ بِیَزِیْدَ بْنِ الْاَسْوَدِ یَا یَزِیْدُ اِرْفَعْ یَدَیْکَ اِلَی اللّٰہِ فَرَفَعَ یَزِیْدُ یَدَیْہِ وَرَفَعَ النَّاسُ اَیْدِیَھُمْ فَمَا کَانَ اَوْشَکَ اَنْ ثَارَتْ سَحَابَۃٌ فِی الْمَغْرِبِ وَھَبَّتْ لَھَا رِیْحٌ فَسُقِیْنَا حَتّٰی کَادَ النَّاسُ لَا یَتَصِلُوْنَ اِلٰی مَنَازِلِھِمْ ۔

(طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۴۴۴)

رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دمشق کے لوگ نماز استسقاء کیلئے نکلے۔ جب حضرت امیر معاویہ منبر پر بیٹھے تو فرمایا یزید بن اسود جرشی کہاں ہیں؟ راوی نے کہا کہ لوگوں نے انہیں پکارا تو وہ قدم بڑھاتے ہوئے نمودار ہوئے اور حضرت امیر معاویہ کے حکم سے منبر پر چڑھے اور ان کے قدموں کے پاس بیٹھ گئے۔ پھر حضرت امیر معاویہ نے دعا کی کہ اے اللہ! ہم تیری بارگاہ میں آج کے دن اپنی جماعت کے افضل اور بہتر شخص کو وسیلہ بناتے ہیں اے اللہ ہم تیری بارگاہ میں یزید بن اسود کو سفارشی ٹھہراتے ہیں۔ یزید اپنے ہاتھوں کو خدا کی بارگاہ میں اٹھایئے۔ تو حضرت یزید نے اپنے ہاتھوں کو اٹھایا تھوڑی دیر بھی نہیں گزری کہ پچھم (مغرب) کی طرف بادل کا ایک ٹکڑا ظاہر ہوا اور اس کے ساتھ ہوا بھی چلی اور ہم پر ایسی بارش ہوئی کہ اپنے گھروں تک پہنچنا دشوار ہو گیا۔

اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ صحابی ؑرسول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ اللہ کی بارگاہ میں بزرگوں کو وسیلہ بنانا جائز ہے۔ اور آپ کے اس عمل کا صحابہ و تابعین میں سے کسی نے انکار نہیں کیا تو اس مسئلہ میں ان کا اجماع بھی ثابت ہو گیا۔

حضور سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

(وصال اقدس ۵۶۱ھ)

حضرت علامہ نور الدین شطنوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ خبر دی ہم کو ابوالحسن بن زکریا بغدادی نے انہوں نے کہا (۶۲۹ھ) میں ہم کو قاضی القضاۃ ابو صالح بن حافظ ابوبکر عبد الرزاق بن شیخ الاسلام محی الدین ابو محمد عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بغداد میں خبر دی۔ انہوں نے کہا ہم کو شیخ ابو عبد الرزاق نے خبر دی ـــــ اور (۶۹۰ھ) میں ہم کو شیخ ابو محمد الحسن فقیہ ابو عمران موسیٰ بن الحسین قرشی شافعی نے قاہرہ میں خبر دی۔ ان دونوں نے کہا کہ (۶۱۳ھ) میں ہم کو شیخ پیشوا ابوالحسن قرشی نے دمشق میں خبر دی کہ میں نے شیخ ابو محمد عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے۔

اِذَا سَاَلْتُمُ اللّٰہَ حَاجَۃً فَاسْئَلُوْہُ بِیْ۔ جب تم اللہ تعالیٰ سے کوئی حاجت طلب کرو تو میرے وسیلے سے طلب کرو۔ (بہجۃ الاسرار ص ۲۳)

حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فرمان سے وسیلہ کے بارے میں ان کا عقیدہ بالکل واضح ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

(متوفی ۱۵۰ھ)

آپ کا نام نامی نعمان، کنیت ابوحنیفہ اور لقب امام اعظم و امام المسلمین ہے۔ آپ فارس کے بادشاہ نوشیرواں کی اولاد سے ہیں۔ سلسلہ نسب اس طرح ہے۔ نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان بن ثابت بن قیس بن یزدگرد بن شہریار بن پرویز بن نوشیرواں۔

آپ کے دادا مشرف باسلام ہو کر کوفہ شہر میں سکونت پذیر ہوئے وہیں آپ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے آپ کے باپ ثابت اپنے بچپن کے زمانہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں لائے گئے تو آپ نے ان کے لئے اور ان کی اولاد میں خیر و برکت کی دعا فرمائی۔

آپ کے زمانہ مبارکہ میں تقریباً بائیس صحابہ زندہ تھے جن میں سے سات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے آپ کی ملاقات ثابت ہے۔ خصوصاً حضرت انس بن مالک، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت عبداللہ بن اوفی، حضرت معقل بن یسار اور حضرت واثلہ بن الاسقع سے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور حضرت انس و حضرت جابر و حضرت واثلہ وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے آپ نے حدیثیں بھی روایت کی ہیں۔

حدیث شریف میں آپ کے متعلق بشارت بھی دی گئی ہے جیسا کہ محدث زمانہ حضرت علامہ جلال الدین سیوطی شافعی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اس حدیث شریف میں بشارت دی ہے جسے ابونعیم نے حلیہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے نقل کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لَوْ كَانَ الْعِلْمُ بِالثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهُ رِجَالٌ مِّنْ اَبْنَاءِ فَارِسَ۔ یعنی اگر علم ثریا پر پہنچ جائے تو فارس کے جواں مردوں میں سے ایک جواں مرد ضرور اس تک پہنچ جائے گا۔ (تبییض الصحیفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ اردو ص ۶)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث ہے جس کے اصل الفاظ صحیح بخاری اور مسلم میں یہ ہیں۔ لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهُ رِجَالٌ مِّنْ فَارِسَ۔ یعنی اگر ایمان ثریا کے نزدیک پہنچ جائے تو مردان فارس اس تک ضرور پہنچ جائیں گے۔

(تبییض الصحیفہ اردو ص:۶)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ معجم طبرانی میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لَوْ كَانَ الدِّيْنُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهُ نَاسٌ" مِّنْ اَبْنَاءِ فَارِسَ۔ یعنی اگر دین ثریا میں معلق ہو جائے تو یقیناً مردان فارس کے لوگ اسے حاصل کر لیں گے۔ (تبییض الصحیفہ اردو ص ۷)

ان احادیث کریمہ میں "ابنائے فارس" اور "رجال فارس" سے حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب مراد ہیں۔

آپ نے چار ہزار مشائخ تابعین و تبع تابعین سے حدیث وفقہ حاصل کیا جن میں سے بعض حضرات کے نام یہ ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق' نافع مولیٰ ابن عمر' موسیٰ بن ابی عائشہ' سالم بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب' سعید بن مسروق' سلمہ بن کہیل' سلیمان بن مہران اعمش' طاؤس بن کیسان' عبداللہ بن دینار' عبدالرحمٰن بن ہرمزاعرج' عطاء بن ابی رباح' عطاء بن یسار' محمد بن علی بن حسین بن علی المرتضیٰ' محمد بن عمر د بن الحسن بن علی المرتضیٰ ولید بن سریع مولیٰ عمر بن الخطاب اور ہشام بن عروہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

آپ نے تمام علوم میں کامل ہونے کے بعد گوشہ نشینی کا ارادہ فرمایا تو ایک رات آپ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے۔ حضور نے ارشاد فرمایا اے ابوحنیفہ! آپ کو اللہ تعالیٰ نے میری سنت زندہ کرنے کے لئے پیدا فرمایا ہے تو آپ گوشہ نشینی کا ارادہ ہرگز نہ کریں۔ اس بشارت کے ساتھ آپ درس و تدریس اور مسائل شرعیہ کے اجتہاد و استنباط میں مشغول ہوئے یہاں تک کہ آپ کا مذہب ساری دنیا میں پھیل گیا۔

آپ کے شاگرد بے شمار ہوئے جن میں سے ساٹھ شاگردوں کا ذکر بعض محدثین نے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ ان میں سے چند بزرگوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ امام ابو یوسف' امام محمد' امام زفر' حسن بن زیاد لولوی' ابو مطیع بلخی' عبداللہ بن مبارک' وکیع بن جراح' زکریا بن ابی زائدہ' حفص بن غیاث نخعی' رئیس الصوفیہ داؤد طائی' یوسف بن خالد' اسد بن عمر د اور نوح بن مریم وغیرہم۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسائل کے اجتہاد اور احکام کے استنباط کی مشغولیت کے سبب روایت حدث کا بہت کم موقع ملا جیسے کہ حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو امور خلافت کی مشغولیت کے سبب حدیث کی روایت کا اتفاق کم ہوا۔ مگر اس کے باوجود حضرت امام اعظم کی روایت کردہ حدیثوں کی پندرہ مسندیں جمع کی گئی ہیں اور آپ کے شاگرد اکابر محدثین کے شیوخ میں شمار کئے گئے ہیں جیسے یحییٰ بن معین' وکیع بن جراح' مسعر بن کدام' عبداللہ بن مبارک امام ابو یوسف' احمد بن حنبل اور بالواسطہ اصحاب

صحاح ستہ یعنی حضرت امام بخاری اور حضرت امام مسلم وغیرہ بھی حضرت امام اعظم کی شاگردی سے باہر نہیں ہو سکتے۔

زرقانی شارح موطا نے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیثوں کی تعداد میں کئی قول نقل کئے ہیں۔ اول یہ کہ آپ کی مرویات پانچ سو ہیں۔ دوسرے یہ کہ سات سو ہیں۔ تیسرے یہ کہ ایک ہزار سے کچھ زائد ہیں۔ چوتھے یہ کہ ایک ہزار سات سو ہیں۔ پانچویں یہ کہ چھ سو سڑسٹھ ہیں۔

اور غیر مقلدین جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صرف سترہ حدیثیں پہنچی ہیں اور ثبوت میں ابن خلدون کا حوالہ پیش کرتے ہیں تو وہ سراسر غلط ہے۔ اس لئے کہ یہ ابن خلدون کا عقیدہ نہیں ہے اور نہ اس کا قول ہے بلکہ اس نے دوسرے کا قول حکایۃً نقل کیا ہے اور اغلب یہ ہے کہ اس نے سبع مأتہ لکھا تھا اور کاتب کی غلطی سے سبعۃ عشر ہو گیا۔ یا از راہِ حسد قصداً ایسا کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ بقول حضرت ملا علی قاری حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تراسی ہزار مسائل حل فرمائے ہیں جن میں سے اڑتیس ہزار مسائل عباوات سے متعلق ہیں اور باقی مسائل معاملات کے بارے میں ہیں۔

تو اگر آپ کو صرف سترہ حدیثیں پہنچی ہوتیں تو اتنے زیادہ مسائل آپ ہرگز نہیں حل کر سکتے تھے' نہ علامہ ذہبی شافعی تذکرۃ الحفاظ میں آپ کا ذکر حفاظ حدیث میں کرتے' نہ اکابر علمائے حدیث آپ کو اپنا شیخ بناتے' نہ آپ کے لئے امام کا لقب تسلیم کرتے' نہ محدث زمانہ حضرت علامہ جلال الدین سیوطی شافعی اور دیگر علمائے سلف آپ کے فضائل مناقب میں بڑی بڑی کتابیں لکھتے۔

غرضیکہ غیر مقلدوں کا یہ پروپیگنڈہ کہ حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صرف سترہ حدیثیں پہنچی ہیں' بالکل جھوٹ ہے۔ اسے وہی شخص صحیح مان سکتا ہے جسے آپ کے علم سے حسد ہوگا اور یا تو وہ آپ کے علم سے جاہل ہوگا۔ جو آپ کی مرویات کو دیکھنا چاہے وہ موطا امام محمد'

غیر صحابہ کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کہنے کا فتویٰ کتاب کے آخر میں ملاحظہ ہو۔

کتاب الآثار، کتاب الحج، سیر کبیر اور حضرت امام ابو یوسف کی کتاب الخراج، کتاب الامالی محمد بن زیاد وغیرہا کا مطالعہ کرے۔ ان میں امام اعظم کی روایت کردہ کئی سو حدیثیں صحیح اور حسن ملیں گی۔

آپ کی تصنیفات فقہ اکبر، کتاب الوصیۃ، کتاب العالم والمتعلم اور کتاب المفقود وغیرہ ہیں۔ آپ کا وصال ۱۵۰ھ میں ہوا۔ مزار اقدس بغداد شریف کے خیزراں قبرستان میں زیارت گاہ خاص وعام ہے۔ جس پر سب سے پہلے سلطان ملک شاہ سلجوقی نے ۴۵۹ھ میں شاندار گنبد بنوایا اور آپ کے آستانہ عالیہ پر حنفیوں کے لئے مدرسہ حنفیہ قائم کیا۔

(ماخوذ از تبییض الصیفۃ، خیرات الحسان، حدائق الحنفیہ، مفید المفتی، سوانح امام اعظم)

آپ اپنے مشہور قصیدہ نعمانیہ میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں یوں عرض کرتے ہیں

اَنْتَ الَّذِیْ لَمَّا تَوَسَّلَ بِكَ اٰدَمُ مِنْ زَلَّةٍ فَازَ وَهُوَ اَبَاكَا

یعنی آپ ہی وہ ہیں کہ جب حضرت آدم نے آپ کو وسیلہ بنایا تو وہ کامیاب ہوئے قبولیتِ دعا سے حالانکہ وہ آپ کے باپ ہیں۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ اس شعر سے ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ظاہری وجود سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے جو آپ کو وسیلہ بنایا تو وہ بھی جائز ہے شرک نہیں ہے کہ اسی وسیلہ سے اُن کی توبہ قبول ہوئی۔

حضرت امام مالک کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ متوفی ۱۷۹ھ)

حضرت امام قاضی عیاض علیہ الرحمۃ والرضوان (متوفی ۵۴۴) تحریر فرماتے ہیں کہ امیر المومنین ابو جعفر منصور یعنی بنی عباس کا دوسرا خلیفہ جب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس کی زیارت کے لیے حاضر ہوا تو اس وقت مسجد نبوی میں حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود تھے۔ خلیفہ منصور نے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا

يَا اَبَا عَبْدِ اللهِ اَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ وَاَدْعُوْ اَمْ اَسْتَقْبِلُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِمَ تَصْرِفُ وَجْهَكَ عَنْهُ وَهُوَ وَسِيْلَتُكَ وَوَسِيْلَةُ اَبِيْكَ اٰدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلَى اللهِ بَلِ اسْتَقْبِلْهُ وَاسْتَشْفِعْ بِهٖ فَيُشَفِّعُهُ اللهُ۔

(شفاشریف ج ۲ ص ۳۳)

اے ابوعبداللہ میں کعبہ کی طرف منہ کرکے دعا کروں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منہ کروں؟ حضرت امام مالک نے فرمایا کس طرح تم اپنا چہرہ حضور کی طرف سے پھیر سکتے ہو حالانکہ وہ اللہ کی بارگاہ میں تمہارے اور تمہارے باپ آدم علیہ السلام کے وسیلہ ہیں۔ لہٰذا تم حضور ہی کی طرف رخ کرو اور ان سے شفاعت طلب کرو اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت قبول فرمائے گا۔

حضرت امام شافعی کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ متوفی ۲۰۴ھ)

علامہ خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ) تحریر فرماتے ہیں

اِنَّ الْاِمَامَ الشَّافِعِيَّ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ فِيْ اَيَّامٍ هُوَ بِبَغْدَادَ كَانَ يَتَوَسَّلُ بِالْاِمَامِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَجِيْئُ اِلٰى ضَرِيْحِهٖ يَزُوْرُ فَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ ثُمَّ يَتَوَسَّلُ اِلَى اللهِ فِيْ قَضَاءِ حَاجَتِهٖ۔

(تاریخ خطیب بغدادی ج ۱ ص ۱۲۳)

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن دنوں میں بغداد تھے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے توسل کرتے۔ ان کی قبر پر حاضر ہو کر اس کی زیارت کرتے انہیں سلام کرتے۔ پھر اپنی حاجت پوری ہونے کے لیے اللہ کی بارگاہ میں انہیں وسیلہ بناتے۔

اور علامہ ابن حجر مکی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۹۷۴ھ) لکھتے ہیں کہ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

اٰلُ النَّبِيِّ ذَرِيْعَتِيْ وَهُمْ اِلَيْهِ وَسِيْلَتِيْ　　اَرْجُوْبِهِمْ اُعْطٰى غَدًا بِيَدِ الْيَمِيْنِ صَحِيْفَتِيْ

یعنی آل نبی میرے لئے ذریعہ نجات ہیں اور وہ اللہ کی بارگاہ میں میرے لیے وسیلہ ہیں ۔ میں امید رکھتا ہوں کہ ان کے طفیل کل (قیامت کے دن) اللہ میرا نامۂ اعمال میرے داہنے ہاتھ میں دے گا۔ (صواعق محرقہ ص ۱۸۰)

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ ان روایتوں سے بالکل واضح ہے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد ان کو اپنی حاجت کے لیے وسیلہ بناتے تھے اور آل رسول کو اپنے لئے وسیلہ ہونے کا اعتقاد رکھتے تھے۔

حضرت امام احمد بن حنبل کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ متوفی ۲۴۱ھ)

حضرت علامہ نبہانی علیہ الرحمتہ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔

تَوسل الْاِمَامُ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ بِالْاِمَامِ الشَّافِعِیّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حَتّٰی تَعَجَّبَ اِبْنُہٗ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ الْاِمَامِ اَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ مِنْ ذٰلِکَ فَقَالَ الْاِمَامُ اَحْمَدُ اِنَّ الشَّافِعِیْ کَالشَّمْسِ لِلنَّاسِ وَکَالْعَافِیَۃِ لِلْبَدَنِ۔ (شواہد الحق ص ۱۶۶)

حضرت امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے توسل کیا تو امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے حضرت عبداللہ نے تعجب کیا۔ اس پر امام احمد نے فرمایا کہ حضرت امام شافعی ایسے ہیں جیسے لوگوں کے لیے سورج اور بدن کے لیے تندرستی۔

ثابت ہوا کہ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک بھی وسیلہ کا عقیدہ حق ہے کہ انہوں نے خود حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے توسل کیا۔

صاحب شرح وقایہ حضرت عبیداللہ بن مسعود کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ والرضوان۔ متوفی ۷۴۷ھ)

آپ کا اسم گرامی عبیداللہ اور لقب صدرالشریعہ ثانی ہے۔ آپ کے والد کا نام مسعود اور

دادا کا نام محمود ہے جن کا لقب تاج الشریعہ ہے۔ اور پر دادا کا نام احمد ہے جو صدر الشریعہ اول سے مشہور ہیں۔ آخر میں آپ کا سلسلہ نسب مشہور صحابی حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مل جاتا ہے۔

آپ بڑے زبردست عالم، حافظ قوانین شریعت، حلال مشکلات فروع و اصول، واقف رموز معقول و منقول، محدث جلیل، فقیہ بے مثیل، اصولی بے نظیر، مفسر، نحوی، لغوی، ادیب، متکلم، منطقی، اپنے وقت کے امام علوم مروجہ متعارفہ میں ضرب المثل تھے۔ آپ کے دادا تاج الشریعہ نے آپ کی پرورش اپنے سایۂ عاطفت میں کی، انتہائی شفقت و محبت کے ساتھ آپ کو تمام علوم و فنون پڑھایا اور آپ کے حفظ کرنے کے لیے وقایہ تصنیف فرمایا۔

پھر جب آپ نے دیکھا کہ دوسرے لوگ اس کو زبانی یاد کرنے میں سستی کرتے ہیں تو آپ نے وقایہ کا مختصر تحریر فرمایا۔ جب آپ کے صاحبزادے محمود نے مختصر الوقایہ حفظ کر لیا تو آپ سے وقایہ کی شرح لکھنے کے لیے بہت اصرار کیا جس میں مختصر الوقایہ کے بھی مغلقات حل کئے جائیں۔ لہٰذا آپ نے صاحبزادے کی خواہش کے مطابق شرح وقایہ لکھنا شروع کیا مگر کتاب مکمل ہونے سے پہلے صاحبزادے کا انتقال ہو گیا جس کا آپ کو بے انتہا قلق ہوا۔

وقایہ کی کل پندرہ شرحیں لکھی گئیں جن میں آپ کی شرح ایسی عمدہ ہے جو ساری دنیا میں مقبول ہو کر تمام مدارس عربیہ میں داخل درس ہوئی۔ جس پر اب تک بیالیس حواشی لکھے گئے اور ہزاروں بلکہ لاکھوں علماء اس سے مستفیض ہوئے یہاں تک کہ غیر مقلد جو تقلید کو گمراہی قرار دیتے ہیں وہ بھی حنفی مذہب کی اس کتاب شرح وقایہ سے فائدہ اٹھانے پر مجبور ہوئے۔

اور آپ نے اصول فقہ میں ایک لطیف متن تنقیح کے نام سے تصنیف کیا پھر اس کی شرح توضیح تالیف فرمائی جس کی شرح حضرت علامہ سعد الدین تفتازانی (متوفی ۷۹۲ھ) نے تلویح کے نام سے کی۔ ان کے علاوہ المقدمات الاربعۂ تعدیل العلوم (اقسام علوم عقلیہ میں) وشاح (علم معانی میں) شرح فصول الخمسین (نحو میں) کتاب الشروط اور کتاب المحاضرہ وغیرہ آپ کی اہم تصنیفات ہیں۔

۷۴۷ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ مزار مبارک شارع آباد بخارا میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

آپ شرح وقایہ اول کے دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

اَلْعَبْدُ الْمُتَوَسِّلُ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی بِاَقْوَی الذَّرِیْعَۃِ۔ — میں خدائے تعالیٰ کی بارگاہ کا وسیلہ زیادہ طاقت ور ذریعہ کا ڈھونڈنے والا ہوں۔

مولانا عبدالحیٔ صاحب فرنگی محلی المتوسل کے حاشیہ میں لکھتے ہیں۔

دَلَّتِ الْاَحَادِیْثُ عَلٰی جَوَازِ التَّوَسُّلِ بِالْاَعْمَالِ الصَّالِحَۃِ وَالذَّوَاتِ الْفَاضِلَۃِ۔ — نیک اعمال اور بزرگان دین سے توسل کا جواز حدیثوں سے ثابت ہے۔

اور اقوی الذریعة کے حاشیہ میں لکھتے ہیں۔

اَلْمُرَادُ بِہٖ اِمَّا الرَّسُوْلُ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاِمَّا الْقُرْاٰنُ وَاِمَّا الصَّلٰوۃُ عَلَی الرَّسُوْلِ وَاِمَّا عِلْمُ الشَّرِیْعَۃِ وَالْاَحْکَامِ الشَّامِلَۃِ لِلْفِقْہِ وَالْاُصُوْلِ وَالْکَلَامِ وَاِمَّا عِلْمُ الْفِقْہِ — اقوی ذریعہ سے یا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مراد ہیں۔ یا قرآن یا حضور پر درود۔ یا شریعت اور ان احکام کا علم مراد ہے جو فقہ اصول اور کلام کو شامل ہو۔ اور یا تو علم فقہ[1] مراد ہے۔

لیکن ظاہر یہ ہے کہ اقوی ذریعہ سے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی مراد ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے لئے سب سے طاقت ور وسیلہ حضور ہی ہیں۔ ان سے بڑھ کر کوئی وسیلہ نہیں---- بہر حال صاحب شرح وقایہ حضرت عبیداللہ بن مسعود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تحریر سے ان کا عقیدہ ثابت ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور سارے بزرگان دین کو خدائے تعالیٰ کی بارگاہ کا وسیلہ بنانا جائز ہے اور مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی کا بھی یہی عقیدہ ثابت ہوا۔

---

[1] حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فَقِیْہٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَی الشَّیْطٰنِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ۔ (رواہ الترمذی) — ایک فقیہ۔ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔ (مشکوۃ شریف ۳۴)

امام ابن ہمام صاحب فتح القدیر کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ والرضوان ۔ متوفی ۸۶۱ھ)

آپ کتاب الحج باب زیارت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں تحریر فرماتے ہیں۔

وَیَسْئَلُ اللّٰہَ حَاجَتَہٗ مُتَوَسِّلًا اِلَی اللّٰہِ بِحَضْرَۃِ نَبِیِّہٖ (الٰی ان قال) ثُمَّ یَسْئَالُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الشَّفَاعَۃَ فَیَقُوْلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَسْئَلُکَ الشَّفَاعَۃَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَسْئَلُکَ الشَّفَاعَۃَ وَاَتَوَسَّلُ بِکَ اِلَی اللّٰہِ۔ (فتح القدیر ج۳ ص۹۵)

اور اللہ سے اپنی حاجت کے بارے میں اُس کے نبی کو وسیلہ بناتے ہوئے سوال کرے پھر نبی سے شفاعت کا طالب ہو کر کہے اے اللہ کے رسول! میں آپ کی شفاعت چاہتا ہوں۔ اے اللہ کے رسول! میں آپ کی شفاعت چاہتا ہوں اور آپ کو اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ بناتا ہوں۔

اس تحریر سے امام ابن ہمام علیہ الرحمتہ والرضوان کا عقیدہ بالکل واضح ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال فرمانے کے بعد بھی ان کو وسیلہ بنانا جائز ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ والرضوان ۔ متوفی ۹۱۱ھ)

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

اِنَّ رَجُلًا کَانَ یَخْتَلِفُ اِلٰی عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ فِیْ حَاجَۃٍ وَکَانَ عُثْمَانُ لَا یَلْتَفِتُ اِلَیْہِ وَلَا یَنْظُرُ فِیْ حَاجَتِہٖ فَلَقِیَ عُثْمَانَ بْنَ حُنَیْفٍ فَشَکَا اِلَیْہِ ذٰلِکَ فَقَالَ لَہٗ اِئْتِ بِالْمِیْضَاۃِ فَتَوَضَّأ ثُمَّ ائْتِ الْمَسْجِدَ فَصَلِّ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ قُلْ

ایک شخص حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کسی ضرورت کے لئے جاتا تھا مگر حضرت عثمان اسکی طرف التفات نہیں فرماتے تھے اور نہ اس کی ضرورت کے سلسلے میں توجہ کرتے تھے تو اس نے حضرت عثمان بن حنیف سے ملاقات کر کے اس کی شکایت

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْكَ
بِنَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ
وَسَلَّمَ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ
اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ فَیَقْضِیْ لِیْ
حَاجَتِیْ وَاذْكُرْ حَاجَتَكَ ثُمَّ رُحْ
حَتّٰی اَرُوْحَ فَانْطَلَقَ الرَّجُلُ وَصَنَعَ
ذٰلِكَ ثُمَّ اَتٰی بَابَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ
فَجَاءَ الْبَوَّابُ فَاَخَذَ بِیَدِهٖ فَاَدْخَلَهٗ
عَلٰی عُثْمَانَ فَاَجْلَسَهٗ مَعَهٗ عَلَی
الطَّنْفَسَةِ فَقَالَ اُنْظُرْ مَا كَانَتْ لَكَ مِنْ
حَاجَةٍ ثُمَّ اِنَّ الرَّجُلَ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهٖ
فَلَقِیَ عُثْمَانَ بْنَ حُنَیْفٍ فَقَالَ لَهٗ
جَزَاكَ اللّٰهُ خَیْرًا مَا كَانَ یَنْظُرُ فِیْ
حَاجَتِیْ وَلَا یَلْتَفِتُ اِلَیَّ حَتّٰی كَلَّمْتَهٗ
قَالَ مَا كَلَّمْتُهٗ وَلٰكِنِّیْ رَاَیْتُ النَّبِیَّ
صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَجَاءَهٗ
ضَرِیْرٌ فَشَكَا اِلَیْهِ ذَهَابَ بَصَرِهٖ فَقَالَ
لَهٗ اَوْتَصْبِرُ قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَیْسَ لِیْ
قَائِدٌ وَقَدْ شَقَّ عَلَیَّ فَقَالَ اِئْتِ ثُمَّ
قُلْ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْمِیْضَاۃَ
فَتَوَضَّاْ وَصَلِّ رَكْعَتَیْنِ ثُمَّ قُلْ اَللّٰهُمَّ
اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْكَ بِنَبِیِّكَ
مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

کی۔ انہوں نے اس سے فرمایا کہ وضوگاہ پہ
کر وضو کرو اور مسجد میں آکر دو رکعت نماز پڑھ
پھر دعا کرو اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا
ہوں اور تیری بارگاہ میں تیرے نبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلہ سے متوجہ ہوتا ہوں جو
نبیٔ رحمت ہیں۔ یا رسول اللہ! میں آپ کے
وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں
کہ وہ میری حاجت پوری فرمائے اور (یہ دعا
کرتے ہوئے) اپنی حاجت کا ذکر و پھر شام کو
میرے پاس آؤ تا کہ میں تمہارے ساتھ
(حضرت عثمان کی خدمت میں) چلوں۔ تو وہ
شخص چلا گیا اور ان کے فرمانے کے مطابق کیا
پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
دروازہ پر آیا تو دربان آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر
امیر المومنین کے پاس لے گیا تو انہوں نے اس
کو اپنے ساتھ مسند پر بٹھایا اور فرمایا کہ میں
تمہاری حاجت پوری کردوں گا۔ پھر وہ شخص
امیر المومنین کے یہاں سے جا کر عثمان بن
حنیف سے ملاقات کی اور کہا اللہ آپ کو
جزائے خیر عطا فرمائے۔ امیر المومنین میری
ضرورت کے بارے میں کوئی توجہ نہیں فرماتے
تھے اور نہ میری طرف التفات فرماتے تھے
یہاں تک کہ آپ نے میرے بارے میں ان

نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ فَيَجَلِّیْ لِیْ عَنْ بَصَرِیْ اَللّٰهُمَّ شَفِّعْهُ فِیَّ وَشَفِّعْنِیْ فِیْ نَفْسِیْ قَالَ عُثْمَانُ فَوَاللهِ مَاتَفَرَّقْنَا حَتّٰی دَخَلَ الرَّجُلُ كَاَنْ لَّمْ يَكُنْ بِهٖ ضَرَرٌ-

سے گفتگو کی۔ عثان بن حنیف نے کہا میں نے ان سے گفتگو نہیں کی ہے لیکن میں نے دیکھا کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ایک نابینا شخص نے آ کر اپنے اندھے پن کی شکایت کی حضور نے فرمایا کیا تم صبر کر سکتے ہو؟ عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کوئی راہ بتانے والا نہیں ہے اور یہ میرے لئے تکلیف دہ ہے تو حضور نے فرمایا کہ وضوگاہ میں جا کر وضو کرو اور دو رکعت نماز پڑھو پھر دعا کرو۔ اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری بارگاہ میں تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلہ سے متوجہ ہوتا ہوں جو نبی رحمت ہیں یا رسول اللہ! میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ وہ میری آنکھ کی تکلیف دور فرماوے۔ اے اللہ تو حضور کی شفاعت میرے بارے میں قبول فرما اور میری شفاعت میرے بارے میں ---- حضرت عثان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم ہم ابھی وہاں سے گئے نہیں تھے کہ وہ شخص آیا گویا کہ وہ اندھا ہی نہیں تھا۔

(خصائص کبریٰ جلد ۲ ص ۲۰۲)

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حدیث شریف کو اپنی کتاب میں تحریر فرما کر اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ وصال کے بعد بھی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خدا کی بارگاہ میں اپنی حاجت کے لئے وسیلہ بنانا جائز ہے اگر ان کا یہ عقیدہ نہ ہوتا تو بلا تردید اس حدیث کو اپنی کتاب میں شامل نہ فرماتے۔

سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ والرضوان۔ متوفی ۱۲۳۹ھ)

آپ تحریر فرماتے ہیں:

نیست صورت استمداد مگر ہمیں کہ محتاج طلب کند حاجت خود از جناب عزت الٰہی

مدد طلب کرنے کی صورت صرف یہی ہے کہ ضرورت مند اپنی حاجت کو اللہ تعالیٰ سے اس

بتوسل روحانیت بندہ کہ مقرب و مکرم درگاہ والاست۔ دگوید خداوندا بہ برکت ایں بندہ کہ تو رحمت و اکرام کردہ اور ابر آوردہ گرداں حاجت مرا۔ یاندا کند آں بندہ مقرب ومکرم را کہ اے بندۂ خدا و ولی وے شفاعت کن مراو نجواہ از خدائے تعالیٰ مطلوب مرا تا قضا کند حاجت مرا۔ پس نیست بندہ درمیان مگر وسیلہ وقادر و معطی ومسئول پروردگار ست تعالیٰ شانہ ودروے ہیچ شائبہ شرک نیست چنانکہ منکر وہم کردہ۔ وآں چنانست کہ توسل وطلب دعا از صالحاں ودوستان خدا در حالت حیات کندوآں جائزست باتفاق۔ پس آں چراجائز نباشد۔ وفرقے نیست در ارواح کاملاں درحین حیات و بعد از ممات مگر بہ ترقی کمال

(فتاویٰ عزیزیہ ج ۲ ص ۱۰۸)

نیک بندے کی روحانیت کے وسیلہ سے طلب کرے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالی میں مقرب و مکرم ہے۔ اور کہے خداوندا! اس بندے کی برکت سے کہ جس پر تو نے رحمت واکرام فرمایا ہے میری حاجت کو پوری فرما۔ یا اس مقرب بندہ کو پکارے کہ اے بندہ خدا اور اللہ کے ولی! میرے لئے شفاعت کر اور اللہ تعالیٰ سے دعا کر کہ میرے مقصد کو پورا فرمائے۔ لہٰذا بندہ درمیان میں صرف وسیلہ ہے۔ قادر، دینے والا اور جس سے سوال کیا گیا ہے خدائے تعالیٰ ہی ہے۔ اس میں شرک کا شائبہ تک نہیں جیسا کہ منکر نے وہم کیا ہے۔ یہ اسی طرح ہے کہ نیک لوگوں اور اللہ تعالیٰ کے دوستوں کو ظاہری زندگی میں وسیلہ بنایا جاتا ہے۔ ان سے دعا طلب کی جاتی ہے اور یہ بالاتفاق جائز ہے۔ تو وفات کے بعد وہی بات کیوں جائز نہ ہوگی؟ کاملین کی ارواح میں ظاہری زندگی اور وفات کے بعد صرف اتنا فرق ہے کہ انہیں اور زیادہ کمال حاصل ہوجاتا ہے۔

اس فتویٰ میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے واضح طور پر اپنا عقیدہ تحریر فرمادیا کہ بزرگان دین کو جس طرح ان کی ظاہری زندگی میں وسیلہ بنانا جائز ہے ایسے ہی وصال کے بعد بھی جائز ہے۔ اور اس میں شرک کا شائبہ تک نہیں۔ اس لئے کہ سوال اللہ تعالیٰ ہی سے ہوتا ہے اور بزرگان دین صرف وسیلہ ہوتے ہیں۔

قبروں کی زندگی

اللہ کے محبوب بندے انبیاء اور اولیاء کا اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہونا حق ہے۔ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تمام علماء و بزرگان دین کا یہی عقیدہ ہے۔ ثبوت ملاحظہ ہو۔

حضور سید عالم کا عقیدہ

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ وصال اقدس ۱۱ھ مطابق ۶۳۲ء)

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ فَنَبِيُّ اللهِ حَيٌّ يُّرْزَقُ

(ابن ماجہ۔ مشکوۃ ص ۱۲۱)

بے شک خدائے تعالیٰ نے زمین پر انبیائے کرام علیہم السلام کے جسموں کو کھانا حرام فرما دیا ہے تو اللہ تعالیٰ کے نبی زندہ ہیں، رزق دیئے جاتے ہیں۔

اس حدیث شریف سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہی عقیدہ ہے کہ انبیائے کرام اپنی اپنی قبروں میں دینوی زندگی کی حقیقت کے ساتھ زندہ ہیں اور صحابی رسول حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حدیث شریف کو روایت کیا تو ان کا بھی یہ عقیدہ ثابت ہوا کہ انبیائے کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

محدثین کا عقیدہ

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیث مذکور کو محدث حضرت ابن ماجہ اور صاحب مشکوٰۃ علامہ خطیب تبریزی نے اپنی اپنی کتابوں میں لکھ کر ثابت کر دیا کہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں حقیقی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں۔ اور دوسرے محدثین کے عقیدے ملاحظہ ہوں۔

علامہ جلال الدین سیوطی کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ والرضوان۔ متوفی ۹۱۱ھ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے فرمایا۔

اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِهِمْ یُصَلُّوْنَ (اخرجہ ابو یعلی والبیہقی)

انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں۔ (خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۸۱)

علامہ سیوطی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے خصائص کبریٰ میں اس حدیث شریف کو لکھ کر قبروں میں انبیائے کرام علیہم السلام کی زندگی کے متعلق اپنا عقیدہ بالکل واضح کر دیا۔

حضرت ملا علی قاری کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ والرضوان۔ متوفی ۱۰۱۴ھ)

آپ حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیث کی شرح تحریر فرماتے ہیں۔

لَا فَرْقَ لَهُمْ فِی الْحَالَیْنِ وَلِذَا قِیْلَ اَوْلِیَاءُ اللّٰهِ لَایَمُوْتُوْنَ وَلٰكِنْ یَنْتَقِلُوْنَ مِنْ دَارٍ اِلٰی دَارٍ۔ (مرقاۃ ج ۲ ص ۲۱۲)

انبیائے کرام کی دنیوی اور بعد وصال کی زندگی میں کوئی فرق نہیں اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے محبوب بندے مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں۔

اور حضرت اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ۔

خدائے تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کے جسموں کو زمین پر کھانا حرام فرما دیا ہے۔

(ابوداؤد' نسائی' دارمی' بیہقی' ابن ماجہ' مشکوٰۃ ص ۲۰)

اس حدیث شریف کی شرح میں حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

اَلْاَنْبِيَاءُ فِيْ قُبُوْرِهِمْ اَحْيَاءُ

انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

(مرقاۃ ج ۲ ص ۲۰۹)

اور تحریر فرماتے ہیں۔

اِنَّهٗ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ يُرْزَقُ وَيُسْتَمَدُّ مِنْهُ الْمَدَدُ الْمُطْلَقُ

(مرقاۃ ج ا ص ۲۸۴)

بے شک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باحیات ہیں انہیں روزی پیش کی جاتی ہے اور ان سے ہر قسم کی مدد طلب کی جاتی ہے۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ان تحریروں سے ان کا عقیدہ کھلم کھلا ظاہر ہے کہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں بلکہ اللہ کے دوسرے محبوب بندے بھی نہیں مرتے ہیں صرف دار فانی سے دار بقا کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۱۰۵۲ھ)

آپ تحریر فرماتے ہیں۔

باچندیں اختلاف و کثرت مذاہب کہ در علمائے امت ست یک کس را دریں مسئلہ خلافے نیست کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز و

علمائے امت میں اتنے اختلافات اور بہت مذہب ہونے کے باوجود کسی شخص کو اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حیات (دنیوی) کی

تو ہم تاویل دائم وباقی ست و بر اعمال امت حاضر وناظر و مر طالبان حقیقت راو متوجہان آں حضرت رامفیض و مربی
(مکتوب سلوک اقرب السبل بالتوجہ الی سید الرسل مع اخبار الاخیار ص ۱۶۱)

حقیقت کے ساتھ قائم و باقی ہیں اس حیات نبوی میں مجاز کی آمیزش اور تاویل کا وہم نہیں ہے اور امت کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں۔ نیز طالبان حقیقت کیلئے اور ان لوگوں کیلئے کہ آنحضرت کی جانب توجہ رکھتے ہیں حضور ان کو فیض بخشنے والے اور ان کے مربی ہیں۔

اور حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیث کے تحت تحریر فرماتے ہیں۔

پیغمبر خدا زندہ است بحقیقت حیات دنیاوی۔ (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۵۷۶)

خدائے تعالیٰ کے نبی دنیوی زندگی کی حقیقت کے ساتھ زندہ ہیں۔

اور حضرت اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیث کے تحت تحریر فرماتے ہیں۔

حیات انبیاء متفق علیہ است ہیچ کس را در وے خلافے نیست حیات جسمانی دنیاوی حقیقی نہ حیات معنوی روحانی چنانکہ شہداء راست

انبیاء علیہم السلام کی زندگی سب مانتے ہیں کسی کو اس میں اختلاف نہیں ہے انکی زندگی جسمانی حقیقی دُنیوی ہے شہیدوں کی طرح صرف معنوی اور روحانی نہیں ہے۔

(اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۵۷۴)

ان تحریروں میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنا عقیدہ واضح طور پر بیان فرمادیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دُنیوی زندگی کی حقیقت کے ساتھ زندہ ہیں جس میں مجاز کی آمیزش اور کسی قسم کی تاویل کا وہم نہیں ہے بلکہ تمام انبیائے کرام کی زندگی دنیا کی طرح جسمانی حقیقی ہے اور شیخ محقق کی تحریر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کے زمانہ تک اس مسئلہ میں کسی کو اختلاف نہیں رہا۔

علامہ شہاب الدین خفاجی کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ والرضوان۔متوفی ۱۰۷۰ھ)

آپ تحریر فرماتے ہیں۔

اَلْاَنْبِیَاءُ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ اَحْیَاءُ فِیْ قُبُوْرِھِمْ حَیَاۃً حَقِیْقَۃً۔ انبیاء علیہم السلام حقیقی زندگی کے ساتھ اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

(نسیم الریاض ج ا ص ۱۹۶)

آپ کا عقیدہ اس عبارت سے کھلم کھلا ظاہر ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا عقیدہ

(رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ۔متوفی ۱۱۷۶ھ)

آپ لکھتے ہیں کہ والد ماجد شاہ عبدالرحیم فرمایا کرتے تھے کہ جن دنوں اورنگ زیب اکبر آباد میں تھا میں محتسب لشکر مرزا زاہد ہروی سے کچھ اسباق پڑھتا تھا۔اسی بہانے میں اپنے والد کے ہمراہ اکبرآباد گیا۔سید عبداللہ بھی سید عبدالرحمان کی رفاقت کے سبب وہاں موجود تھے۔وہاں انہیں ایک عارضہ ہو گیا اور رحمت حق سے واصل ہوئے۔انہوں نے وصیت کی تھی کہ مجھے مسکینوں کے قبرستان میں دفن کرنا تاکہ کوئی پہچان نہ سکے۔چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا۔میں بھی اس دن شدید بیمار تھا۔جنازہ کے ساتھ جانے کی سکت نہیں تھی۔جب میں تندرست ہوا اور چلنے پھرنے کی طاقت پیدا ہوئی تو ایک ایسے شخص کے ساتھ جوان کے جنازہ و دفن میں موجود تھا زیارت و برکت کے لئے ان کے مزار مبارک کی طرف چل پڑا۔یہ ان کی آخری وصیت کا کمال تھا کہ میرے ساتھی کافی غور و فکر کے باوجود ان کی قبر نہیں پہچان سکے۔آخر اندازے سے ایک قبر کی طرف اشارہ کیا۔میں وہاں بیٹھ کر قرآن پڑھنے لگا۔میری پشت کی طرف سے سید صاحب نے آواز دی کہ فقیر کی قبر ادھر ہے لیکن جو کچھ شروع کر چکے ہو اسے وہیں تمام کرلو اور اسکا ثواب اسی قبر والے کو بخشو۔جلدی مت کرو۔جو کچھ پڑھ رہے ہو اسے انجام تک پہنچاؤ۔یہ سن کر میں نے

ساتھی سے کہا۔ اچھی طرح غور کرو سید صاحب کی قبر ہی ہے۔ جدھر تم نے اشارہ کیا یا میری پیٹھ کے پیچھے ہے؟ تھوڑی دیر سوچ کر کہنے لگا میں غلطی پر تھا۔ حضرت سید صاحب کی قبر تمہارے پیچھے ہے؟ میں اسی سمت ہو کر بیٹھا اور قرآن پڑھنا شروع کیا۔ اسی اثنا میں دل گرفتہ اور غمگین ہونے کے سبب اکثر مقامات پر قواعد قرأت کی رعایت نہ کر سکا۔ قبر میں سے آواز آئی کہ فلاں فلاں جگہ پر تساہل سے کام لیا ہے قرأت کے معاملے میں حزم و احتیاط کی ضرورت ہے۔

(انفاس العارفین ص ۵۷)

اور لکھتے ہیں مروی ہے کہ میر ابوالعلیٰ (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بانی سلسلہ ابوالعلائیہ) کے اہل خانہ نے ان کے فرزند میر نورالعلی کے عارضۂ علالت کے سبب ایک روپیہ اور ایک چادر بطور نیاز حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ کے مزار پر بھجوائی تھی۔ جس کی اطلاع حضرت میر ابوالعلی کو نہیں تھی ایک دن حضرت خواجہ کی طرف متوجہ تھے کہ مزار سے آواز آئی کہ تمہارے فرزند کی صحت کے لئے تمہارے گھر سے یہ جو کچھ نیاز آئی ہے اور اہل خانہ نے دوسرے فرزند کے لئے بھی التجا کی ہے نیاز قبول اور التجا مبذول ہے۔ (انفاس العارفین ص ۶۹)

اور لکھتے ہیں کہ والد ماجد شاہ عبدالرحیم صاحب نے فرمایا کہ شیخ بایزید اللہ گو نے حرمین شریفین کی حاضری کا قصد کیا تو آپ کی معیت میں بہت سے ضعیف العمر، بچے اور عورتیں بھی تیار ہو گئیں حالانکہ زادراہ کا کوئی انتظام نہ تھا۔ برادر گرامی اور میں نے متفق ہو کر ارادہ کیا کہ انہیں واپس لایا جا (انفاس العارفین ص ۶۹)

اور لکھتے ہیں کہ والد ماجد شاہ عبدالرحیم صاحب نے فرمایا کہ شیخ بایزید اللہ گو نے حرمین شریفین کی حاضری کا قصد کیا تو آپ کی معیت میں بہت سے ضعیف العمر، بچے اور عورتیں بھی تیار ہو گئیں حالانکہ زادراہ کا کوئی انتظام نہ تھا۔ برادر گرامی اور میں نے متفق ہو کر ارادہ کیا کہ انہیں واپسے۔ جب ہم تغلق آباد پہنچے تو دن بہت گرم ہو چکا تھا ہم لوگ ایک سایہ دار درخت کے نیچے آرام کی غرض سے بیٹھ گئے اس دوران تمام احباب سو گئے اور میں اکیلا ان کے کپڑوں اور سامانوں کی حفاظت کے لئے جاگتا رہا۔ اپنے آپ کو بیدار رکھنے کے لئے میں نے قرآن مجید

کی تلاوت شروع کر دی۔ چند سورتیں تلاوت کر کے میں خاموش ہو گیا۔ اچانک قریب کی قبروں میں سے ایک صاحب قبر مجھ سے مخاطب ہوا اور کہا کہ میں قرآن مجید کے زندگی بخش نغمات سننے کے لئے مدت سے ترس رہا ہوں اگر کچھ وقت اور تلاوت کریں تو احسان مند ہوں گا۔ میں کچھ اور تلاوت کر کے پھر خاموش ہو گیا صاحب قبر نے مزید استدعا کی۔ میں نے پھر پڑھا۔ میرے چپ ہونے پر اس نے تیسری بار درخواست کی میں نے اس دفعہ بھی اس کی درخواست قبول کی اور قرآن مجید کی چند آیات تلاوت کیں۔

اس کے بعد یہ صاحب قبر مخدومی برادر گرامی کو جو پاس ہی سو رہے تھے خواب میں آیا اور کہا کہ میں نے ان کو بار بار تلاوت کے لئے کہا ہے اب مجھے حیا آئی ہے آپ انہیں فرمائیں کہ قرآن مجید کا کچھ زیادہ حصہ تلاوت کر کے میرے لئے روح کی غذا فراہم کریں۔ وہ نیند سے اٹھے اور مجھے صورت حال سے آگاہ کیا میں نے نسبتاً زیادہ تلاوت کی اور اس پر ان اہل قبور میں خوشی و مسرت کی خاص کیفیت محسوس کی اور انہوں نے مجھے فرمایا جَزَاكَ اللّٰهُ عَنِّیْ خَیْرَ الْجَزَاء

اس کے بعد میں نے ان سے عالم برزخ کے متعلق پوچھا اس نے کہا میں ان قریبی قبروں میں سے کسی کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتا۔ البتہ میں اپنا حال آپ کو سناتا ہوں۔ جب سے میں نے دنیا سے انتقال کیا ہے میں نے کسی قسم کا عذاب یا عتاب نہیں دیکھا۔ اگرچہ بہت زیادہ انعام و اکرام بھی نہیں ہے۔ میں نے پوچھا تمہیں معلوم ہے کہ کون سے عمل کی برکت سے تمہیں نجات ملی ہے؟ اس نے کہا میں نے ہمیشہ اس بات کی کوشش کی تھی کہ دنیوی بکھیڑوں سے خود کو آزاد رکھوں اور ذکر و عبادات سے غافل کرنے والی چیزوں سے کنارہ کش رہوں۔ اگرچہ اپنے اس ارادہ کو مکمل عملی جامہ نہ پہنا سکا پھر بھی خدائے تعالیٰ نے میرے حسن نیت کو پسند فرما کر مجھے یہ صلہ عطا فرمایا۔ (انفاس العارفین اردو ص ۱۱۴)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان واقعات کو کتاب میں لکھ کر اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ اللہ کے محبوب بندے وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ رہتے ہیں اور وقت ضرورت دنیا والوں سے بات چیت بھی کرتے ہیں۔

حضرت علامہ نبہانی کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ والرضوان۔متوفی ۱۳۵۰ھ)

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت محمد صدر الدین بکری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۹۱۸ھ) جب حج کے لئے گئے اور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی تو لوگوں نے سنا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ان کے سلام کا جواب دیا۔ (جامع کرامات اولیاء ص ۲۲۳)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت محمد بن محمد بن شرف الدین خلیلی شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۱۱۴۷ھ) جو بیت المقدس میں مقیم تھے وہ اپنی زبانی یوں بیان فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہمارا واقعہ یوں ہے کہ میں رات کو آپ کی زیارت کے لئے آپ کے مزار اقدس کے پاس اترا۔ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر صلاۃ وسلام والی کتاب ''دلائل الخیرات'' کو پڑھنا شروع کیا ایک دفعہ ختم کر کے جب دوبارہ پڑھنا شروع کیا تو مجھے خیال آیا بہتر یہ ہے کہ سیدنا موسیٰ اور سیدنا ہارون علیہما السلام پر صلاۃ وسلام بھیجوں۔تو میں نے یوں درود شریف پڑھا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُوْسٰی وَاَخِیْہِ ھَارُوْنَ۔ یعنی اے اللہ! موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون پر درود بھیج۔ میں نے قبر شریف سے فصیح و بلیغ آواز سنی کہ ''نسب کا رشتہ ولا (آزادی) کے رشتے سے افضل اور مقدم ہے'' میں اس جملہ کا مطلب سمجھ گیا مقصد یہ تھا کہ حضور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تم یوں منسوب ہو جیسے نسب کا رشتہ ہوتا ہے اس لئے کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا ہے ''میری امت میرا عصبہ ورشتہ ہے'' اور دوسروں سے تمہارا رشتہ وِلا کا ہے۔ اور نسب کا رشتہ وِلا کے رشتہ سے مقدم ہے یہ سن کر پھر میں نے دلائل الخیرات پڑھنا شروع کیا۔ (جامع کرامات اولیاء ص ۸۴۰)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ بقول حضرت امام یافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ایک آدمی حضرت محمد بن کبیر حکمی علیہ الرحمتہ والرضوان (متوفی ۶۱۷ھ) کی خدمت میں ان کی وفات کے بعد حاضر ہوا اور التجا کی کہ اسے اپنی دوستی کا شرف بخشیں۔ آپ قبر سے نکلے اور اس سے دوستی کا عہد باندھا۔ (جامع کرامات اولیاء ص ۵۳۶)

علامہ یوسف نبہانی علیہ الرحمتہ والرضوان نے ان واقعات کو لکھ کو واضح کر دیا کہ انبیاء و اولیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں یہ عقیدہ حق ہے۔

فقہاء کا عقیدہ

صاحب نورالایضاح علامہ شرنبلالی کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ والرضوان۔متوفی ۱۰۶۹ھ)

آپ تحریر فرماتے ہیں۔

وَمِمَّا هُوَ مُقَرَّرٌ عِنْدَ الْمُحَقِّقِيْنَ اَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ يُرْزَقُ مُتَمَتِّعٌ بِجَمِيْعِ الْمَلَاذِّ وَالْعِبَادَاتِ غَيْرَ اَنَّهُ حَجَبَ عَنْ اَبْصَارِ الْقَاصِرِيْنَ عَنْ شَرِيْفِ الْمُقَامَاتِ۔

(مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۴۴۷)

یہ بات ارباب تحقیق کے نزدیک ثابت ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (حقیقی دنیوی زندگی کے ساتھ) زندہ ہیں ان پر روزی پیش کی جاتی ہے ساری لذت والی چیزوں کا مزہ اور عبادتوں کا سرور پاتے ہیں۔لیکن جولوگ کہ بلند درجوں تک پہنچنے سے قاصر ہیں ان کی نگاہوں سے اوجھل ہیں۔

حضرت علامہ شیخ حسن شرنبلالی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے کھلم کھلا اپنا اور تمام محققین کا عقیدہ لکھ دیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زندہ ہیں مگر عام لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہیں۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
مری چشم عالم سے چھپ جانے والے

(حدائق بخشش)

علامہ ابن حجر مکی شافعی کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ والرضوان۔متوفی ۹۷۴ھ)

آپ تحریر فرماتے ہیں بعض لوگوں نے کہا میں کل ظہر کے وقت انتقال کر جاؤں گا تو کہنے

کے مطابق ہی ان کا انتقال ہوا۔ اور جب قبر میں رکھے گئے تو انہوں نے اپنی آنکھیں کھول دیں۔ دفن کرنے والے نے ان سے کہا کیا آپ موت کے بعد زندہ ہیں؟ انہوں نے کہا۔

اَنَا حَیٌّ وَکُلُّ مُحِبٍّ لِلّٰہِ حَیٌّ میں زندہ ہوں اور اللہ سے محبت کرنے والا ہر ایک زندہ ہے۔ (فتاویٰ حدیثیہ ص ۲٦۷)

اس تحریر سے حضرت علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنا عقیدہ واضح کر دیا کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی ذات تو ارفع واعلیٰ اور بہت بلند و بالا ہے اللہ کا ہر وہ نیک بندہ جو اس سے محبت کرنے والا ہے وہ بھی اپنی قبر میں زندہ رہتا ہے۔

اولیاء اللہ کے عقیدے

حضور سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۵٦۱ھ)

علامہ تادفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ کیمیائی، شیخ بزاز اور شیخ ابوالحسن بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے ہمراہ ۲۷ ذی الحجہ بروز چہار شنبہ ۵۲۳ھ مقبرہ شونیز میں مزارات کی زیارت کے لئے گئے۔ اس وقت آپ کے ساتھ فقہا و قراء کی ایک بڑی جماعت بھی تھی۔ وہاں آپ شیخ حماد (متوفی ۵۲۵ھ) کے مزار پر بہت دیر کھڑے رہے۔ یہاں تک کہ گرمی نے شدت اختیار کر لی لیکن آپ کو دیکھ کر تمام لوگ بھی آپ کے پیچھے خاموش کھڑے رہے۔ جب آپ واپس ہوئے تو آپ کے چہرے پر بہت ہی بشاشت تھی۔ لوگوں نے جب دیر تک کھڑے رہنے کی وجہ دریافت کی تو آپ نے ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

میں جمعہ ۱۵ شعبان ۴۹۹ھ میں شیخ حماد کے ہمراہ جمعہ کی نماز کے لئے جامع الرصافہ کی طرف روانہ ہوا۔ اس وقت ہمارے ساتھ بہت بڑی جماعت تھی۔ چنانچہ ہم لوگ قنطوہ یہود (یہودی پل) کے قریب پہنچے تو شیخ حماد نے شدید سردی کے باوجود مجھے پانی کے اندر دھکا دے دیا۔ میں نے بسم اللہ کہہ کر غسل جمعہ کی نیت کر لی۔ اُس وقت میرے جسم پر ایک اونی جبہ تھا اور

دوسرا جبہ میری آستین میں تھا جسے نکال کر میں نے ہاتھ میں اٹھالیا تاکہ بھیگنے سے محفوظ رہے شیخ حماد مجھے دھکا دے کر آگے بڑھ گئے چنانچہ میں نے پانی سے نکل کر اپنا جبہ نچوڑا اور ان کے پیچھے روانہ ہو گیا۔ مجھے دیکھ کر لوگوں نے افسوس کیا تو شیخ حماد نے انہیں جھڑک کر فرمایا میں نے تو محض امتحاناً اس کو نہر میں دھکیلا تھا۔ لیکن یہ تو ایسا کوہِ گراں ہے جو اپنی جگہ سے حرکت ہی نہیں کرتا۔

پھر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے فرمایا کہ آج میں نے شیخ حماد کو قبر کے اندر ایسی حالت میں دیکھا کہ ان کے جسم پر جواہرات سے مرصع ایک حلہ ہے اور آپ کے سر پر یاقوت کا تاج، ہاتھوں میں سونے کے کنگن اور دونوں پاؤں میں طلائی جوتے ہیں لیکن آپ کا داہنا ہاتھ شل ہے۔ جب میں نے پوچھا کہ آپ کے ہاتھ کو کیا ہو گیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس ہاتھ سے میں نے تجھے پانی میں دھکا دیا تھا کیا تو مجھے معاف نہیں کر سکتا؟ میں نے کہا بلاشبہ معاف کیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ خدا سے دعا کر کہ یہ میرا ہاتھ ٹھیک ہو جائے۔ چنانچہ میں جس وقت کھڑا ہوا دعا کر رہا تھا تو پانچ ہزار اولیاء کرام اپنے مزارات میں میری دعا پر آمین کہہ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرما کر شیخ حماد کے ہاتھ کی تکلیف دور کر دی اور آپ نے مجھ سے مصافحہ کیا۔ اس طرح میری اور ان کی خوشی پوری ہو گئی۔ (قلائد الجواہر ص ۹۹)

اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ والے اپنی قبروں میں زندہ ہیں کہ آپ نے فرمایا حضرت حماد نے مجھ سے گفتگو کی اور ہاتھ ٹھیک ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کی درخواست کی۔

حضرت شیخ علی بن ہیتی کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ والرضوان۔ متوفی ۵۶۴ھ)

آپ حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ کے مشہور بزرگ ہیں۔ حضرت علامہ تادفی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ علی بن ہیتی مشائخ عراق میں بڑے صاحب کرامت بزرگ ہوئے ہیں اور ان شیوخ میں سے ایک ہیں جو اندھوں اور

کوڑھیوں کو اچھا کر دیتے تھے اور آپ اکثر غیب کی خبریں بھی بتا دیتے تھے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کی بہت تعریف کرتے اور نہایت محبت و احترام کے ساتھ پیش آتے اور اکثر فرمایا کرتے کہ بغداد میں جو اولیائے کرام داخل ہوتے ہیں وہ ہمارے ہی مہمان ہوتے ہیں لیکن ہم شیخ علی بن ہیتی کے مہمان رہتے ہیں۔

(قلائد الجواہر ص ۳۱۴)

حضرت شیخ علی بن ہیتی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور شیخ بقا بن بطور رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہمراہ حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمتہ والرضوان کے مزار کی زیارت کی تو دیکھا کہ امام احمد بن حنبل نے قبر سے نکل کر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے معانقہ کیا اور آپ کو خلعت عطا کر کے فرمایا کہ اے عبدالقادر! تمام لوگ علم شریعت و طریقت میں تیرے محتاج ہوں گے۔

پھر میں حضرت کے ہمراہ حضرت شیخ معروف کرخی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۲۰۰ھ) کے مزار پر گیا وہاں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے فرمایا اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا شَیْخُ مَعْرُوْف عَبَرْنَاكَ بِدَرْجَتَیْنِ۔ یعنی اے شیخ معروف ہم آپ سے دو درجہ بڑھ گئے ہیں۔ انہوں نے قبر میں سے جواب دیا وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ یَا سَیِّدَ اَھْلِ زَمَانِہٖ یعنی اے اپنے زمانہ والوں کے سردار! وعلیکم السلام (قلائد الجواہر ص ۱۴۱)

حضرت شیخ علی بن ہیتی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس بیان سے اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ بزرگان دین وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ رہتے ہیں کہ حضرت امام احمد بن حنبل نے اپنی قبر سے نکل کر حضرت غوث پاک سے معانقہ کیا اور حضرت معروف کرخی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے قبر سے آپ کے سلام کا جواب اس طرح دیا کہ باہر سنائی دیا۔

حضرت سید احمد کبیر رفاعی کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ والرضوان۔ متوفی ۵۷۸ھ)

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب الحاوی میں تحریر

فرماتے ہیں کہ حضرت سید احمد رفاعی علیہ الرحمتہ والرضوان جو مشہور بزرگ اکابر صوفیہ میں سے ہیں ان کا واقعہ مشہور ہے کہ جب وہ ۵۵۵ھ میں حج سے فارغ ہو کر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور قبر انور کے سامنے کھڑے ہوئے تو یہ دو شعر پڑھے

فِیْ حَالَةِ الْبُعْدِ رُوْحِیْ كُنْتُ اُرْسِلُهَا
تُقَبِّلُ الْاَرْضَ عَنِّیْ وَهِیَ نَائِبَتِیْ

یعنی میں دور ہونے کی حالت میں اپنی روح کو خدمت مبارکہ میں بھیجا کرتا تھا جو میری نائب بن کر حضور کے آستانہ مبارکہ کو چوما کرتی تھی

وَهٰذِهٖ دَوْلَةُ الْاِشْبَاحِ قَدْ حَضَرَتْ
فَامْدُدْ يَمِيْنَكَ كَیْ تَحْظٰى بِهَا شَفَتِیْ

یعنی اب جسموں کی حاضری کا وقت آیا۔ لہٰذا اپنے دست اقدس کو عطا فرمایئے تا کہ میرے ہونٹ اس کو چومیں۔

حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی اس عرض پر سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبر انور سے اپنے دست مبارک کو باہر نکالا جس کو انہوں نے چوما۔

البنیان المشید میں ہے کہ اس وقت کئی ہزار کا مجمع مسجد نبوی میں تھا جنہوں نے اس واقعہ کو دیکھا اور حضور کے دست اقدس کی زیارت کی ان لوگوں میں محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی یعنی غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام نامی بھی ذکر کیا جاتا ہے۔

اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قبر انور میں زندہ ہیں ورنہ وہ ہرگز حضور سے یہ عرض نہ کرتے کہ اپنا دست اقدس بڑھایئے تا کہ ہم اسے بوسہ دیں۔

خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ عثمان ہروَنی کا عقیدہ

علیہ الرحمتہ والرضوان ۔ متوفی ۶۱۷ ھ)

آپ حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۵۸۴ ھ) کے مرید وخلیفہ ہیں اور سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمتہ والرضوان کے پیرومرشد ہیں ۔ آپ ہی کی نگاہ کرم نے حضرت خواجہ کو سلطان الہند اور سلطان العارفین بنادیا۔ آپ کا وصال مکہ شریف میں ہوا۔ مزار مبارک مسجد جن کے قریب تھا جس کو نجدی حکومت نے توڑ کر روڈ میں لے لیا۔ اللہ کے محبوب بندے بعد وصال بھی زندہ رہتے ہیں اس کے بارے میں آپ کا عقیدہ ملاحظہ ہو۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ خواجہ خواجگان حضرت خواجہ عثمان ہروَنی علیہ الرحمتہ والرضوان نے فرمایا کہ شمس العارفین کا یہ حال گزرا کہ جس روز وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ انور پر حاضر ہوئے تھے اور سلام عرض کیا تھا تو وہاں سے آواز آئی وعلیك السلام یا شمس العارفین ۔ پس جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ مبارک سے باہر نکلے تو جو کوئی ملتا تھا وہ السلام علیک یا شمس العارفین کہتا تھا۔ پھر اُسی جگہ اِسی کے متعلق یہ حکایت بیان فرمائی کہ حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ بھی یہی معاملہ گزرا کہ جب شروع میں حضرت نعمان کوفی علیہ الرحمتہ والرضوان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ پر حاضر ہوئے اور عرض کیا السلام علیك یا سید المرسلین تو وہاں سے جواب سلام آیا کہ وعلیك السلام یا امام المسلمین (انیس الارواح ص ۲۸)

حضرت خواجہ عثمان ہروَنی علیہ الرحمتہ والرضوان کے مذکورہ بیان سے ثابت ہوا کہ ان کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قبر انور میں زندہ ہیں۔

سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین اجمیری کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۶۳۳ھ)

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ ہم اپنے پیرو مرشد حضرت خواجہ عثمان ہرونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ مکہ معظمہ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ انور کی زیارت کے لئے مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب روضۂ انور کی زیارت سے مشرف ہوئے تو حضرت خواجہ عثمان ہرونی نے فقیر کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا کہ اب تو حضور اقدس میں حاضر ہے سلام کر۔ میں نے سلام عرض کیا روضہ انور سے آواز آئی۔ وَعَلَيْكُمُ السَّلام يَا قُطْبَ الْمَشَائِخِ لِلْبِرِّ وَالْبَحْرِ۔ جب یہ آواز آئی تو حضرت خواجہ عثمان ہرونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ بس اب تیرا کام پورا ہو گیا۔ (انیس الارواح ص ۶)

حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی اس تحریر سے ثابت کر دیا کہ ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں کہ آپ نے ہمارے سلام کا جواب اتنی بلند آواز سے دیا کہ ہم لوگوں نے سن لیا۔

شیخ شیوخ العالم حضرت فرید الدین گنج شکر کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۶۷۰ھ)

آپ فرماتے ہیں۔

اَلْاَنْبِيَاءُ اَحْيَاءٌ فِي الْقُبُوْرِ۔ انبیائے کرام قبروں میں زندہ ہیں۔

(سیر الاولیاء ص ۱۵۱)

اس فرمان سے انبیائے کرام علیہم السلام کا قبروں میں زندہ رہنے کے بارے میں حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا عقیدہ بالکل واضح ہے۔

سلطان المشائخ محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ والرضوان۔ متوفی ۷۲۵ھ)

سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ شیخ الاسلام حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار مبارک کی زیارت کے لئے گیا۔ میرے دل میں خیال گزرا کہ اتنے کثیر لوگ ان بزرگوں کی زیارت کے لئے آتے ہیں۔ ان کے آنے کی ان بزرگوں کو اطلاع ہوتی ہے یا نہیں؟ میرے دل میں یہ خیال گزر رہا تھا اور میں روضہ مبارکہ کے قریب مراقبہ میں مشغول تھا کہ میں نے روضہ مبارک سے یہ شعر سنا

مرا زندہ پندار چوں خویشتن
من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن

یعنی مجھ کو اپنی طرح زندہ سمجھو۔ میں جان کے ساتھ آتا ہوں اگر تم جسم کے ساتھ آتے ہو۔ (سیر الاولیاء ص ۱۱۷)

اور حضرت خواجہ امیر خورد کرمانی نظامی مصنف سیر الاولیاء تحریر فرماتے ہیں کہ جس زمانے میں سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ غیاث پور میں رہتے تھے مولانا فصیح الدین اور قاضی محی الدین کاشانی آپ کی خدمت میں غیاث پور حاضر ہوئے۔ قدم بوسی کی سعادت حاصل کرنے کے بعد ان دونوں نے بیعت ہونے کے لئے عرض کیا۔ آپ نے فوراً ہی قاضی محی الدین کاشانی کو مرید کر لیا اور مولانا فصیح الدین سے فرمایا کہ میں تمہارے متعلق شیخ شیوخ العالم سے پوچھوں گا یہ سن کر مولانا فصیح الدین کو بڑی حیرت ہوئی اور وہ سوچنے لگے کہ شیخ شیوخ العالم تو وفات پا چکے ہیں سلطان المشائخ ان سے کیسے پوچھیں گے۔ یہ بات ان کے دل میں گزری لیکن انہوں نے زبان سے کچھ نہیں کہا اور قدم بوسی کے بعد لوٹ آئے۔ جب وہ دوسری مرتبہ سلطان المشائخ سے ملے تو سلطان المشائخ نے ان سے فرمایا کہ میں نے تمہارے متعلق شیخ شیوخ العالم سے عرض کیا تھا۔ آپ نے قبول فرما لیا ہے۔ اب تم بیعت ہو سکتے ہو۔ چنانچہ وہ سلطان المشائخ سے بیعت ہو گئے۔ جب وہ بیعت کر

چکے تو مولانا فصیح الدین نے عرض کیا کہ مخدومِ من! شیخ شیوخ العالم تو وفات پا چکے ہیں آپ نے کس سے پوچھا ہے؟ فرمایا جب مجھے کسی بات میں تردُّد ہوتا ہے تو میں شیخ شیوخ العالم ہی سے پوچھتا ہوں اور آپ کے حکم کے مطابق کام کرتا ہوں۔ (سیر الاولیاء ص ۴۵۲)

سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس فرمان سے کہ میں نے روضہ مبارک سے فارسی کا ایک شعر سنا اور اس فرمان سے کہ جب مجھے کسی بات میں تردُّد ہوتا ہے تو میں شیخ شیوخ العالم ہی سے پوچھتا ہوں۔ صاف ظاہر ہے کہ آپ کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ اللہ کے ولی وصال کے بعد اپنی قبروں میں زندہ رہتے ہیں۔ اور پہلے واقعہ سے آپ کا یہ عقیدہ بھی ثابت ہوا کہ بزرگان دین قبروں میں رہتے ہوئے دنیا والوں کے دلوں کے حالات سے بھی واقف ہو جاتے ہیں۔

حضرت علامہ جامی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۸۹۸ھ)

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک معتبر شخص سے جو حضرت خواجہ محمد پارسا بخاری قدس سرہ (متوفی ۸۲۲ھ) کے صاحبزادے خواجہ برہان الدین ابو نصر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۸۶۵ھ) کے خواص میں سے تھے۔ وہ خواجہ برہان الدین ابو نصر سے روایت کرتے ہیں کہ جب میرے والد ماجد کی روح پرواز ہوئی تھی تو اس وقت میں حاضر نہ تھا جب میں حاضر ہوا تو میں نے آپ کے روئے مبارک کو اس غرض سے کھولا کہ اس کی زیارت کروں۔ آپ نے فوراً اپنی آنکھیں کھول دیں اور تبسم فرمایا جس سے میرا قلق اور اضطراب بہت بڑھ گیا۔ میں آپ کے پائتیں گیا اور اپنا چہرہ آپ کے کف پا سے ملنے لگا۔ آپ نے اسی وقت اپنے پاؤں سمیٹ لئے (نفحات الانس ص ۶۳۱)

حضرت علامہ جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس واقعہ کو اپنی کتاب میں بلا تردید تحریر فرما کر ثابت کر دیا کہ ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے کہ اولیاء اللہ بعد وفات زندہ رہتے ہیں۔

زیارتِ قبور اور ان سے استفادہ

قبروں کی زیارت کرنا اور ان سے فائدہ حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس کے بارے میں سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور بزرگان دین کا عقیدہ ملاحظہ ہو۔

حضور سید عالم کا عقیدہ

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم - وصالِ اقدس ۱۱ھ مطابق ۶۳۲ء)

(۱) حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا۔

میں نے تم لوگوں کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا (اب میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ) ان کی زیارت کرو۔

(مسلم۔ مشکوٰۃ ص ۱۵۴)

محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث شریف کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت سے قرب کے سبب اس اندیشہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے قبروں کی زیارت سے منع کر دیا تھا کہ لوگ ان کے ساتھ پھر کہیں جاہلیت والا رویہ نہ اختیار کر لیں۔ پھر جب اسلام کے قوانین سے لوگ خوب آگاہ ہو گئے تو آپ نے قبروں کی زیارت کے لئے اجازت دے دی۔

(اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۷۱۷)

(۲) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ افضل

الصلوات والتسلیم نے ارشاد فرمایا۔

كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا۔

میں نے تم لوگوں کو قبروں کی زیارت سے روکا تھا تو اب تم ان کی زیارت کرو۔

(ابن ماجہ مشکوٰۃ ص ۱۵۴)

(۳) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا۔

كَانَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلَّمَا كَانَ لَيْلَتُهَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ اِلَى الْبَقِيْعِ۔

جس رات کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے یہاں قیام فرماتے تو آخر رات میں اُٹھ کر مدینہ کے قبرستان میں تشریف لے جاتے۔ (مسلم۔ مشکوٰۃ ص ۱۵۴)

(۴) حضرت محمد بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ زَارَ قَبْرَ اَبَوَيْهِ اَوْ اَحَدِهِمَا فِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ غُفِرَ لَهٗ وَكُتِبَ بَرًّا۔

(مشکوٰۃ ص ۱۵۴)

جو اپنے ماں باپ کی قبروں کی زیارت کرے یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی ہر جمعہ کے دن تو اسے بخش دیا جائے گا اور اسے نیکی کرنے والا لکھا جائے گا۔

ان احادیثِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نزدیک قبروں کی زیارت جائز ہے بلکہ جو شخص ہر جمعہ کو اپنے ماں باپ کی قبروں کی زیارت کرے وہ بخش دیا جائے گا۔

حضرت امام شافعی کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ والرضوان۔ متوفی ۲۰۴ھ)

حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۱۲۵۳ھ) تحریر فرماتے ہیں

کہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ والرضوان نے فرمایا۔

اِنّیْ لَاَ تَبَرَّكُ بِاَبِیْ حَنِیْفَةَ وَاَجِیْءُ اِلٰی قَبْرِهٖ فَاِذَا عَرَضَتْ لِیْ حَاجَةٌ صَلَّیْتُ رَكْعَتَیْنِ وَسَئَلْتُ اللّٰهَ تَعَالٰی عِنْدَ قَبْرِهٖ فَتُقْضٰی سَرِیْعًا۔ (ردالمحتار ج ۱ ص ۳۸)

میں امام ابوحنیفہ سے برکت حاصل کرتا ہوں اوران کی قبر کے پاس آتا ہوں۔تو جب مجھے کوئی حاجت درپیش ہوتی ہے تو میں دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور ان کی قبر کے پاس اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں تو حاجت جلد پوری ہو جاتی ہے۔

اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

امام شافعی گفتہ است قبر موسیٰ کاظم تریاق مجرب ست مراجابت دعارا

حضرت امام شافعی نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر دعا کی قبولیت کے لیے تریاق مجرب ہے۔

(اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۷۱۵)

ان تحریروں سے حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ عقیدے معلوم ہوئے کہ بزرگوں کے مزاروں کی زیارت کیلئے جانا' صاحب مزار سے برکت حاصل کرنا' ان کے مزاروں کے پاس جا کر دعا کرنا اور صاحب مزار کو حاجت روائی کا ذریعہ ٹھہراتا جائز ہے۔اور بعض بزرگوں کا مزار دعا کی مقبولیت کے لئے تریاق مجرب ہے۔

عارف باللہ علامہ صاوی مالکی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان)

آپ آیت کریمہ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں۔

مِنَ الضَّلَالِ الْمُبِیْنِ وَالْخُسْرَانِ الظَّاهِرِ تَكْفِیْرُ الْمُسْلِمِیْنَ بِزِیَارَةِ

اولیاء اللہ کی زیارت کے سبب مسلمانوں کو اس خیال سے کافر کہنا کہ ان کی زیارت عبادت

اَوْلِيَاءُ اللّٰهِ زَاعِمِيْنَ اَنَّ زِيَارَتَهُمْ مِنْ عِبَادَةِ غَيْرِ اللّٰهِ كَلَّا بَلْ هِيَ مِنْ جُمْلَةِ الْمُحَبَّةِ اِلٰى اَهْلِهٖ۔

غیر اللہ ہے واضح گمراہی اور کھلی ہوئی ہلاکت ہے اولیاء اللہ کی زیارت عبادت غیر اللہ ہرگز نہیں بلکہ یہ اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ میں سے ہے۔

(تفسیر صاوی ج ا ص ۲۴۵)

معلوم ہوا کہ عارف باللہ حضرت علامہ صاوی مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک اولیاء اللہ کی زیارت کے لئے جانا جائز ہے کہ وہ عبادت غیر اللہ نہیں ہے۔ بلکہ اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ میں سے ہے۔

سلطان التارکین حضرت صوفی حمید الدین ناگوری کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۶۷۷ھ)

آپ فرمایا کرتے تھے جس شخص کو کوئی حاجت درپیش ہو وہ میری بیوی سیدہ خدیجہ کی قبر پر جا کر عرض کرے کیونکہ آپ نے کسی حاجت مند کو اپنے دروازہ سے محروم نہیں کیا۔

(سلطان التارکین ص ۹۳)

حضرت صوفی حمید الدین ناگوری علیہ الرحمۃ والرضوان کے اس فرمان سے ان کا عقیدہ بالکل واضح ہے کہ اللہ کے محبوب بندے اپنی قبروں سے لوگوں کی حاجتیں پوری کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنی حاجتوں کے لئے بزرگوں کی قبروں پر جائیں اور ان سے فائدہ حاصل کریں۔

سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۷۲۵ھ)

آپ نے فرمایا کہ مولانا کیتھلی نے مجھ سے بیان کیا کہ دہلی میں ایک سال قحط پڑا۔ میں کرباسی بازار سے گزر رہا تھا اور بھوکا تھا۔ میں نے کھانا خریدا اور خود سے کہا کہ اس کھانے کو تنہا نہیں کھانا چاہیے۔ کسی کو بلا کر کھانے میں اس کو بھی شریک کروں۔ ایک کملی والے درویش کو

میں نے دیکھا جو گدڑی پہنے ہوئے میرے سامنے سے گزر رہا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ اے میرے خواجہ! میں درویش ہوں اور تم بھی درویش ہو۔ اور میں غریب ہوں تم بھی غریب دکھائی دیتے ہو۔ کچھ کھانا موجود ہے آؤ تا کہ مل کر کھائیں۔ وہ درویش راضی ہوئے۔ ہم نانبائی کی دوکان کے اوپر گئے اور کھانا کھایا۔

اس دوران میں اس درویش کی طرف متوجہ ہوا اور کہا اے خواجہ مجھ پر بیس روپیہ قرض ہو گیا ہے میرا وہ قرض ادا ہونا چاہیے اس درویش نے کہا تم اطمینان سے کھانا کھاؤ۔ میں بیس روپیہ تم کو دیتا ہوں۔ مولانا کتھیلی نے کہا کہ میرے دل میں آیا کہ اس پھٹے حال شخص کے پاس بیس روپے کہاں ہوں گے جو مجھ کو دے گا۔ الغرض جب کھانا کھا چکے وہ اٹھے اور اپنے ساتھ مجھ کو لے چلے۔ وہ مسجد کی طرف گئے مسجد میں ایک قبر تھی اس کے سرہانے کھڑے ہو کر انہوں نے کچھ مانگا۔ اور ایک چھوٹی لکڑی ان کے ہاتھ میں تھی آہستہ سے اس کو دوبارہ قبر پر مارا اور کہا اس درویش کو بیس روپے کی ضرورت ہے اس کو دو یہ کہا اور میری طرف منہ کر کے مجھ سے کہا مولانا! واپس جاؤ بس آپ کو بیس روپے مل جائیں گے۔

مولانا کتھیلی نے کہا جب میں نے یہ بات سنی اس درویش کا ہاتھ چوما اور ان سے جدا ہو کر شہر کی طرف چل پڑا۔ میں اس وقت حیرت میں تھا کہ وہ بیس روپے مجھ کو کہاں سے مل جائیں گے۔ میرے پاس ایک خط تھا جو کسی کے گھر پر مجھے دینا تھا اس دن وہ خط لے کر دروازہ کمال پہنچا۔ ایک ترک اپنے گھر کے چھجے پر بیٹھا تھا۔ اس نے مجھ کو دیکھا اور آواز دی اور اپنے غلاموں کو دوڑایا وہ مجھے پوری کوشش سے اوپر لے گئے۔ اُس ترک نے مجھے بہت خوش کیا۔ میں نے ہر چند کوشش کی مگر اس کو نہیں پہچان سکا۔ وہ ترک یہی کہتا کیا تم وہ عقلمند نہیں ہو جس نے فلاں جگہ میرے ساتھ بہت نیکی کی تھی۔ میں نے اس سے کہا میں تم کو نہیں پہچانتا۔ اس نے کہا میں تم کو پہچانتا ہوں۔ خود کو کیوں چھپاتے ہو۔ الغرض اس قسم کی بہت سی باتیں کیں۔ اس کے بعد بیس روپیہ لایا اور بڑی معذرت کے ساتھ میرے ہاتھ میں دے دیا۔

(فوائد الفواد مجلس بست ۲۱ و یکم ص ۱۲۴)

حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس واقعہ کو بلا تردید بیان فرما کر اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ جس ظاہری زندگی میں اولیاء اللہ سے کسی چیز کو دینے کے لئے عرض کرنا جائز ہے ایسے ہی بعد وصال ان کی قبر کے پاس حاضر ہو کر کسی چیز کو دینے کے لئے کہنا جائز ہے۔ اس لئے کہ حقیقتاً دینے والا اللہ تعالیٰ ہے اور اولیاء اللہ کی طرف نسبت مجازاً ہے جیسے حقیقتاً بیمار کو اچھا کرنے والا اللہ ہے لیکن مریض کہتا ہے ڈاکٹر صاحب ہم کو اچھا کر دیجئے۔

حضرت علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

(متوفی ۸۹۸ھ)

آپ لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ ابوالحارث اولاسی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیان فرمایا کہ میں نے حضرت ذوالنون مصری علیہ الرحمتہ والرضوان کی بہت شہرت سنی تھی۔ چند مسئلوں کے حل کرنے کے لئے میں نے ان کی زیارت کا قصد کیا۔ جب میں مصر پہنچا تو لوگوں نے مجھے بتایا کہ ان کا توکل انتقال ہو گیا۔ یہ سن کر میں ان کے مزار پر گیا وہاں پہنچ کر مراقبہ میں بیٹھ گیا کچھ دیر کے بعد مجھے نیند آ گئی خواب میں ان کا دیدار ہوا اور مجھے جو مشکل مسئلے درپیش تھے وہ میں نے ان سے دریافت کئے انہوں نے ان سب کا مجھے جواب مرحمت فرمایا۔ (نفحات الانس ص ۱۹۳)

حضرت علامہ جامی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس واقعہ کو تحریر فرما کر اپنا یہ عقیدہ واضح کر دیا کہ اولیاء اللہ کے مزارات پر اپنی کسی حاجت کو لے کر جانا جائز ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے لوگوں کی مشکلات کو حل فرماتے ہیں۔

علامہ ابن حجر مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

(متوفی ۹۷۳ھ)

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ ہمیشہ سے علماء اور اہل حاجت کا طریقہ رہا کہ وہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک کی زیارت کرتے اور اس کے وسیلے سے قضاء حاجت چاہتے اور اس ذریعہ سے کامیابی کا اعتقاد رکھتے اور منہ مانگی مراد پاتے تھے۔ ازاں

جملہ رکن اسلام حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں کہ جب وہ بغداد میں فروکش تھے فرمایا کہ میں امام ابوحنیفہ سے برکت لیتا ہوں ان کی قبر مبارک کی زیارت کرتا ہوں۔ جب مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے دو رکعت نماز پڑھ کر ان کی قبر کے پاس جاتا ہوں۔ خداوند عالم سے وہاں دعا کرتا ہوں تو فوراً حاجت روائی ہوتی ہے۔ (الخیرات الحسان مترجم ص ۱۶۶)

اس تحریر سے حضرت علامہ ابن حجر مکی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا عقیدہ بالکل واضح ہے کہ بزرگوں کے مزارات کی زیارت کرنا اور ان کے وسیلہ سے حاجت روائی چاہنا جائز ہے جیسا کہ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا کرتے تھے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

(متوفی ۱۰۵۲ھ)

آپ تحریر فرماتے ہیں۔

زیارت قبور مستحب ست باتفاق

قبروں کی زیارت بالاتفاق مستحب ہے۔

(اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۷۱۵)

اور تحریر فرماتے ہیں۔

واجب ست احترام میت نزد زیارت وے خصوصاً صالحاں و مراعات ادب بر قدر مراتب ایشاں چنانچہ در حالت حیات ایشاں بود۔ زیرا کہ صالحاں را مدد بلیغ ست مر زیارت کنندگان خود را بر اندازۂ ادب ایشاں

(اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۷۲۰)

میت کا احترام اس کی زیارت کے وقت واجب ہے خصوصاً بزرگان دین کا۔ اور ادب کی رعایت ان لوگوں کے مرتبے کے لحاظ سے ضروری ہے جیسا کہ ان کی ظاہری زندگی میں تھا۔ اس لئے کہ بزرگوں کی مدد ان کی زیارت کرنے والوں کیلئے ادب کے اعتبار سے پہنچتی ہے۔

ان تحریروں سے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے یہ

عقیدے کھلم کھلا ثابت ہوئے کہ قبروں کی زیارت کے لئے جانا شرک و بدعت نہیں بلکہ بالاتفاق مستحب ہے اور زیارت کرنے والوں کے لئے بزرگوں کی مدد پہنچتی ہے۔

سید العلماء حضرت سید احمد طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

(متوفی ۱۲۳۱ھ)

آپ تحریر فرماتے ہیں۔

اَلتَّبَرُّكُ بِزِيَارَةِ قُبُوْرِ الصَّالِحِيْنَ مِنْ غَيْرِ مَا يُخَالِفُ الشَّرْعَ فَلَا بَاسَ بِهٖ اِذَا كُنَّ عَجَائِزَ وَكُرِهَ ذٰلِكَ لِلشَّابَّاتِ كَحُضُوْرِهِنَّ فِي الْمَسَاجِدِ لِلْجَمَاعَاتِ۔ حَاصِلُهٗ اَنَّ مَحَلَّ الرُّخْصَةِ لَهُنَّ اِذَا كَانَتِ الزِّيَارَةُ عَلٰى وَجْهٍ لَيْسَ فِيْهِ فِتْنَةٌ۔

(طحطاوی علی مراقی ص ۳۴۱)

شریعت کے خلاف کوئی طریقہ اختیار کئے بغیر بوڑھی عورتیں بزرگوں کی قبروں کی زیارت سے برکت حاصل کریں تو کوئی حرج نہیں۔ اور وہ جوان عورتوں کے لئے ناجائز ہے جیسے کہ ان کا مسجدوں میں جماعتوں کے لئے حاضر ہونا جائز نہیں خلاصہ یہ کہ عورتوں کے لئے اجازت صرف اس صورت میں ہے جب کہ زیارت ایسے طریقہ پر ہو کہ اس میں کوئی فتنہ نہ ہو۔

یعنی حضرت سید احمد طحطاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک مردوں کو بزرگوں کی قبروں کی زیارت سے برکت حاصل کرنا جائز ہے اور عورتوں کو صرف اس صورت میں اجازت ہے جب کہ فتنہ نہ ہو۔

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

(متوفی ۱۲۵۳ھ)

آپ تحریر فرماتے ہیں۔

اَمَّا الْاَوْلِیَاءُ فَاِنَّھُمْ مُتَفَاوِتُوْنَ فِی الْقُرْبِ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَنَفْعُ الزَّائِرِیْنَ بِحَسْبِ مَعَارِفِھِمْ وَاَسْرَارِھِمْ۔

اولیاء اللہ' اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مختلف درجہ رکھتے ہیں اور زیارت کرنے والوں کو اپنے معارف و اسرار کے لحاظ سے فائدہ پہنچاتے ہیں۔ (ردالمختار ج ا ص ۶۰۴)

اور تحریر فرماتے ہیں۔

اَلتَّبَرُّكُ بِزِیَارَۃِ قُبُوْرِ الصَّالِحِیْنَ فَلَا بَاسَ اِذَا کُنَّ عَجَائِزَ وَیُکْرَہُ اِذَا کُنَّ شَوَابَّ کَحُضُوْرِ الْجَمَاعَۃِ فِی الْمَسَاجِدِ۔

بزرگوں کی قبروں کی زیارت سے برکت حاصل کرنا بوڑھی عورتوں کو حرج نہیں اور جب کہ جوان ہوں تو ناجائز ہے جیسے کہ جماعت کے لئے مسجدوں میں حاضر ہونا جائز نہیں۔

(ردالمختار ج ا ص ۶۰۴)

ان تحریروں سے حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنا عقیدہ بالکل واضح کر دیا کہ اولیائے اللہ اپنے درجے کے اعتبار سے زیارت کرنے والوں کو فائدہ پہنچاتے ہیں اور بوڑھی عورتوں کو بزرگوں کی قبروں کی زیارت سے برکت حاصل کرنے میں حرج نہیں البتہ جوان عورتوں کو ناجائز ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

(متوفی ۱۱۷۶ھ)

آپ لکھتے ہیں کہ والد گرامی شاہ عبدالرحیم قبلہ نے فرمایا۔ ایک دفعہ میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار کی زیارت کے لئے گیا۔ آپ کی روح

مبارک ظاہر ہوئی اور مجھ سے فرمایا کہ تمہیں ایک فرزند پیدا ہوگا۔اس کا نام قطب الدین احمد رکھنا۔اس وقت میری زوجہ عمر کے اس حصہ کو پہنچ چکی تھیں جس میں اولاد کا پیدا ہونا ناممکن ہوتا ہے میں نے سوچا کہ شاید اس سے مراد بیٹے کا فرزند یعنی پوتا ہے۔میرے اس وہم پر آپ فوراً مطلع ہو گئے اور فرمایا میرا مقصد یہ نہیں۔ بلکہ یہ فرزند (جس کی بشارت دی گئی ہے) خود تمہارے صلب سے ہوگا۔کچھ عرصہ بعد دوسرے عقد کا خیال پیدا ہوااور اسی سے کاتب الحروف فقیر ولی اللہ پیدا ہوا۔میری پیدائش کے وقت والد ماجد کے ذہن سے یہ واقعہ اُتر گیا اس لئے انہوں نے ولی اللہ نام رکھ دیا۔کچھ عرصہ بعد جب انہیں یہ واقعہ یاد آیا تو انہوں نے میرا دوسرا نام قطب الدین احمد رکھا۔(انفاس العارفین ص ۱۱۰)

اس واقعہ کے تحریر کرنے سے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے یہ عقیدے واضح طور پر ثابت ہوئے کہ بزرگوں کے مزارات کی زیارت کے لئے جانا جائز ہے 'اولیاء اللہ کو بعد وصال بھی علم غیب ہوتا ہے کہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرزند کے پیدا ہونے کی خبر کئی سال پہلے دے دی اور صاحبِ مزار بزرگ زیارت کرنے والوں کے خطراتِ قلب پر آگاہ ہو جاتے ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

(متوفی ۱۲۳۹ھ)

آپ تحریر فرماتے ہیں۔

درشرحِ مقاصد ذکر کردہ نفع یافتہ می شود بزیارت قبور واستعانت بنفوس اخیار ازاموات بدرستیکہ نفس مفارقہ را تعلقے ہست بہ بدن وتر بتے کہ دفن کردہ شود ورآں پس چوں زیارت می کند زندہ	شرح مقاصد میں ہے کہ قبروں کی زیارت اور نیک لوگوں کے نفوس سے وفات کے بعد فائدہ حاصل کیا جاتا ہے۔بیشک وفات کے بعد نفس کا بدن اور قبر کے ساتھ ایک تعلق رہتا ہے۔لہٰذا جب کوئی شخص اس قبر کی زیارت کرتا

آں تربت راو متوجہ می شود بسوئے نفس
میت حاصل می شود میان ہر دو نفس
ملاقات وفائضات واختلاف کردہ اند در
آنکہ امدادحی قوی ترست از امداد میت یا
بالعکس مختار بعضے محققین ثانی ست و دریں
باب بعضے روایات کنند کہ فرمود آں
حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چوں متحیر
شوید شما در امور یعنی برآمد کارہا پس مدد
جوئید از اصحاب قبور۔ شیخ اجل در شرح
مشکوٰۃ گفتہ کہ یافتہ نمی شود در کتاب وسنت
واقوال سلف صالح چیزیکہ مخالف ومنافی
ایں باشد ورد کند ایں را

(فتاویٰ عزیزیہ ج ۲ ص ۱۰۸)

ہے اور میت کے نفس کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو
دونوں نفسوں کے درمیان ملاقات اور فیضان کا
تعلق قائم ہوجاتا ہے۔اس میں اختلاف ہے کہ
زندہ کی امداد قوی ہے یا میت کی۔ بعض محققین
نے میت کی امداد کو قوی قرار دیا ہے۔ بعض
حضرات نے اس سلسلے میں روایت کی ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سلسلے
میں روایت کی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا جب
کسی کام میں حیران ہوجاؤ تو قبر والوں سے مدد
طلب کرو۔ شیخ اجل حضرت عبدالحق محدث
دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے مشکوٰۃ کی شرح
میں فرمایا کہ کتاب وسنت نیز اقوالِ سلف میں
کوئی ایسی بات نہیں پائی جاتی جو اس کے مخالف
ومنافی ہو اور اس بات کو رَدّ کرے۔

اس تحریر سے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا عقیدہ واضح ہوگیا کہ بزرگان دین کے مزاروں کی زیارت کرنا اور اپنی مشکلات کے حل ہونے کے لئے ان سے مدد طلب کرنا جائز ہے۔

ایک ضروری فتویٰ

غیر صحابہ کو رضی اللہ عنہ کہنا کیسا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لفظ غیر صحابہ کے لئے استعمال کرنا کیسا ہے؟ بکر کہتا ہے کہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لفظ بڑے بڑے علماء اور بزرگوں کے لئے بھی جائز ہے کہ یہ لفظ صحابۂ کرام کے ساتھ خاص نہیں ہے اور زید کہتا ہے کہ کوئی دینی پیشوا خواہ کتنا ہی بڑا ہوا گر صحابی نہ ہو تو اسے رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنا جائز نہیں کہ یہ لفظ صحابۂ کرام کے ساتھ خاص ہے اسی لئے حضرت اویس قرنی کو جو عاشق رسول اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ کے مقبول تھے۔ مگر اتنے بڑے بزرگ کو بھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں لکھا جاتا۔ تو کسی دوسرے بزرگ کو جو صحابی نہ ہو رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھنا غلط ہے۔ لہٰذا اس کے بارے میں کس کا قول صحیح ہے؟ مفصل جواب تحریر فرمائیں کرم ہوگا۔

المستفتی ——— محمد حنیف رضوی
خطیب سنی رضوی مسجد کرلا بمبئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لك الحمد یا اللہ! والصلاۃ والسلام علیك یا رسول اللہ!

الجواب: — غیر صحابہ کے لئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لفظ استعمال کرنا جائز ہے۔ جیسا کہ درمختار مع شامی جلد پنجم ص ۴۸۰ میں ہے۔ یستحب الترضی للصحابة والترحم للتابعین ومن بعدهم من العلماء و العباد و سائر الاخیار وکذا یجوز عکسه وهو الترحم للصحابة والترضی للتابعین ومن بعدهم علی الراجح۔ اھ ملخصاً یعنی صحابہ کے

لئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنا مستحب ہے اور اس کا الٹا یعنی صحابہ کے لئے رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور تابعین وغیرہ علماء ومشائخ کے لئے راجح مذہب پر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی جائز ہے۔

اور حضرت علامہ احمد شہاب الدین خفاجی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض جلد سوم ص ۵۰۹ میں تحریر فرماتے ہیں۔ **ویذکر من سواهم ای من سوی الانبیاء من الائمة وغيرهم بالغفران والرضى فيقال غفر الله تعالیٰ لهم ورضى عنهم - اه** مخلصاً یعنی اور انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے علاوہ ائمہ وغیرہ علماء ومشائخ کو غفران ورضا سے یاد کیا جائے۔ تو غفر اللہ تعالیٰ لہم ورضی اللہ تعالیٰ عنہم کہا جائے۔

لہٰذا بکر کا قول صحیح ہے کہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لفظ صحابۂ کرام کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ بڑے بڑے علماء اور بزرگوں کے لئے بھی جائز ہے۔ اور زید کا یہ کہنا غلط ہے کہ کوئی دینی پیشوا خواہ کتنا ہی بڑا ہو اگر صحابی نہ ہو تو اسے رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنا جائز نہیں اور یہ بھی غلط ہے کہ حضرت اویس قرنی کو اسی لئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں لکھا جاتا کہ وہ صحابی نہیں تھے۔ اس لئے کہ محدث کبیر حضرت شیخ عبدالحق دہلوی بخاری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جن کو کتب خانہ رحیمیہ دیوبند نے اخبار الاخیار شریف کے ٹائیٹل پیج پر سید المحققین اور برگزیدۂ جناب باری لکھا ہے انہوں نے اپنی مشہور کتاب اشعۃ اللمعات میں جلد چہارم ص ۷۴۳ پر حضرت اویس قرنی کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا ہے۔

اور حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے تابعی ہیں کہ جن کی ملاقات بہت سے بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ سے ہوئی ہے اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے تابعی ہیں جن کی ملاقات صرف چند صحابہ سے ہوئی ہے ان کو خاتم المحققین حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے شامی جلد اول مطبوعہ دیوبند صفحات ۳۵-۳۶-۳۷ اور صفحہ ۴۲ پر کل چھ جگہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا ہے۔

اور انہی حضرت علامہ شامی نے اپنی اسی کتاب اسی جلد مطبوعہ دیوبند صفحات ۳۵-۳۸-۴۱ اور صفحہ ۴۳ پر کل سات جگہ حضرت امام شافعی کو رضی اللہ عنہ لکھا ہے اور صفحہ ۳۷ پر حضرت سہل بن عبداللہ تستری کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا ہے حالانکہ یہ دونوں بزرگ تابعی بھی نہ

تھے کہ امام شافعی کی پیدائش ۱۵۰ھ میں ہوئی اور انتقال ۲۰۴ھ میں ہوا اور حضرت تستری کا انتقال ۲۸۳ھ میں ہوا۔

اور حضرت علامہ علاؤ الدین محمد بن علی حصکفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی مشہور کتاب در مختار مع ردالمحتار جلد اول مطبوعہ دیوبند ص ۴۵ پر حضرت امام شافعی کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا اور صفحہ ۴۴ پر حضرت عبداللہ بن مبارک کو رضی اللہ عنہ لکھا اور یہ بھی تابعی نہ تھے کہ ان کی پیدائش ۱۱۸ھ میں ہوئی۔

اور حضرت علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ ۳۸۲ پر حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کو رضی اللہ عنہ لکھا ہے۔ اور امام المحدثین حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد اول مطبوعہ بمبئی ص ۳ پر حضرت امام اعظم اور حضرت امام شافعی کو رضی اللہ عنہ لکھا ہے۔

اور سید العلماء حضرت سید احمد طحطاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی مشہور تصنیف طحطاوی علی مراقی مطبوعہ قسطنطنیہ ص ۱۱ پر حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا ہے۔

اور حضرت علامہ امام محمد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے احیاء العلوم جلد دوم ص ۷ پر حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی کو رضی اللہ تعالیٰ عنہما لکھا ہے۔

اور شارح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی نے مقدمہ فتح الباری ص ۱۸ پر امام بخاری کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا جن کی پیدائش ۱۹۴ھ میں ہوئی اور انہی علامہ ابن حجر عسقلانی نے اسی کتاب کے مقدمہ ص ۲۱ پر حضرت امام شافعی کو بھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا۔

اور شارح مسلم حضرت ابوزکریا امام محی الدین نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مقدمہ شرح مسلم شریف ص ۱۱ پر حضرت امام مسلم کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا جن کی ولادت ۲۰۴ھ میں ہوئی۔

اور محدث کبیر حضرت شیخ عبدالحق دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۱۶ پر حضرت امام شافعی کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا ہے اور اسی کتاب اسی جلد کے ص ۹ پر حضرت شیخ نے امام بخاری کو بھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا ہے۔

اور حدیث کی مشہور کتاب مشکوۃ شریف کے مصنف حضرت شیخ ولی الدین محمد بن عبداللہ خطیب تبریزی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے مشکوۃ شریف کے مقدمہ ص ۱۱ پر صاحب مصابیح حضرت علامہ ابو محمد حسین بن مسعود فراء بغوی کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا۔ اور انہی علامہ بغوی کو تفسیر معالم التنزیل مطبوعہ مصر کے ص ۲ پر بھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا گیا ہے جو تبع تابعی بھی نہ تھے کہ ان کا انتقال چھٹی صدی ہجری میں ہوا۔

اور حضرت علامہ احمد شہاب الدین خفاجی مصری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی مشہور تصنیف نسیم الریاض جلد اول مطبوعہ مصر ص ۵ پر حضرت علامہ قاضی عیاض کو رضی اللہ عنہ لکھا ہے اور یہ بھی تابع تابعی نہ تھے۔ چھٹی صدی ہجری کے عالم تھے کہ ان کا انتقال ۵۵۴ھ میں ہوا۔

اور سید المحققین حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۱۷ پر اور اخبار الاخیار مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند کے صفحات ۱۵-۱۶-۱۸-۲۱-۲۲-۲۳-۲۴-۲۰۹-۲۱۰-۲۱۱-۲۱۲-۲۱۳-۲۱۴ کل پندرہ مقامات پر حضرت غوث پاک شیخ عبدالقادر محی الدین جیلانی کو رضی اللہ عنہ لکھا ہے جن کی ولادت ۴۷۰ھ اور بقول بعض ۴۷۱ھ میں ہوئی ہے۔

اور امام المحدثین حضرت ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد اول ص ۲۷ پر حضرت عبداللہ بن مبارک، حضرت لیث بن سعد، حضرت امام مالک بن انس، حضرت داؤد طائی، حضرت ابراہیم بن ادہم اور حضرت فضیل بن عیاض وغیرہم کو رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین لکھا ہے۔ حالانکہ ان میں سے کوئی صحابی نہیں ہے۔

اور عارف باللہ حضرت شیخ احمد صاوی مالکی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی تفسیر صاوی جلد اول ص ۳ پر حضرت علامہ شیخ سلیمان جمل، علامہ شیخ احمد درد، علامہ شیخ امیر، علامہ شمس الدین محمد بن سالم حفناوی، امام ابوالحسن شیخ علی صعیدی عدوی، علامہ محمد بن بدیری دمیاطی، علامہ نورالدین علی شبراملسی، علامہ حلبی صاحب السیرۃ، علامہ علی اجہوری، علامہ برہان علقمی، علامہ شمس الدین محمد علقمی، علامہ امام زیادی، علامہ شیخ رملی، شیخ الاسلام علامہ زکریا انصاری علامہ جلال الدین محلی

اور علامہ جلال الدین سیوطی۔ ان تمام علماء کو رضی اللہ تعالیٰ عنہم لکھا ہے جن میں سے کوئی صحابی نہیں۔

اور علامہ ابوالحسن نور الملۃ والدین علی بن یوسف شطنوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی مشہور تصنیف بہجۃ الاسرار میں غیر صحابہ کو بے شمار مقامات پر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا ہے اور ہدایہ میں صاحب ہدایہ کو ان کے شاگرد نے کئی مقامات پر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا ہے۔

ان تمام شواہد سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لفظ صحابہ کرام کے ساتھ خاص نہیں ہے اگر یہ لفظ ان کے ساتھ خاص ہوتا یعنی غیر صحابہ کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھنا جائز نہ ہوتا تو اتنے بڑے بڑے محققین جو اپنے زمانے میں علم کے آفتاب و ماہتاب تھے یہ لوگ غیر صحابہ کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہرگز نہیں لکھتے۔

یہاں تک کہ عام دیوبندی وہابی جو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صحابہ کے ساتھ خاص سمجھتے ہیں اور غیر صحابہ کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے پر لڑتے جھگڑتے ہیں ان کے پیشوا مولوی قاسم نانوتوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی کو بھی رضی اللہ عنہما لکھا گیا ہے جیسا کہ تذکرۃ الرشید جلد اول ص ۲۸ پر ہے۔ ''مولانا محمد قاسم صاحب و مولانا رشید احمد صاحب رضی اللہ عنہما چند روز کے بعد ایسے ہم سبق بنے کہ آخرت میں بھی ساتھ نہ چھوڑا۔'' اور کتب خانہ رشیدیہ دہلی نے بخاری شریف کی دونوں جلدوں کے ٹائیٹل اور سرورق پر حضرت امام بخاری کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا ہے۔

قرآن کریم سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لفظ صحابہ کرام کے ساتھ خاص نہیں ہے پارہ تیس سورۃ البینۃ میں ہے رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّہٗ یعنی رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ان لوگوں کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈریں ۔جیسا کہ تفسیر مدارک جلد چہارم مصری ص ۳۷۱ میں ہے (ذلك) ای الرضا لمن خشی ربه اس کا مطلب یہ ہے کہ رضا یعنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم ورضوعنہ ان لوگوں کے لئے ہے جن کے دل میں رب کی خشیت ہو۔

اور رب کی خشیت علماء ہی کا خاصہ ہے۔ جیسا کہ علامہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ

علیہ آیت کریمہ **ذلك لمن خشی ربه** کے تحت تحریر فرماتے ہیں۔**ھذہ الایة اذاضم الیھا ایة اخریٰ صار المجموع دلیلا علیٰ فضل العلم والعلماء وذلك لانه تعالیٰ قال انما یخشی الله من عبادہ العلموا فدلت ھذہ الایة علی ان العالم یکون صاحب الخشیة** یعنی اس آیت کریمہ کو دوسری آیت سے ملانے پر علم اور علماء کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ صرف اس کے بندے علماء ہی کو خشیت الٰہی حاصل ہوتی ہے تو اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ خشیت الٰہی علماء کا خاصہ ہے۔

(تفسیر کبیر جلد ہشتم ص ۴۲۰)

اور تفسیر روح البیان جلد دہم ص ۴۹۱ میں اس آیت کریمہ **ذلك لمن خشی ربه** کے تحت ہے۔**ذلك الخشیة التی من خصائص العلماء بشوأن الله تعالیٰ مناط لجمیع الکمالات العلمیه والعملیة المستتبعة للسعادات الدینیة والدنیویة قال الله تعالیٰ انما یخشی الله من عبادہ العلموا** یعنی خشیت الٰہی جو خدائے تعالیٰ کے امور واحوال جاننے والوں کا خاصہ ہے۔اسی پر تمام کمالات علمیہ وعملیہ کا دارومدار ہے۔کہ جن سے دینی اور دینوی سعادتیں حاصل کی جاتی ہیں۔

خلاصہ یہ ہوا کہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ورضوا عنہ اُس کے لئے ہے جسے خشیت الٰہی ہو۔اور خشیت الٰہی خدائے تعالیٰ کے امور داحوال جاننے والوں کے لئے ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ خدائے تعالیٰ کے امور واحوال جاننے والوں کے لئے ہے یعنی جلیل القدر علماء ومشائخ کے لئے نہ کہ بے عمل علماء کے لئے کہ جب وہ بے عمل ہیں تو ان کو خشیت الٰہی حاصل نہیں ہے اور جب خشیت الٰہی نہیں ہے تو وہ صرف نام کے عالم ہیں حقیقت میں عالم نہیں ہیں۔

تفسیر خازن اور تفسیر معالم التنزیل جلد پنجم ص ۳۰۲ میں ہے۔**قال الشعبی انما العالم من خشی الله عزوجل**۔یعنی امام شعبی نے فرمایا کہ عالم صرف وہ شخص ہے جسے خدائے عزوجل کی خشیت حاصل ہو۔

اور تفسیر خازن کے اِسی صفحہ ۳۰۲ پر ہے۔**قال الربیع بن انس من لم یخش الله فلیس بعالم**۔یعنی امام ربیع بن انس نے فرمایا کہ جسے خشیت الٰہی حاصل نہ ہو وہ عالم نہیں

ہے۔

ثابت ہوا کہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صرف باعمل علماء و مشائخ کے لئے ہے۔ مگر یہ لفظ چونکہ عرف میں بڑا موقر ہے یہاں تک کہ بہت سے لوگ اسے صحابۂ کرام ہی کے لئے خاص سمجھتے ہیں لہٰذا اسے ہر ایک کے لئے نہ استعمال کیا جائے بلکہ اسے بڑے بڑے علماء و مشائخ ہی کے لئے استعمال کیا جائے جیسے کہ ہمارے بزرگوں نے کیا ہے۔ **ھذا ماظھرلی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسولہ جل شانہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم**

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۲۱ صفر المظفر ۱۴۰۱ھ